بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اُردُو قواعد و اِنشا

برائے

جماعت نہم، دہم

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔
اس کتاب کا کوئی حصّہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کُتب کی تیاری میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	صَرف و نَحو (قواعد مع امثال)	1	6	خطوط نویسی (خطوط۔ رقعات۔ درخواستیں)	59
2	جنس اور عدد (تذکیر و تانیث۔ واحد جمع)	26	7	مکالمہ نگاری	78
3	”نے“ اور ”کو“ کا استعمال	34	8	مضمون نگاری (مضامین۔ کہانیاں)	84
4	تَلَفُّظ	37	9	تفہیمِ عبارات و اشعار	117
5	علمِ بیان	43			

مصنفین: ❁ مس عارفہ سیّد ❁ ڈاکٹر اصغر علی شیخ ❁ پروفیسر سیّد وقار عظیم
❁ ڈاکٹر سہیل بخاری ❁ مرزا ہادی علی بیگ ❁ مولانا مرتضٰی حسین فاضل

مدیر: ❁ پروفیسر سیّد وقار عظیم ❁ نصیر احمد بھٹی

نظرِ ثانی: ❁ جمیل الرحمٰن (سینئر ماہرِ مضمون اُردو) پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
❁ ظہیر کاشر وٹو (معاون ماہرِ مضمون اُردو) پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

نگرانِ طباعت: ❁ جمیل الرحمٰن (سینئر ماہرِ مضمون اُردو)
ڈائریکٹر مسودات: ❁ ڈاکٹر مبین اختر

سینئر آرٹسٹ / ڈپٹی ڈائریکٹر گرافکس: ❁ مسز عائشہ وحید
کمپوزنگ اینڈ لے آؤٹ ڈیزائننگ: ❁ قادری گرافکس

ناشر:
مطبع:

باب اوّل

صَرف ونَحو

ہر زبان کے لیے کچھ اصول اور قوانین ہوتے ہیں جن سے اس زبان کو صحیح طور سے سیکھا اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اُردُو زبان کے بھی کچھ اصول ہیں، جنھیں گرامر یا قواعد کہا جاتا ہے۔ ان کے جاننے سے ہم اُردُو زبان کو ٹھیک ٹھیک بول اور سمجھ سکتے ہیں۔

قواعِد کے دو حصے ہیں: (۱) حصّہ صرف (۲) حصّہ نحو

صَرف: قواعِد کا وہ حصّہ جس میں مُفرد الفاظ سے بحث کی جاتی ہے یعنی یہ لفظ واحد ہے یا جمع، مذکر ہے یا مؤنث، اسم ہے یا فعل یا حرف ہے۔ اس حصہ قواعد میں صرف کلمات و الفاظ ہی موضوعِ بحث ہوتے ہیں۔ علمِ صرف میں لفظ کے لغوی معنی کے بجائے اس کے مفہوم سے بحث کی جاتی ہے جو بول چال میں مطلوب ہوتا ہے۔

نحو: قواعد یا گرامر کا وہ حصّہ ہے جس میں مرکب جملوں اور عبارتوں سے بحث کی جاتی ہے۔

نحو کے دو حصّے ہوتے ہیں: (۱) نحوِ تفصیلی (جملوں کو الگ کرنا) (۲) نحوِ ترکیبی (مرکب جملوں کو ملانا)

﴿ حصّہ صَرف ﴾

لفظ: انسان اپنی زبان سے جو کچھ بولتا ہے اسے لفظ کہتے ہیں جیسے: کتاب۔ قلم۔ پانی۔ روٹی

لفظ کی قسمیں: (۱) لفظِ موضوع (۲) لفظِ مہمل

لفظِ موضوع: وہ لفظ جس کے کچھ معنی ہوں اسے لفظِ موضوع کہتے ہیں۔ مثلاً کباب۔ روٹی۔ کھانا

لفظِ مہمل: وہ لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہ ہوں جیسے: وقاب۔ ووٹی۔ وانا

لفظِ موضوع کی قسمیں (۱) کلمہ (۲) کلام

کلمہ: اکیلے بامعنی لفظ کو کلمہ کہتے ہیں۔ جیسے: مسجد۔ آیا۔ گھر

کلام: دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کے مجموعے کو کلام یا مرکب کہتے ہیں۔ جیسے: نیک لڑکا۔ طاہر نیک ہے۔

کلمہ کی قسمیں (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف

اسم: وہ کلمہ ہے جو کسی شخص، کسی جگہ، چیز یا کیفیت کا نام ہو جیسے: محمود۔ لاہور۔ پنکھا یا نام کی جگہ استعمال ہو مثلاً وہ۔ وہاں۔
اسم کا زمانے سے تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ اپنے معنی کے لیے دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔

فعل: وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی کے اعتبار سے مستقل ہو، جو کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا، ہونا یا نہ ہونا بتائے اور جس میں تین زمانوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل میں سے کوئی ایک زمانہ پایا جائے جیسے: آیا۔ جاتا تھا۔ لکھے گا۔

حرف: وہ کلمہ جو اکیلا تو کچھ معنی نہ دے لیکن دوسرے کلمات کے ساتھ مل کر معنی دے اور ان میں تعلق بھی پیدا کرے۔ وہ اپنے معنی کے اظہار کے لیے دوسرے کلمات کا محتاج ہوتا ہے۔ جیسے: میں گھر سے مسجد تک گیا۔ اس میں ’’سے‘‘ اور ’’تک‘‘ دو حرف ہیں۔

اسم کی قسمیں: (۱) اسمِ ذات (۲) اسمِ صِفَت

اسمِ ذات: وہ اسم ہے جو کسی وجود اور حقیقت کو ظاہر کرے، جیسے: محمود۔ قلم۔ دیوار

اسمِ صِفَت: وہ اسم ہے جو کسی کی اچھی یا بری حالت ظاہر کرے، جیسے: نیک لڑکی۔ تیز گھوڑا۔ یہاں "نیک" اور "تیز" اسمِ صفت ہیں۔

اسم کی استعمال کے لحاظ سے قسمیں (۱) اسمِ معرفہ (۲) اسمِ نکرہ

اسمِ معرفہ

وہ اسم ہے جو کسی خاص چیز، شخص یا جگہ کے خاص نام کو ظاہر کرے۔ جیسے: کوہِ ہمالیہ، بانگِ درا، لاہور، محمود، اسمِ معرفہ کو "اسمِ خاص" بھی کہتے ہیں۔

اسمِ معرفہ کی قسمیں

(۱) اسمِ عَلَم (۲) اسمِ ضمیر (۳) اسمِ اشارہ (۴) اسمِ موصول (۵) اسمِ استفہام (۶) اسمِ تنکیر

اسمِ عَلَم

وہ اسم ہے جو کسی شخص کے خاص نام کو ظاہر کرے جیسے: شاعرِ مشرق، غالبؔ، مٹھو، ابنِ قاسم، شمس العلما

اسمِ عَلَم کی قسمیں: (i) خطاب (ii) لقب (iii) تخلّص (iv) کُنیت (v) عُرف

(i) خطاب: وہ اسمِ معرفہ ہے جو کسی خوبی کی وجہ سے حکومت کی طرف سے دیا جائے جیسے: رستمِ زماں، شمس العُلما، خان بہادر وغیرہ

(ii) لقب: وہ اسمِ معرفہ جو کسی خوبی کی وجہ سے قوم کی طرف سے دیا جائے جیسے: موسیٰؑ کلیم اللہ، عیسیٰؑ روح اللہ، قائدِ اعظمؒ، قائدِ ملّت وغیرہ، لقب عام طور پر کسی واقعہ، وصف یا تعلق کی وجہ سے مقرر ہوتا ہے۔

(iii) تخلّص: وہ مختصر نام جو شاعر حضرات اپنے اشعار میں استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں جیسے: ابراہیم ذوقؔ، اسداللہ خاں غالبؔ وغیرہ، تخلّص کا استعمال فارسی ادب سے اُردو میں منتقل ہوا۔

(iv) کُنیت: وہ اسم ہے جو باپ، ماں یا بیٹے یا اور کسی تعلق کی وجہ سے پکارا جائے جیسے ابنِ خطابؓ، ابنِ مریمؑ، ابوالقاسمؐ، ابوترابؓ۔ ان میں ابنِ خطاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کُنیت ہے۔ ان کے والد خطاب کی وجہ سے۔ ابنِ مریم عیسیٰ علیہ السلام کی کنیت ہے۔ حضرت مریمؑ اُن کی والدہ کی وجہ سے۔ ابوالقاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ہے۔ ابوتراب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کُنیت ہے۔

(v) عُرف: وہ اسم ہے جو یا تو والدین بچپن ہی سے بچے کا پیار سے ایک نام رکھ دیتے ہیں یا اصل نام بگڑ کر یا پھر کسی انسانی خوبی یا نقص کی وجہ سے اس کا کوئی ایک نام مشہور ہو جاتا ہے یہ نام محبت، عقیدت، نفرت اور حقارت کی وجہ سے پڑتا ہے جیسے: پپّو، مٹّھو، چندا، مُون، جاوید سے جیدا، رشید سے شیدا، اکرم سے اکّی، بگّا یا بگّو، لنگڑا، گونگا، چھوٹو، لمبو وغیرہ

اسمِ ضمیر (ضمیرِ شخصی)

وہ اسم ہے جو کسی دوسرے اسم کی جگہ استعمال کیا جائے کیوں کہ تحریر و تقریر میں ایک نام کا بار بار لانا معیوب سمجھا جاتا ہے مثلاً وہ، تُو، تم وغیرہ، جیسے: ندیم آیا اس نے سبق پڑھایا اور وہ چلا گیا۔ اس میں "اس" اور "وہ" دونوں ضمیریں ہیں جو ندیم کی جگہ استعمال ہوئی ہیں۔ ضمیر جس کی جگہ استعمال ہوتی ہے اسے "مرجع" کہتے ہیں۔

اسم ضمیر کی قسمیں: (۱) ضمیر فاعلی (۲) ضمیر مفعولی (۳) ضمیر اضافی

ضمیر فاعلی: وہ ضمیر ہے جو کسی فعل کا فاعل رہی ہو وہ یہ ہیں:

غائب		حاضر		متکلّم	
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلّم	جمع متکلّم
وہ۔اس	انھوں	تو	تم	میں	ہم

ضمیر مفعولی: وہ ضمیر جو مفعول کی جگہ استعمال ہوتی ہے وہ یہ ہیں:

غائب		حاضر		متکلّم	
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلّم	جمع متکلّم
اسے	انھیں	تجھے	تمھیں	مجھے	ہمیں

ضمیر اضافی: وہ ضمیر ہے جو مضاف الیہ بن کر استعمال ہو وہ یہ ہیں:

غائب		حاضر		متکلّم	
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلّم	جمع متکلّم
اس کا	ان کا	تیرا/ تیری	تمھارا/تمھاری	میرا/ میری	ہمارا/ ہماری

اسم مَوصُول

وہ اسم ہے جسے کسی جملے کے ساتھ لگائے بغیر اس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں وہ یہ ہیں: جو کوئی۔ جس۔ جسے۔ جنھوں۔جنھیں۔جو کچھ۔جو چیز قواعد میں اسے ضمیر موصولہ یا اسم موصولہ بھی کہتے ہیں۔

اسم اشارہ

وہ لفظ جو اشارہ کرنے کے لیے مقرر ہوں۔اشارے دو طرح کے ہو سکتے ہیں یعنی قریب اور دور جیسے: وہ۔ یہ۔

''وہ'' دور کی چیز کے لیے اور ''یہ'' نزدیک کی چیز کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اسے مشارٌ الیہ کہتے ہیں۔جیسے: وہ لڑکا۔ یہ کتاب۔ یہاں ''وہ'' اور ''یہ'' اسم اشارہ ہیں۔لڑکا اور کتاب مشارٌ الیہ۔

اسم استفہام

استفہام بات پوچھنے یا سمجھنے کو کہتے ہیں۔اس کے لیے کون، کس، کن، کیسا، کتنا وغیرہ کے الفاظ اِستعمال ہوتے ہیں۔

اسمِ تنکیر

وہ لفظ ہے جو غیر معین شخص کے لیے بولے جائیں جیسے: کسی، کچھ، کوئی۔

اسمِ نکرہ

وہ اسم ہے جو کسی عام چیز، شخص، یا جگہ کے عام نام کو ظاہر کرے جیسے: پہاڑ، کتاب، شہر، آدمی۔اسم نکرہ کو 'اسمِ عام'' بھی کہتے ہیں۔

اسمِ نکرہ کی قسمیں

(۱) اسمِ آلہ (۲) اسمِ صَوت (۳) اسمِ تصغیر یا مصغّر (۴) اسمِ ظرف

اسمِ آلہ: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی اوزار یا ہتھیار کو ظاہر کرے جیسے: چاقو، قینچی، چھری، تلوار، بندوق، عربی اور فارسی کے اسم آلہ بھی اردو میں استعمال ہوتے ہیں جیسے: مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر)۔ مسواک۔ مقراض (قینچی)۔ مسطر (فٹ رول یا پیمانہ)۔ قلم تراش (چاقو) وغیرہ۔

اسمِ صَوت: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی آواز کو ظاہر کرے جیسے: سائیں سائیں (ہوا کی آواز)۔ کائیں کائیں (کوّے کی آواز)۔ چھم چھم (بارش کی آواز)۔ غُٹر غُوں (کبوتر کی آواز)۔ ٹن ٹن (گھنٹے کی آواز)۔ کُوکُو (کوئل کی آواز)۔

اسم مصغّر یا تصغیر: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی چیز کا چھوٹا پن ظاہر کرے جیسے: دیگچی، باغیچہ، پیالی، غالیچہ (چھوٹا قالین)، بچونگڑا، ڈبیا، ڈھولک، مردوا۔ پگڑی، مکھڑا، اسم تصغیر بنانے کے لیے لفظ کے آخر میں ی، یا، ڑا، ڑی، چی، چہ، ک کا اِضافہ کیا جاتا ہے۔

اسم مکبّر: وہ اسم نکرہ ہے جو کسی چیز کا بڑا پن ظاہر کرے جیسے: شہنشاہ، شاہتوت، شہتیر، شاہ رگ، شاہ سوار، شہ زور، شہ پر (بڑا پر)، مہاراج، گھٹر، پتنگڑ، چھتر، شاہ کار، پگڑ۔ اسم مکبّر بنانے کے لیے ''ی'' کی جگہ الف کا اضافہ کرتے ہیں جیسے: مکڑی سے مکڑا۔ بعض اوقات ڑ کا جیسے کٹڑ، شہ اور مہا کا بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اسمِ ظرف: وہ اسم نکرہ ہے جس سے کوئی جگہ یا وقت ظاہر ہو جیسے: دفتر، سکول، کارخانہ، صبح، شام، آج، کل۔

اسمِ ظرف کی قسمیں (۱) ظرف مکاں (۲) ظرف زماں

ظرف مکاں: وہ اسم نکرہ جو کسی جگہ کو ظاہر کرے جیسے: مسجد، مدرسہ، گھر، اسٹیشن، سبزی منڈی، نمک دان، شفاخانہ، عیدگاہ، کتب خانہ، تار گھر، ڈاک خانہ، پان دان، شکارگاہ، مے خانہ، منزل۔

ظرف زماں: وہ اسم نکرہ جو کسی وقت کو ظاہر کرے جیسے: صبح، شام، دوپہر، رات، دن، سال، مہینا، ہفتہ، منٹ، سیکنڈ، آج، کل۔

اسم کی بناوٹ کے اعتبار سے قسمیں (۱) اسم جامد (۲) اسم مصدر (۳) اسم مشتق

اسم جامد

وہ اسم ہے جو نہ خود کسی اسم سے بنا ہو اور نہ اس سے کوئی دوسرا اسم بنے جیسے: اینٹ، درخت، چٹان، دولت، چٹائی۔

اسم مصدر

وہ اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ بنے لیکن اس سے بہت سے اسم اور فعل بنیں جیسے: لکھنا سے لکھنے والا، لکھا وغیرہ

اُردو زبان میں ''نا'' مصدر کی علامت ہے مثلاً اُٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، لیکن کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے آخر میں ''نا'' آتا ہے لیکن وہ مصدر نہیں ہوتے۔ جیسے: گنّا، کانا، نانا، پرانا، بچھونا (بستر)، چُونا، تانا، بانا، سونا (دھات) یہ مصدر نہیں ہیں۔

اسم مصدر کی قسمیں: (۱) مصدر مفرد (۲) مصدر مرکب (۳) مصدر لازم (۴) مصدر متعدی

مصدر مفرد: وہ اسم جو شروع ہی سے مصدر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: آنا، جانا، پڑھنا، لکھنا، کہنا۔

مصدر مرکب: وہ اسم ہے جو کسی مصدر کے شروع میں کوئی لفظ لگا کر دوسرا مصدر بنا لیتے ہیں اسے مصدر مرکب کہتے ہیں جیسے: قے آنا، بہک جانا، کلمہ پڑھنا، قصیدہ لکھنا، سچ کہنا وغیرہ

مصدر لازم: وہ مصدر ہے جس سے بنے ہوئے تمام افعال لازم ہوں۔ وہ فعل جو صرف فاعل کو چاہے فعل لازم کہلاتا ہے۔ جس مصدر سے یہ فعل بنے گا وہ مصدر بھی لازم ہوگا جیسے: آنا، جانا، چلنا، دوڑنا، ہنسنا، رونا، بھاگنا، سونا، جاگنا، اچھلنا، کودنا وغیرہ سب مصدر لازم ہیں۔

مصدر متعدی: وہ مصدر ہے جس سے متعدی افعال بنتے ہیں اور متعدی فعل وہ ہے جو فاعل کے علاوہ مفعول کو بھی چاہے۔ جن مصادر سے یہ متعدی افعال بنیں گے وہ مصدر متعدی ہوں گے جیسے: لکھنا، پڑھنا، کھانا، پینا، پیٹنا، دوڑانا، رلانا، بھگانا، اچھالنا، دیکھنا، سننا وغیرہ سب مصدر متعدی ہیں۔

نوٹ: یہ یاد رہے کہ مصدر لازم کو مصدر متعدی بنا لیتے ہیں جس کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:

ا۔ مصدر لازم کی ''نا'' سے پہلے ''الف'' لگا دینے سے مصدر متعدی بن جاتا ہے جیسے: چلنا مصدر لازم سے ''چلانا'' مصدر متعدی بن جائے گا۔ ہنسنا مصدر لازم سے ''ہنسانا'' مصدر متعدی بن جائے گا۔

ب۔ مصدر لازم کے دوسرے حرف کے بعد ''الف'' لگا دینے سے مصدر متعدی بن جاتا ہے جیسے: اچھلنا سے ''اچھالنا'' مصدر متعدی بن جاتا ہے۔

ج۔ مصدر لازم کے دوسرے حرف کے بعد ''ی'' لگا دینے سے مصدر متعدی بن جاتا ہے جیسے: سمٹنا سے ''سمیٹنا'' سکڑنا سے سکیڑنا''

اسم مُشتق

وہ اسم ہے جو خود تو مصدر وغیرہ سے بنے لیکن اس سے پھر کوئی لفظ نہ بنے جیسے: لکھنا سے لکھنے والا، لکھنے والی، لکھا ہوا، لکھتا ہوا الفاظ بنتے ہیں لیکن آگے ان سے کوئی لفظ نہیں بنتا۔

اسم مشتق کی قسمیں: (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم حالیہ (۴) اسم حاصل مصدر (۵) اسم معاوضہ

اسم فاعل

وہ اسم مشتق ہے جو کسی فاعل کو ظاہر کرے جیسے: وسیم لکھنے والا۔ مقیم پڑھنے والا۔ ان میں وسیم کو لکھنے والا اور مقیم کو پڑھنے والا کہ کر دونوں کا فاعل ہونا ظاہر کیا ہے اس لیے لکھنے والا اور پڑھنے والا اسم فاعل کہلاتے ہیں۔

اسم فاعل کی قسمیں: (۱) اسم فاعل قیاسی (۲) اسم فاعل سماعی

اسم فاعل قیاسی: وہ اسم ہے جو قاعدے کے مطابق مصدر سے بنایا جائے جیسے: لکھنے والا، پڑھنے والا

اسم فاعل قیاسی بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''الف'' ہٹا کر مذکر کے لیے ''ے والا'' اور مؤنث کے لیے ''ے والی'' لگا دینے سے اسم فاعل بن جاتا ہے جیسے: پڑھنا سے پڑھنے والا اور پڑھنے والی، لکھنا سے لکھنے والا اور لکھنے والی۔

اسم فاعل سماعی بنانے کا طریقہ: اس اسم فاعل کے بنانے کا کوئی خاص طریقہ نہیں بلکہ اہلِ زبان سے مختلف علامتوں کے لگانے سے اسم فاعل بنایا جانا منقول ہے۔ جیسے: ٹھٹھیرا، لکڑہارا، رکھوالا، حلوائی، دھوبی، موچی، جوہری، سنار، پجاری، بھکاری، بھٹیارا، سپیرا، گھسیارا، ڈاکو، جیب کترا، چور، ڈاکیا، کھلاڑی، گویّا۔

فارسی کے اسم فاعل بھی اردو میں مستعمل ہیں مثلاً راہ بر، راہ نما، سرمایہ دار، کتب فروش، خیر خواہ، باغ بان، توپچی، طلب گار، باشندہ، دانش ور، جادوگر، گھڑی ساز، خدمت گار، پرہیزگار۔ عربی کے اسم فاعل اُردو میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں جیسے:

فاعل کے وزن پر آنے والے: خَادِم، حَاکم، عَادِل، رَازِق، خَالِق

مُفَاعِل کے وزن پر آنے والے: مُلازِم، مُحافِظ، مُجاہد، مُسافر، مُناظر

مُفعِل کے وزن پر آنے والے: مَونِس، مُحسِن، مُوجِد، مُشفِق

اسم فاعل اور فاعل میں فرق

۱۔ اسم فاعل بنایا جاتا ہے لیکن فاعل بنایا نہیں جاتا بلکہ اس سے تو صرف فعل واقع ہوتا ہے۔

۲۔ اسم فاعل وہ ہے جو فاعل کو ظاہر کرے جب کہ فاعل کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔

۳۔ اسم فاعل کو فاعل کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں لیکن فاعل کبھی اسم فاعل کی جگہ استعمال نہیں ہو سکتا جیسے: لکھنے والے نے خط لکھا۔ یہاں لکھنے والا اگرچہ اسم فاعل ہے لیکن فاعل بنا ہوا ہے۔

اسم مفعول

وہ اسم مشتق ہے جو کسی کا مفعول ہونا ظاہر کرے جیسے: لکھا ہوا خط، پڑھی ہوئی کتاب، ان جملوں میں لکھا ہوا اور پڑھی ہوئی اسم مفعول ہیں کیوں کہ یہ دونوں خط اور کتاب کا مفعول ہونا ظاہر کر رہے ہیں۔

اسم مفعول کی قسمیں: (۱) اسم مفعول قیاسی (۲) اسم مفعول سماعی

۱۔ **اسم مفعول قیاسی:** وہ اسم مشتق ہے جو قاعدے کے مطابق مصدر سے بنایا جائے۔

اسم مفعول قیاسی بنانے کا طریقہ: جس مصدر سے اسم مفعول بنانا ہو اس کی ماضی مطلق کے آخر میں ''ہوا'' لگا دینے سے اسم مفعول بن جاتا ہے جیسے: لکھنا سے لکھا ہوا اور لکھی ہوئی۔ پڑھنا سے پڑھا ہوا اور پڑھی ہوئی اسم مفعول بن گئے۔

۲۔ **اسم مفعول سماعی:** وہ اسم ہے جو کسی قاعدے سے بنایا تو نہیں جاتا لیکن معنی اسم مفعول کے دیتا ہے۔ مثلاً نکٹا (ناک کٹا ہوا)، کن چھدا (کان میں سوراخ کیا ہوا)، بیاہتا (شادی کی ہوئی)، دکھی (ستایا ہوا)۔

فارسی کے اسم مفعول اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے: اندوختہ (جمع کیا ہوا)، آموختہ (پڑھا ہوا)، آزمودہ (آزمایا ہوا)، شنیدہ (سُنا ہو)۔

عربی کے اسم مفعول اردو میں بھی کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں جیسے:

(i) **مَفْعُول کے وزن پر:** مَظْلُوم۔ مَخْلُوق۔ مَعْبُود۔ مَعْلُوم۔ مَقْتُول

(ii) **مُفْتَعَل کے وزن پر:** مُقْتَدَر۔ مُنْتَشَر۔ مُنْتَخَب۔ مُنْتَظَر

اسم مفعول اور مفعول میں فرق

۱۔ اسم مفعول وہ ہے جو مفعول کو ظاہر کرے اور مفعول اسے کہتے ہیں جس پر کوئی فعل واقع ہوا ہو۔

۲۔ اسم مفعول مصدر وغیرہ سے بنایا جاتا ہے لیکن مفعول بنایا نہیں جاتا۔

۳۔ اسم مفعول کو مفعول کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں لیکن مفعول کبھی اسم مفعول کی جگہ استعمال نہیں ہو سکتا جیسے: میں نے لکھا ہوا پڑھا، بچہ پڑھا ہوا بھول گیا۔ ان جملوں میں لکھا ہوا، پڑھا ہوا دونوں اسم مفعول ہیں جو مفعول کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

اسم حالیہ

وہ اسم مشتق ہے جو کسی فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرے جیسے: نعیم ہنستا ہوا آیا۔ وسیم نے کامران کو پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پہلے جملے میں ''ہنستا ہوا'' فاعل نعیم کی حالت بیان کر رہا ہے۔ دوسرے جملے میں ''پڑھتے ہوئے'' کامران جو کہ مفعول ہے، کی حالت بیان کر رہا ہے لہٰذا ''ہنستا ہوا اور پڑھتے ہوئے'' دونوں اسم حالیہ ہیں۔

اسم حالیہ بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر'' تا ہوا'' لگا دینے سے اسم حالیہ بن جاتا ہے جیسے: لکھنا سے لکھتا ہوا، لکھتی ہوئی، پڑھنا سے پڑھتا ہوا اور پڑھتی ہوئی اسم حالیہ ہیں۔

اسم حاصل مصدر

وہ اسم مشتق ہے جو مصدر تو نہ ہو لیکن معنی اور اثر مصدر کا ظاہر کرے، مثلاً آہٹ (آنا)، لڑائی (لڑنا)، دباؤ (دبانا)۔ چناں چہ آہٹ، لڑائی، دباؤ حاصل مصدر ہیں۔

حاصل مصدر بنانے کے طریقے:

۱۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''الف'' ہٹا کر جو باقی رہے وہ حاصل مصدر بن جاتا ہے جیسے: جلنا سے جلن، چلنا سے چلن، دکھنا سے دکھن، لگنا سے لگن، چبھنا سے چبھن۔

۲۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر باقی جو رہے وہ حاصل مصدر بن جاتا ہے جیسے: دوڑنا سے دوڑ، چاہنا سے چاہ، بھاگنا سے بھاگ، دکھنا سے دکھ حاصل مصدر ہیں۔

۳۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ؤ'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے جیسے: دبانا سے دباؤ، جھکانا سے جھکاؤ۔ بہانا سے بہاؤ۔ لگانا سے لگاؤ۔

۴۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''وٹ'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے جیسے: ملانا سے ملاوٹ، گرانا سے گراوٹ، بنانا سے بناوٹ، سجانا سے سجاوٹ۔

۵۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ہٹ'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے جیسے: گھبرانا سے گھبراہٹ، مسکرانا سے مسکراہٹ، آنا سے آہٹ۔

۶۔ بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ائی'' لگا دینے سے حاصل مصدر بن جاتا ہے جیسے: لڑنا سے لڑائی، رنگنا سے رنگائی، پڑھنا سے پڑھائی، لکھنا سے لکھائی، پٹنا سے پٹائی۔

۷۔ لڑکپن، بچپن، اپنائیت، چاہت، چال یہ سب بھی حاصل مصدر ہیں۔

۸۔ فارسی کے حاصل مصدر اردو میں بھی حاصل مصدر ہی شمار ہوں گے جیسے: گفت گو، جستجو، آمد ورفت، آزمائش، پیمائش وغیرہ

۹۔ عربی کے حاصل مصدر اردو میں بھی حاصل مصدر کے طور پر ہی استعمال ہوں گے جیسے: شرافت، جہالت، حماقت، علم، عمل وغیرہ

اسم معاوضہ

وہ اسم مشتق ہے جو کسی کام یا کسی خدمت کی اجرت اور بدلے کے معنی دے مثلاً پسوائی۔ دھلائی۔

اسم معاوضہ بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر 'ائی'' لگا دینے سے اسم معاوضہ بن جاتا ہے جیسے: رنگوانا سے رنگوائی، لگوانا سے لگوائی، دھلانا سے دھلائی، اٹھوانا سے اٹھوائی، پسوانا سے پسوائی وغیرہ

اسمِ صفت

وہ اسم ہے جس سے کسی کی اچھی یا بری حالت ظاہر کی جائے مثلاً نیک لڑکا، اونچی دیوار، ان میں نیک اور اونچی اسم صفت ہیں جس کی اچھی یا بری حالت ظاہر کی اسے اسم موصوف کہتے ہیں جیسے: اوپر کی مثالوں میں لڑکا اور دیوار اسم موصوف ہیں۔

اسم صفت کی قسمیں: (۱) صفت اصلی (۲) صفت نسبتی

۱۔ **صفت اصلی:** وہ اسم ہے جو زبان میں شروع سے کسی کی اچھائی یا برائی بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جائے جیسے: اچھا۔ برا۔ نیک۔ بد۔ تیز۔ سست۔

صفت اصلی کے تین درجے: (۱) صفت نفسی (۲) صفت بعض (۳) صفت کُل

صفت نفسی: وہ اسمِ صفت ہے جس سے کسی کی حالت کسی دوسرے اسم سے بغیر مقابلہ کے ظاہر کی جائے جیسے: اچھا، برا، اونچا، نیچا وغیرہ

صفت بعض: وہ اسمِ صفت جس سے کسی ایک کو دوسرے سے بڑھایا جائے مثلاً اس سے اونچا، نیک تر۔

صفتِ کُل: وہ اسمِ صفت ہے جس سے ایک کو دوسرے سب سے بڑھایا جائے جیسے سب سے اونچا، بلند ترین، نیک ترین۔

۲۔ **صفت نسبتی:** وہ اسمِ صفت ہے جو صفت تو نہ ہو لیکن محض تعلق کی وجہ سے صفت کے معنی ظاہر کرے جیسے: لاہوری نمک، عربی آدمی۔ ان دونوں میں لاہوری کا لفظ لاہور سے اور عربی کا لفظ عرب سے تعلق ظاہر کرنے کی وجہ سے صفت نسبتی کہلاتے ہیں۔

صفت نسبتی بنانے کا طریقہ:

۱۔ بعض اسموں کے آخر میں ''ی'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے جیسے: لاہور سے لاہوری، ملتان سے ملتانی، قصور سے قصوری۔

۲۔ اگر کسی اسم کے آخر میں ''الف۔ ہ۔ ی'' ہوں تو الف، ہ اور ی کو ''و'' سے تبدیل کر کے ''ی'' نسبتی لگائی جائے گی جیسے: بھیرہ سے بھیروی، ڈسکہ سے ڈسکوی، گولڑہ سے گولڑوی صفت نسبتی بنائی جائے گی۔

۳۔ بعض اسموں کے آخر میں ''انہ'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے جیسے: شاگرد سے شاگردانہ، استاد سے استادانہ، عالم سے عالمانہ۔

۴۔ بعض اسموں کے آخر میں ''انی'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے جیسے: نور سے نورانی، روح سے روحانی۔

۵۔ بعض اسموں کے آخر میں ''ین'' لگا دینے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے جیسے: رنگ سے رنگین، سنگ (پتھر) سے سنگین، نمک سے نمکین۔

۶۔ مکہ اور مدینہ کی صفت نسبتی خلافِ قیاس مکہ سے مکی اور مدینہ سے مدنی استعمال کی جاتی ہے۔

۷۔ یہ الفاظ بھی صفت نسبتی ہیں: مٹیالا، جیالا، شرمیلا، رنگیلا، زہریلا وغیرہ

صفت مُشَبَّہ

ایسا اسمِ صفت جو موصوف کی ذات اور حقیقت سے تعلق رکھے جیسے: شریف، بخیل، رذیل، سرخ، سیاہ، یہ صفت موصوف کی ذات میں مستقل رہتی ہے اسے صفت ذاتی بھی کہتے ہیں۔

واحد اور جمع

واحد: وہ اسم ہے جو ایک چیز کے لیے بولا جائے۔ مثلاً لڑکا، بچہ۔
جمع: وہ اسم ہے جو ایک سے زیادہ چیزوں کے لیے بولا جائے۔ مثلاً لڑکے، بچے۔

اُردو میں جمع بنانے کے طریقے:

۱۔ بعض اسموں کے آخر میں ''ے'' لگا دینے سے جمع بن جاتی ہے جیسے: لڑکا سے لڑکے، گدھا سے گدھے۔
۲۔ بعض اسموں کے آخر میں ''یں'' لگا دینے سے جمع بن جاتی ہے جیسے: بھینس سے بھینسیں، بھیڑ سے بھیڑیں، میز سے میزیں۔
۳۔ بعض اسموں کے آخر میں ''اں'' لگا دینے سے جمع بن جاتی ہے جیسے: کرسی سے کرسیاں، لڑکی سے لڑکیاں، بکری سے بکریاں۔
۴۔ کنواں کی جمع کنوئیں اور کنوؤں۔ گاؤں کی جمع گاوؤں۔ دھواں کی جمع دھوؤں اور دھوئیں استعمال ہوتی ہیں۔

عربی جمع:

اردو زبان میں عربی الفاظ اور ان کی عربی جمع کثرت سے استعمال ہوتی ہیں۔ عربی میں جمع کے لیے وزن مقرر ہیں، جو اسم اُس وزن پر آئے گا وہ جمع بن جائے گا چناں چہ چند اوزان درج ذیل ہیں:

وزن۔ اَفْعَال

واحد	معنی	جمع
فعل	کرنا	اَفعال
حکم	حکم	اَحکام
موج	لہر	اَمواج
شغل	دھندا	اَشغال
صاحب	والا۔ مالک	اَصحاب
حال	حالت	اَحوال
حجر	پتھر	اَحجار

واحد	معنی	جمع
نور	روشنی	اَنوار
لطف	مہربانی کرنا	اَلطاف
ذکر	یاد کرنا	اَذکار
عضو	بدن کا حصہ	اَعضا
الم	دکھ	آلام
شجر	درخت	اَشجار
صوت	آواز	اَصوات

واحد	معنی	جمع
عمل	کام کرنا	اَعمال
جنس	اناج۔ قسم	اَجناس
موت	مرنا	اَموات
خلق	عادت	اَخلاق
نوع	قسم	اَنواع
لفظ	لفظ	اَلفاظ

وزن۔ فُعَلَا

واحد	معنی	جمع
جاہل	جاہل	جُہلا
بخیل	کنجوس	بُخلا
صالح	نیک	صُلحا
خطیب	لیکچر دینے والا	خُطبا
فقیر	غریب	فُقرا

واحد	معنی	جمع
وکیل	وکالت کرنے والا	وُکلا
فاضل	بزرگی والا	فُضَلا
شریک	ساتھی	شُرکا
امیر	امیر	اُمَرا
عاقل	عقل مند	عُقلا

واحد	معنی	جمع
عالم	علم والا	عُلَما
شہید	اللہ کے لیے مرنے والا	شُہَدا
وزیر	وزیر	وُزَرا
وارث	مالک	وُرثا

وزن۔ فُعُوْل

واحد	معنی	جمع
نقل	کسی کی کاپی کرنا	نُقُول
نجم	ستارہ	نُجُوم
قلب	دل	قُلُوب
ملک	بادشاہ	مُلُوک
حد	مقررہ چیز	حُدُود
امر	معاملہ	اُمُور

واحد	معنی	جمع
عیب	برائی	عُیُوب
نقش	نشان	نُقُوش
وحشی	جنگلی جانور	وُحُوش
سجدہ	سجدہ	سُجُود
علم	جاننا	عُلُوم
شر	برائی	شُرُور

واحد	معنی	جمع
طائر	پرندہ	طُیُور
فیض	فائدہ	فُیُوض
نفس	سانس۔جان	نُفُوس
شک	شبہ کرنا	شُکُوک
فن	ہنر	فُنُون

وزن۔ مَفَاعِل، اَفَاعِل

واحد	معنی	جمع
مسجد	مسجد	مَساجِد
اوّل	شروع	اوَائل
اکبر	بڑا	اَکابِر
ملک	سلطنت	مَمالِک
مقصد	مطلب	مقاصد

واحد	معنی	جمع
عسکر	فوج	عَسَاکر
مدرسہ	مدرسہ	مَدارِس
قاعدہ	اصول	قَواعِد
مسئلہ	معاملہ۔سوال	مَسَائِل
حاجت	ضرورت	حَوائج

واحد	معنی	جمع
مکتب	پڑھنے کی جگہ	مَکَاتِب
کیفیت	حالت	کوائف
اصغر	چھوٹا	اَصَاغِر
منصب	عہدہ	مَناصِب
دلیل	ثبوت	دلائل

وزن ۔ مَفَاعِیل ۔ اَفَاعِیل

واحد	معنی	جمع
مکتوب	خط ۔ لکھا ہوا	مکاتیب
تصنیف	کتاب لکھنا	تصانیف
تکلیف	دکھ	تکالیف
مضمون	لکھی ہوئی بات	مضامین
تفسیر	تشریح کرنا	تفاسیر

واحد	معنی	جمع
تاریخ	گزشتہ واقعات	تَوارِیخ
مشہور	مشہور	مشاہیر
قانون	قانون	قَوانین
تقریر	لیکچر دینا	تقاریر
تجویز	رائے	تجَاوِیز

واحد	معنی	جمع
معروف	مشہور	مَعارِیف
تفصیل	وضاحت کرنا	تفاصیل
تصویر	صورت	تَصاوِیر
خاتون	عورت	خَواتین
اسلوب	طریقہ	اَسالیب

وزن ۔ فُعَّال

واحد	معنی	جمع
عاشق	محبت کرنے والا	عُشّاق
زاہد	پرہیزگار	زُہّاد
جاہل	جاہل	جُہّال
فاسق	گناہ گار	فُسّاق
عامل	کام کرنے والا	عمّال

واحد	معنی	جمع
خادم	خدمت کرنے والا	خُدّام
کافر	خدا کا منکر	کُفّار
حاج	حج کرنے والا	حُجّاج
حافظ	حفظ کرنے والا	حُفّاظ

واحد	معنی	جمع
تاجر	کاروبار کرنے والا	تُجّار
ساکن	رہنے والا	سُکّان
حاکم	افسر	حُکّام
فاجر	بدکار	فُجّار

وزن ۔ اَفْعِلا

واحد	معنی	جمع
ولی	اللہ کا پیارا	اَولیا
سخی	سخاوت کرنے والا	اَسخیا

واحد	معنی	جمع
غنی	مال دار	اَغنِیا
تقی	پرہیزگار	اَتقِیا

واحد	معنی	جمع
قریب	رشتے دار	اَقرِبا
نبی	پیغمبر	انبیا

وزن ۔ فِعَال

واحد	معنی	جمع
ثقہ	بھروسے کا آدمی	ثِقات
کبیر	بڑا	کِبار
عظیم	بڑا	عِظَام

واحد	معنی	جمع
صوم	روزہ	صِیَام
صفت	خوبی	صِفات
جبل	پہاڑ	جِبَال

واحد	معنی	جمع
نکتہ	عمدہ اور باریک بات	نِکات
بلد	شہر ۔ ملک	بِلاد

وزن۔ اَفْعِلَہْ

واحد	معنی	جمع
مثال	مثال	اَمْثِلَہ
زمان	زمانہ	اَزْمِنَہ

واحد	معنی	جمع
دوا	دارو	اَدوِیَہ

واحد	معنی	جمع
جواب	جواب	اَجْوِبَہ

جمع الجمع

وہ اسم ہے جس کو جمع کے بعد پھر دوبارہ جمع بنا کر استعمال کیا جائے وہ یہ ہیں:

واحد	معنی	جمع	جمع الجمع	واحد	معنی	جمع	جمع الجمع
دوا	دوا	ادویہ	ادویات	رسم	طریقہ۔رواج	رسوم	رسومات
جوہر	موتی	جواہر	جواہرات	خبر	خبر	اخبار	اخبارات
رقم	رقم	رقوم	رقومات	فیض	نفع	فیوض	فیوضات
وجہ	سبب	وجوہ	وجوہات				

تثنیّہ

تثنیہ: تمام زبانوں میں اسم واحد ہوگا جو ایک چیز کے لیے بولا جاتا ہے یا جمع ہوگا جو ایک سے زیادہ چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ عربی زبان بالکل منفرد خوبی رکھتی ہے کہ اس میں واحد اور جمع کے درمیان ایک اور صیغہ رکھا ہے جسے تثنیہ کہتے ہیں جو دو چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ چناں چہ اردو میں ایک سے زائد چیزوں کے لیے جمع کا استعمال ہوتا ہے' لیکن عربی زبان مین دو سے زائد چیزوں پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے۔

تثنیہ بنانے کا طریقہ عربی میں یہ ہے کہ واحد کے آخر میں ''ین'' لگا دیتے ہیں اور اس سے پہلے حرف پر زبر پڑھا جاتا ہے جیسے:

واحد	تثنیہ	معنی	واحد	تثنیہ	معنی	واحد	تثنیہ	معنی
والد	والدَین	ماں باپ دونوں	نقطہ	نقطتین	دو نقطے	جانب	جانبین	دوطرفیں
خط	خطَین	دوخط	زاویہ	زاویتین	دوزاویے	دار	دارَین	دوجہان
سبیل	سبیلین	دوراستے						

اسم الجمع

اسم الجمع: وہ اسم ہے جو خود واحد ہوتا ہے لیکن معنی جمع کے دیتا ہے جیسے: لشکر۔ فوج۔ جماعت۔ گروہ۔ ڈار۔ گلہ۔ ریوڑ۔ پارٹی۔ محفل۔ مجمع۔ بھیڑ وغیرہ

تذکیر وتانیث

مذکر: وہ اسم ہے جو کسی نر کے لیے بولا جائے جیسے: بیٹا۔ ماموں۔ شیر۔ مومن۔

مؤنث: وہ اسم ہے جو کسی مادہ کے لیے بولا جائے جیسے: بیٹی۔ ممانی۔ شیرنی۔ مومنہ۔

اردو زبان میں ہر جان دار اسم مذکر کے مقابل اہم مؤنث ابتدا ہی سے رائج ہیں۔ بے جان اسموں کے مذکر و مؤنث استعمال کرنے کے لیے کچھ قاعدوں کی اور کچھ اہلِ زبان کے روزمرہ کی پیروی ضروری ہے۔ جان دار اسموں کے مذکر سے مؤنث بنانے کے کچھ قاعدے حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ ایسے اسم جن کے مذکر کے مؤنث مستعمل ہیں۔

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
ماموں	ممانی	باپ	ماں	بہنوئی	بہن	سسر	ساس
شوہر	بیوی	بوڑھا	بڑھیا	نانا	نانی	رنڈوا	بیوہ
شہزادہ	شہزادی	میاں	بیوی	بادشاہ	ملکہ	دادا	دادی
خاوند	بیوی	داماد	بہو	ابا	اماں		

۲۔ جن جان دار مذکر اسموں کے آخر میں "الف" اور "ہ" ہو اسے "ی" سے تبدیل کر کے مؤنث بنا لیتے ہیں جیسے:

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
لڑکا	لڑکی	کنوارا	کنواری	نواسا	نواسی	بیٹا	بیٹی
بھتیجا	بھتیجی	جولاہا	جولاہی	پوتا	پوتی	پھوپھا	پھوپھی
بندہ	بندی	چچا	چچی	نانا	نانی	تایا	تائی
صاحبزادہ	صاحبزادی						

۳۔ بعض جان دار مذکر اسموں کے آخر میں "ن۔ انی۔ ی" لگا دینے سے مؤنث بنا لیتے ہیں جیسے:

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
گھسیارا	گھسیارن	مہتر	مہترانی	کمھار	کمھارن	دلھا	دلھن
دیور	دیورانی	سنار	سناری	فرنگی	فرنگن	مُلّا	ملانی
چمار	چماری	جیٹھ	جیٹھانی	گوجر	گوجری		

۴۔ عربی جان دار اسم مذکر کو مؤنث بنانے کے لیے اس کے آخر میں "ہ" لگا دینے سے مؤنث بنا لیتے ہیں جیسے:

ملازم سے ملازمہ۔ ملزم سے ملزمہ۔ معلم سے معلّمہ۔ طالب سے طالبہ۔ خادم سے خادمہ۔ محبوب سے محبوبہ وغیرہ

۵۔ یہ بے جان اسما مذکر بولے جائیں گے جیسے: تار۔ مزاج۔ لالچ۔ قلم۔ انتظار۔ مرہم۔ درد۔ دہی۔ ٹکٹ۔ پرہیز۔ جھاگ۔ جی۔ ہوش۔ قبض۔ مرض۔ عیش۔ اخبار۔ کلام۔ فوٹو۔ گوند۔ میل اور ماضی وغیرہ

۶۔ بعض جان دار اسم جو نر اور مادہ دونوں صورتوں میں مذکر بولے جاتے ہیں جیسے:

کوا۔ جگنو۔ گدھ۔ نیلا۔ مگر مچھ۔ طوطا۔ باز۔ کھٹمل۔ مچھر۔ گرگٹ۔ خرگوش۔ بگلا۔ اژدھا۔ ممولا۔ بھیڑیا۔ چیتا اور اُلّو وغیرہ

۷۔ بعض جان دار اسم جو نر اور مادہ، دونوں حالتوں میں مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے:

مچھلی۔ چیل۔ چکور۔ چھپکلی۔ چمگادڑ۔ فاختہ۔ قمری۔ مینا۔ گلہری۔ کوئل اور تتلی وغیرہ

۸۔ وہ بے جان اسم جو مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے: جھاڑو۔ سوچ۔ چھاچھ۔ سائیکل۔ تپ (بخار)۔ وعظ۔ بسم اللہ۔ پیاز۔ ترازو۔ پتنگ۔ بہشت۔ نرگس۔ محراب۔ بکواس۔ جھنکار۔ ڈکار۔ ناک۔ دوا۔ میز۔ کیچڑ اور گھاس وغیرہ

۹۔ بعض اسم جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے بولے جاتے ہیں انھیں مشترک کہا جاتا ہے جیسے:

وزیر۔ مسافر۔ دوست۔ دشمن۔ چور۔ یتیم۔ ممبر۔ مہمان۔ میزبان۔

۱۰۔ بعض اسم مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولے جاتے ہیں اور صحیح ہیں جیسے: نشوونما۔ فکر۔ مالا۔ آغوش۔ طرز۔ سانس۔ املا۔ بلبل۔

۱۱۔ بعض اسم ایسے ہیں جو ایک معنی میں مذکر اور ایک معنی میں مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے:

الفاظ	معانی	جنس
تکرار	دہرانا	مؤنث
تکرار	جھگڑا	مذکر
لگن	بڑا برتن	مذکر
لگن	خواہش	مؤنث
کل	آنے والا دن	مذکر
کل	گزرا ہوا دن	مذکر
عرض	درخواست	مؤنث
عرض	چوڑائی	مذکر

الفاظ	معانی	جنس
آب	پانی	مذکر
آب	چمک۔ آبرو	مؤنث
تال	تالاب	مذکر
تال	سُر	مؤنث
کان	بدن کا حصہ	مذکر
کان	دھات نکلنے کی جگہ	مؤنث
گلستان	باغ	مذکر
گلستان	شیخ سعدیؒ کی کتاب	مؤنث

فعل

فعل: وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا کسی زمانے میں معلوم ہو جیسے: نعیم آیا۔ طاہر نے کتاب پڑھی۔

فعل کا تعلق زمانے کے ساتھ ہوتا ہے اور زمانے تین ہیں۔

۱۔ **زمانہ ماضی:** جو گزر چکا ہے اسے زمانہ ماضی کہتے ہیں۔

۲۔ **زمانہ حال:** وہ زمانہ جو موجود ہے اسے حال کہتے ہیں۔

۳۔ **زمانہ مستقبل:** آئندہ زمانہ کو زمانہ مستقبل کہتے ہیں۔

فعل کی قسمیں

(۱) فعل ماضی (۲) فعل حال (۳) فعل مستقبل (۴) فعل مضارع (۵) فعل امر (۶) فعل نہی

(۷) فعل لازم (۸) فعل متعدی (۹) فعل معروف (۱۰) فعل مجہول (۱۱) فعل تام (۱۲) فعل ناقص

یہ یادرہے کہ فعل کے لیے فاعل کی بھی مختلف حالتیں ہوتی ہیں مثلاً غائب۔ حاضر۔ متکلم اور پھر واحد ہوگا یا جمع ہوگا چناں چہ فعل کی چھے صورتیں اور درجے ہوجائیں گے جیسے:

(۱) واحد غائب (۲) جمع غائب (۳) واحد حاضر (۴) جمع حاضر (۵) واحد متکلم (۶) جمع متکلم

ان درجوں کو صیغے کہتے ہیں کسی فعل کو ان صیغوں میں تبدیل کرنا گردان کہلاتا ہے۔

فعل ماضی

وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو جیسے: ندیم گیا۔ فریدہ خط لکھتی تھی۔

فعل ماضی کی قسمیں: (۱) ماضی مطلق (۲) ماضی قریب (۳) ماضی بعید (۴) ماضی شکیہ (۵) ماضی تمنائی (۶) ماضی استمراری

(۱) ماضی مطلق: وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا صرف گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ گزرا ہوا زمانہ نزدیک کا ہے یا دور کا۔ مثلاً وہ آیا۔ تم گئے۔

ماضی مطلق بنانے کے طریقے: (i) بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''الف'' لگا دینے سے ماضی مطلق بن جاتی ہے جیسے:

لکھنا سے لکھا۔ پڑھنا سے پڑھا۔ دوڑنا سے دوڑا۔ لکھا، پڑھا اور دوڑا ماضی مطلق ہے۔

(ii) بعض مصدروں کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''یا'' لگا دینے سے ماضی مطلق بن جاتی ہے جیسے:

کھانا سے کھایا۔ رونا سے رویا۔ آنا سے آیا۔ کھایا، رویا اور آیا ماضی مطلق ہے۔

(iii) جانا اور کرنا مصدر کی ماضی مطلق ان کے خلاف آتی ہے جانا سے ''گیا'' ماضی مطلق ہے اور کرنا سے ''کیا'' ماضی مطلق ہے۔

''لکھنا'' مصدر سے ماضی مطلق کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	اس نے لکھا	انھوں نے لکھا	تُو نے لکھا	تم نے لکھا	میں نے لکھا	ہم نے لکھا
مؤنث	اس نے لکھا	انھوں نے لکھا	تُو نے لکھا	تم نے لکھا	میں نے لکھا	ہم نے لکھا

(۲) ماضی قریب: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا نزدیک کے گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو جیسے: ندیم آیا ہے۔ فرح گئی ہے۔

ماضی قریب بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق کے آخر میں ''ہے'' لگا دینے سے ماضی قریب بن جاتی ہے۔

''آنا'' مصدر سے ماضی قریب کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ آیا ہے	وہ آئے ہیں	تُو آیا ہے	تم آئے ہو	میں آیا ہوں	ہم آئے ہیں
مؤنث	وہ آئی ہے	وہ آئی ہیں	تُو آئی ہے	تم آئی ہو	میں آئی ہوں	ہم آئی ہیں

(۳) ماضی بعید: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا دیر کے گزرے ہوئے زمانے میں معلوم ہو جیسے: مقیم نے لکھا تھا۔

ماضی بعید بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق کے آخر میں ''تھا'' لگا دینے سے ماضی بعید بن جاتی ہے۔

''جانا'' مصدر سے ماضی بعید کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ گیا تھا	وہ گئے تھے	تُو گیا تھا	تم گئے تھے	میں گیا تھا	ہم گئے تھے
مؤنث	وہ گئی تھی	وہ گئی تھیں	تُو گئی تھی	تم گئی تھیں	میں گئی تھی	ہم گئی تھیں

(۴) ماضی شکیہ: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے کرنے یا ہونے کا گزرے ہوئے زمانے میں شک معلوم ہو۔ جیسے: اس نے خط لکھا ہوگا۔

ماضی شکیہ بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق کے آخر میں ''ہوگا'' لگا دینے سے ماضی شکیہ بن جاتی ہے۔

''لکھنا'' مصدر سے ماضی شکیہ کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	اس نے لکھا ہوگا	انھوں نے لکھا ہوگا	تُو نے لکھا ہوگا	تم نے لکھا ہوگا	میں نے لکھا ہوگا	ہم نے لکھا ہوگا
مؤنث	اس نے لکھا ہوگا	انھوں نے لکھا ہوگا	تُو نے لکھا ہوگا	تم نے لکھا ہوگا	میں نے لکھا ہوگا	ہم نے لکھا ہوگا

(۵) ماضی تمنائی: وہ فعل ہے جس سے گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کی آرزو، تمنا یا شرط معلوم ہو جیسے: کاش! وہ محنت کرتا۔ اگر وہ آتا۔

ماضی تمنائی یا شرطیہ بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر میں ''نا'' ہٹا کر ''تا'' لگا دیتے ہیں اور شروع میں ''کاش یا اگر'' لگا دیتے ہیں۔ اس طرح ماضی تمنائی یا شرطیہ بن جاتی ہے۔

''پڑھنا'' مصدر سے ماضی تمنائی کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	کاش! وہ پڑھتا	کاش! وہ پڑھتے	کاش! تُو پڑھتا	کاش! تم پڑھتے	کاش! میں پڑھتا	کاش! ہم پڑھتے
مؤنث	کاش! وہ پڑھتی	کاش! وہ پڑھتیں	کاش! تُو پڑھتی	کاش! تم پڑھتیں	کاش! میں پڑھتی	کاش! ہم پڑھتیں

''پڑھنا'' مصدر سے ماضی شرطیہ کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	اگر وہ پڑھتا	اگر وہ پڑھتے	اگر تُو پڑھتا	اگر تم پڑھتے	اگر میں پڑھتا	اگر ہم پڑھتے
مؤنث	اگر وہ پڑھتی	اگر وہ پڑھتیں	اگر تُو پڑھتی	اگر تم پڑھتیں	اگر میں پڑھتی	اگر ہم پڑھتیں

(٦) ماضی استمراری: وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا گزرے ہوئے زمانے میں لگاتار اور مسلسل معلوم ہو جیسے: وہ لکھتا تھا۔

ماضی استمراری بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''تا تھا'' یا ''رہا تھا'' لگا دینے سے ماضی استمراری بن جاتی ہے۔

''دوڑنا'' مصدر سے ماضی استمراری کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ دوڑتا تھا یا وہ دوڑ رہا تھا	وہ دوڑتے تھے یا وہ دوڑ رہے تھے	تُو دوڑتا تھا یا تُو دوڑ رہا تھا	تم دوڑتے تھے یا تم دوڑ رہے تھے	میں دوڑتا تھا یا میں دوڑ رہا تھا	ہم دوڑتے تھے یا ہم دوڑ رہے تھے
مؤنث	وہ دوڑتی تھی یا وہ دوڑ رہی تھی	وہ دوڑتی تھیں یا وہ دوڑ رہی تھیں	تُو دوڑتی تھی یا تُو دوڑ رہی تھی	تم دوڑتی تھیں یا تم دوڑ رہی تھیں	میں دوڑتی تھی یا میں دوڑ رہی تھی	ہم دوڑتی تھیں یا ہم دوڑ رہی تھیں

فعل حال

وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا موجودہ زمانے میں معلوم ہو جیسے: فوزیہ کتاب پڑھتی ہے۔ فریدہ مضمون لکھ رہی ہے۔

فعل حال بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''تا ہے'' لگا دینے سے فعل حال اور ''رہا ہے'' لگا دینے سے فعل حال جاری بن جاتا ہے۔

''کھیلنا'' مصدر سے فعل حال اور فعل حال جاری کی گردان

جنس	زمانہ	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	فعل حال	وہ کھیلتا ہے	وہ کھیلتے ہیں	تُو کھیلتا ہے	تم کھیلتے ہو	میں کھیلتا ہوں	ہم کھیلتے ہیں
	فعل حال جاری	وہ کھیل رہا ہے	وہ کھیل رہے ہیں	تُو کھیل رہا ہے	تم کھیل رہے ہو	میں کھیل رہا ہوں	ہم کھیل رہے ہیں
مؤنث	فعل حال	وہ کھیلتی ہے	وہ کھیلتی ہیں	تُو کھیلتی ہے	تم کھیلتی ہو	میں کھیلتی ہوں	ہم کھیلتی ہیں
	فعل حال جاری	وہ کھیل رہی ہے	وہ کھیل رہی ہیں	تُو کھیل رہی ہے	تم کھیل رہی ہو	میں کھیل رہی ہوں	ہم کھیل رہی ہیں

فعل مستقبل

وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا آئندہ زمانے میں معلوم ہو جیسے: رضوان ملتان جائے گا۔

فعل مستقبل بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ے گا'' لگا دینے سے فعل مستقبل بن جاتا ہے۔

''لکھنا'' مصدر سے فعل مستقبل کی گردان

جنس	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لکھے گا	وہ لکھیں گے	تُو لکھے گا	تم لکھو گے	میں لکھوں گا	ہم لکھیں گے
مؤنث	وہ لکھے گی	وہ لکھیں گی	تُو لکھے گی	تم لکھو گی	میں لکھوں گی	ہم لکھیں گی

فعل مضارع

وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا موجودہ اور آئندہ زمانے میں معلوم ہو جیسے: عدنان آئے۔ ''آئے''، فعل مضارع ہے۔

فعل مضارع بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر ''ئے'' لگا دینے سے فعل مضارع بن جاتا ہے۔

''کھانا'' مصدر سے فعل مضارع کی گردان

غائب		حاضر		متکلم	
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ کھائے	وہ کھائیں	تو کھائے	تم کھاؤ	میں کھاؤں	ہم کھائیں

فعل امر

وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے کرنے یا ہونے کا حکم معلوم ہو جیسے: تو آ۔ تم کھاؤ۔

فعل امر بنانے کا طریقہ: مصدر کے آخر سے ''نا'' ہٹا کر جو باقی بچے فعل امر واحد حاضر کا صیغہ ہوگا۔ فعل امر کے حقیقت میں دو صیغے واحد حاضر اور جمع حاضر ہوتے ہیں کیوں کہ حکم حاضر اور موجود کو دیا جاتا ہے چناں چہ باقی صیغے فعل مضارع کے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ گردان سے ظاہر ہے۔

''آنا'' مصدر سے فعل مضارع کی گردان

غائب		حاضر		متکلم	
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ آئے	وہ آئیں	تو آ	تم آؤ	میں آؤں	ہم آئیں

فعل نہی

وہ فعل ہے جس سے کسی کام کے نہ کرنے یا نہ ہونے کا حکم معلوم ہو جیسے: تو نہ جا۔ تم مت آؤ۔

فعل نہی بنانے کا طریقہ: فعل امر کے شروع میں ''نہ'' یا ''مت'' لگا دینے سے فعل نہی بن جاتا ہے۔ اس کی حالت بھی فعل امر کی طرح ہے۔

''لکھنا'' مصدر سے فعل نہی کی گردان

غائب		حاضر		متکلم	
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ نہ لکھے	وہ نہ لکھیں	تو مت لکھ	تم مت لکھو	میں نہ لکھوں	ہم نہ لکھیں

فعل لازم

وہ فعل ہے جو صرف فاعل کو چاہے جیسے: ندیم ہنسا۔ گھوڑا دوڑا۔ ان دونوں جملوں میں ''ہنسا'' اور ''دوڑا'' دونوں فعل لازم ہیں کیوں کہ ندیم اور گھوڑا دونوں فاعل ہیں جن کے ذکر کر دینے کے بعد فعلوں کے معانی پورے ہو گئے۔ آیا۔ گیا۔ دوڑا۔ چلا۔ ہنسا۔ رویا۔ بھاگا وغیرہ سب فعل لازم ہیں۔

فعل متعدی

وہ فعل ہے جو فاعل کے ساتھ مفعول بھی چاہے جیسے: استاد نے سبق پڑھایا۔ اس جملے میں ''پڑھایا'' فعل متعدی ہے۔ استاد فاعل ہے جس کے ذکر کرنے کے بعد سبق جو مفعول ہے کے ذکر کیے بغیر فعل کے معنی مکمل نہیں ہوتے۔ چناں چہ لکھا۔ پڑھا۔ کھایا۔ پیا۔ بیٹھا۔ دیکھا وغیرہ سب فعل متعدی ہیں۔

فعل معروف

وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم ہو جیسے طاہرہ آئی۔ اس جملے میں ''آئی'' فعل معروف ہے کیوں کہ اس کا فاعل ''طاہرہ'' معلوم ہے۔

فعل مجہول

وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم نہ ہو جیسے: ''خط لکھا گیا'' اس جملے میں ''لکھا گیا'' فعل مجہول ہے۔ کیوں کہ اس کا فاعل معلوم نہیں ہے۔ فعل مجہول جس اسم پر واقع ہوتا ہے اسے نائب فاعل یا مفعول مالم یسمَّ فاعلہٗ کہتے ہیں۔ فعل مجہول ہمیشہ فعل متعدی سے بنتے ہیں۔ فعل لازم سے مجہول نہیں بنتا۔

فعل مجہول بنانے کا طریقہ: جس مصدر سے فعل مجہول بنانا ہو پہلے اس مصدر کو مصدر مجہول بنالیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس مصدر کی ماضی مطلق کے آخر میں ''جانا'' لگا کر پہلے مصدر مجہول بنایا جائے اس کے بعد مذکورہ بالا طریقوں سے تمام قسم کے فعل مجہول بن جائیں گے جیسے: لکھنا مصدر سے فعل مجہول بنانے کے لیے اس مصدر کو مجہول بنایا ''لکھا جانا'' جس سے مثلاً ''لکھا گیا'' ماضی مطلق مجہول بن گئی اسی طرح دوسرے افعال بھی مجہول بن جاتے ہیں۔

فعل تام

وہ فعل ہے جو اگر فعل لازم ہے تو فاعل کا ذکر کر دینے کے بعد اس کے معنی مکمل ہو جائیں جیسے: سعید آیا۔ یہاں آیا ''فعل تام'' ہے۔ سعید ''فاعل'' کے

ذکر کر دینے کے بعد اس کے معنی پورے ہوگئے اور اگر فعل متعدی ہے تو فاعل اور مفعول دونوں کا ذکر کر دینے کے بعد اس کے معنی مکمل ہو جائیں جیسے: اسلم نے خط لکھا۔ اس جملے میں لکھا ''فعل تام'' ہے کیوں کہ اسلم ''فاعل'' اور خط ''مفعول'' کے بعد معنی مکمل ہو گئے۔ یہ فعل تام کہلاتے ہیں۔

فعل ناقص

وہ فعل ہے جس کے ساتھ ایک اسم ذات کا ذکر کرنے کے بعد جب تک دوسرے اسم صفت کا ذکر نہ کیا جائے اس کے معنی مکمل نہ ہوں جیسے: ندیم نیک ہے۔ ''ہے'' فعل ناقص ہے ندیم کے اسم کا ذکر کرنے کے بعد جب تک ''نیک'' اسم صفت کا ذکر نہیں کیا گیا اس کے معنی مکمل نہیں ہوئے۔ فعل ناقص یہ ہیں: ہے۔ ہیں۔ ہوا۔ ہوئے۔ ہوگا۔ ہوگی۔ ہوگئیں۔ تھا۔ تھیں۔ رہا۔ بنا۔ نکلا۔ سہی وغیرہ

حُروف

حرف: ایسا کلمہ جو اکیلا تو کوئی واضح معنی نہیں رکھتا لیکن جملے میں الفاظ کے باہمی ربط وغیرہ کے کام آتا ہے۔ جیسے نمازی مسجد میں ہے۔ اس جملے میں لفظوں کا تعلق ''میں'' کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہو تو جملہ بے جوڑ ہو جائے اور ''میں'' حرف ہے۔

حرف کی قسمیں:

حرفِ جار: وہ حرف ہے جو فعل کا تعلق فاعل کے ساتھ اور اسم کا خبر کے ساتھ ربط پیدا کرے۔ اسے ''حرفِ جار یا جَرّ'' کہتے ہیں۔ جس اسم کے ساتھ وہ آتا ہے اسے ''اسم مجرور'' کہتے ہیں۔

حروفِ جار یہ ہیں: میں۔ سے۔ تک۔ تلک۔ اوپر۔ پر۔ لیے۔ واسطے۔ آگے۔ پیچھے۔ نیچے۔ اوپر۔ اندر۔ باہر۔ درمیان۔ پاس وغیرہ

حرفِ عَطف: وہ حرف ہے جو دو اسموں یا دو جملوں کو آپس میں ملا دے مثلاً قلم و کتاب میں ''وَ'' حرفِ عطف ہے۔ حرف عطف سے پہلے اسم کو مَعطُوف علَیہ اور دوسرے کو مَعطُوف کہتے ہیں۔

حروفِ عطف یہ ہیں: ''وَ''، ''اور''، ''پھر''، بعض لوگوں نے ''کر'' اور ''کے'' کو بھی حروفِ عطف میں شمار کیا ہے لیکن یہ صرف دو فعلوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔ مثلاً سعید آیا اور کھانا کھا کر چلا گیا۔ اسلم آ کے چلا گیا۔ دوسرے عطف کا استعمال ایسے ہے۔ شب و روز۔ اسلم و محمود۔ فوزیہ پھر انیقہ۔

حروفِ علّت: وہ حروف جو کسی وجہ یا سبب کو ظاہر کریں جیسے: کیوں کہ۔ اس لیے۔ بدیں سبب۔ بنا بریں۔ لہٰذا۔ پس۔ بایں وجہ۔ تا کہ۔ چناں چہ۔

حروفِ اضافت: وہ حروف ہیں جو دو اسموں کا آپس میں تعلق پیدا کریں مثلاً کا۔ کے۔ کی۔ را۔ رے۔ ری۔

حرفِ بیان: وہ حرف ہے جو کسی وضاحت کے لیے استعمال کیا جائے۔ وہ حرف ''کہ'' ہے۔ مثلاً استاد نے شاگرد سے کہا کہ سبق پڑھو۔

حروفِ تشبیہ: وہ حروف ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز جیسا ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے: مانند۔ طرح۔ صورت۔ جیسا۔ ہوبہو۔ مثل۔

متضاد الفاظ

متضاد: ان الفاظ کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف معنی میں استعمال کیے جائیں جیسے دکھ کا متضاد سکھ ہے۔

الفاظ	متضاد
آغاز	انجام
حاکم	محکوم
آباد	برباد۔ ویران
تقدیم	تاخیر
قوّت	ضعف
فقیری	امیری
دین دار	بے دین
نشیب	فراز

الفاظ	متضاد
زبردست	زیردست
شام	صبح
حاضر	غائب
خشک	تر
موافق	مخالف
سزا	جزا
کثیر	قلیل
عروج	زوال

الفاظ	متضاد
اکثریت	اقلیت
آزادی	غلامی
امانت	خیانت
رغبت	نفرت
قرب	بُعد
یگانہ	بے گانہ
دوستانہ	مخالفانہ
ہموار	ناہموار

الفاظ	متضاد
طول	عرض
شریف	رذیل
تاریک	روشن
راحت	رنج
اتفاق	نفاق
عام	خاص
سرد	گرم
ادنیٰ	اعلیٰ

مترادف الفاظ

مترادف: ایک ہی معنی رکھنے والے مختلف الفاظ آپس میں مترادف کہلاتے ہیں جیسے: دکھ کا مترادف تکلیف ہے۔

الفاظ	مترادف
توکل	بھروسہ۔ اعتماد
ظلمت	تاریکی۔ تیرگی۔ اندھیرا
عُسرت	تنگی۔ تنگ دستی۔ غربت
آسائش	راحت۔ آرام

الفاظ	مترادف
حُب	محبت۔ الفت
فراخ	کشادہ۔ وسیع
دانا	عاقل۔ دانش مند
علامات	نشانات۔ آثار

الفاظ	مترادف
داستان	حکایت۔ قصہ
مسرت	انبساط۔ خوشی
رغبت	شوق۔ خواہش
مدح	تعریف۔ ستائش

سابقے

حرف یا چند حروف کا وہ مجموعہ جو کسی بامعنی لفظ کے شروع میں لگانے سے ایک نیا لفظ بن جائے ''سابقہ'' کہلاتا ہے۔

سابقے	استعمال
الف	امر (نہ مرنے والا)۔ اٹوٹ۔ اٹل۔ اچھوت۔ الگ۔ اکھنڈ۔
ن	نڈر۔ نکما۔ نچنت (بے فکر)۔ نہتا۔
اَن	ان پڑھ۔ ان مول۔ ان دیکھا۔ ان جان۔ ان گنت۔ اَن بَن۔
اہل	اہلِ بیت۔ اہلِ وطن۔ اہلِ کتاب۔ اہلِ زبان۔ اہلِ نظر۔ اہلِ علم۔

با	باوقار۔ باتمیز۔ باشوق۔ بااصول۔ باوجود۔ بامعنی۔ باعزت۔
بد	بدچلن۔ بدزبان۔ بدمعاملہ۔ بداطوار۔ بدپرہیز۔ بدخواہ۔
بے	بےغیرت۔ بےخوف۔ بےزبان۔ بےباق۔ بےادب۔ بےاصل۔ بےباک۔
بِن	بِن بلایا۔ بِن دیکھا۔ بِن سلا۔ بِن آئی۔ بِن کہے۔ بِن سنے۔
خوش	خوش لباس۔ خوش مزاج۔ خوش گفتار۔ خوش خوراک۔ خوش اخلاق۔ خوش بو۔
صاحب	صاحبِ خانہ۔ صاحبِ مال۔ صاحبِ دل۔ صاحبِ حیثیت۔ صاحبِ اختیار۔ صاحبِ تدبیر۔
نا	نالائق۔ ناہنجار۔ ناواقف۔ ناچیز۔ ناراض۔ نامبارک۔ ناگوار۔ ناسمجھ۔
نیک	نیک دل۔ نیک چلن۔ نیک اندیش۔ نیک نیت۔ نیک نام۔ نیک سیرت۔
ہم	ہم جماعت۔ ہم خیال۔ ہم مذہب۔ ہم وطن۔ ہم پلہ۔ ہم کلام۔ ہم نوالہ۔ ہم درد۔ ہم نوا۔

لاحقے

ایک حرف یا چند حروف کا وہ مجموعہ جو کسی بامعنی لفظ کے بعد لگا دینے سے ایک نیا لفظ بن جائے اس بعد میں بننے والے لفظ یا حرف کو ''لاحقہ'' کہتے ہیں۔ جیسے:

لاحقے	استعمال
اندیش	دور اندیش۔ کوتاہ اندیش۔ عاقبت اندیش۔ خیر اندیش۔
انگیز	ولولہ انگیز۔ حیرت انگیز۔ غم انگیز۔ وحشت انگیز۔ رقت انگیز۔ عبرت انگیز۔
بان	جہاں بان۔ نگہ بان۔ گلّہ بان۔ شتر بان۔ گاڑی بان۔ فِیل بان۔
پوش	خوش پوش۔ پلنگ پوش۔ پاپوش۔ سرخ پوش۔ سرپوش۔
دان	نمک دان۔ ریاضی دان۔ روشن دان۔ قدردان۔ چراغ دان۔ قلم دان۔
دوست	علم دوست۔ خدادوست۔ وطن دوست۔ عیش دوست۔ زردوست۔
ناک	عبرت ناک۔ افسوس ناک۔ غم ناک۔ حسرت ناک۔ دردناک۔
گار	پرہیزگار۔ پروردگار۔ خدمت گار۔ طلب گار۔
نشین	پردہ نشین۔ گوشہ نشین۔ ہم نشین۔ ذہن نشین۔
پسند	دل پسند۔ قدامت پسند۔ خودپسند۔ عیش پسند۔
مند	دانش مند۔ دولت مند۔ غیرت مند۔ خردمند۔ عقل مند۔ آرزومند۔
خواہ	بدخواہ۔ دل خواہ۔ خاطر خواہ۔ خیرخواہ۔
دار	مال دار۔ علم دار۔ جہاں دار۔ دل دار۔ جان دار۔ وفادار۔ زردار۔

﴿حصّہ نحو﴾

مرکب/کلام: دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کے مجموعے کو مرکب یا کلام کہتے ہیں۔ جیسے: میری کتاب۔ بچہ نیک ہے۔

مرکب/کلام کی قسمیں: (الف) مرکب ناقص (ب) مرکب تام

(الف) مرکب ناقص: وہ مرکب ہے جس سے کہنے والے کا مقصد پورا نہ ہو اور بات سننے والے کی سمجھ میں پوری نہ آئے۔ جیسے: تیز گھوڑا۔ نیک آدمی۔ رات اور دن۔ ان مرکبات سے کہنے والے کا مقصد سننے والے کی سمجھ میں پوری طرح نہیں آتا۔

مرکب ناقص کی قسمیں:

(۱) مرکب اضافی (۲) مرکب توصیفی (۳) مرکب عطفی (۴) مرکب عددی
(۵) مرکب اشاری (۶) مرکب جاری (۷) مرکب تابع موضوع (۸) مرکب تابع مہمل

۱۔ مرکّب اضافی: دو اسموں میں تعلق پیدا کرنا اضافت کہلاتا ہے۔ مثلاً محمود کی کتاب۔ خدا کا بندہ۔ مدرسے کے لڑکے۔ ان تینوں مجموعوں میں کتاب کا تعلق محمود سے، بندہ کا تعلق خدا سے اور لڑکے کا تعلق مدرسے سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس سے تعلق پیدا کیا گیا ہے وہ مضاف الیہ اور جس کا تعلق پیدا کیا گیا ہے وہ مضاف کہلائے گا۔ اسی مضاف الیہ اور مضاف کے مجموعے کو مرکب اضافی کہتے ہیں۔ اردو میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں آتا ہے۔ عربی اور فارسی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے۔ کا۔ کی۔ کے اضافت کی علامت ہیں۔

اضافت کی قسمیں:

(i) اضافت تملیکی (ii) اضافت تخصیصی (iii) اضافت توضیحی (iv) اضافت ظرفی (v) اضافت بیانی
(vi) اضافت تشبیہی (vii) اضافت استعاری (viii) اضافت ابنی (ix) اضافت بہ ادنیٰ تعلق

i- **اضافت تملیکی:** ایسے دو لفظوں میں اضافت کرنا جن میں مضاف الیہ مالک اور مضاف مملوک ہو جیسے: ندیم کا گھر۔ فوزیہ کی کتاب۔ بادشاہ کا ملک۔

ii- **اضافت تخصیصی:** جس میں مضاف الیہ کی وجہ سے مضاف خاص ہو جائے مثلاً آم کا درخت۔ مدرسے کا صحن۔

iii- **اضافت توضیحی:** ایسے دو لفظوں کا مجموعہ جس میں مضاف الیہ کی وجہ سے مضاف کی وضاحت ہو جائے جیسے: جمعہ کا دن۔ رمضان کا مہینا۔

iv- **اضافت ظرفی:** جس میں مضاف الیہ اور مضاف میں سے ایک ظرف دوسرا مظروف ہو جیسے: پانی کا کنواں۔ دودھ کا گلاس۔

v- **اضافت بیانی:** جس میں مضاف اپنے مضاف الیہ سے بنا ہو جیسے: چمڑے کا جوتا۔ مٹی کا برتن۔ سونے کی انگوٹھی۔

vi- **اضافت تشبیہی:** مضاف الیہ اور مضاف میں تشبیہ کا تعلق ہو جیسے: غصے کی آگ۔ نظر کا تیر۔ زلف کا سانپ۔

vii- **اضافت استعاری:** جس میں مضاف کو مضاف الیہ کا حصہ سمجھ لیا جائے لیکن حقیقت میں وہ اس کا جز نہیں ہوتا جیسے: عقل کے ناخن۔ ہوش کے قدم۔

viii- **اضافت اِبنی:** مضاف الیہ اور مضاف میں باپ' ماں یا بیٹے کا تعلق ہو جیسے: ابراہیمؑ آزر۔ عیسیٰؑ مریمؑ۔

ix- **اضافت بہ ادنیٰ تعلق:** جس میں مضاف الیہ اور مضاف میں معمولی تعلق ہو جیسے: ہمارا مدرسہ۔ تمھارا ملک۔ میرا محلّہ۔

۲۔ **مرکّب توصیفی:** وہ مرکب ہے جس میں اسم کے ساتھ اس کی صفت بھی شامل ہو اس طرح صفت اور موصوف کے مجموعے کو مرکب توصیفی کہتے ہیں۔ مثلاً شریف آدمی۔ ٹھنڈا پانی۔ اردو میں صفت پہلے اور موصوف بعد میں آتا ہے لیکن عربی اور فارسی میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں آتی ہے جیسے: رجلِ کریم (شریف آدمی)۔ مردِ بزرگ (بڑا آدمی)

۳۔ **مرکّب عطفی:** وہ مرکب ہے جو دو اسموں کو آپس میں ملانے کا کام دیتا ہے۔ ان دو اسموں کو ملانے کے لیے اردو میں ''اور'' فارسی میں ''وْ'' استعمال ہوتا ہے انھیں حروف عطف کہتے ہیں۔ حرف عطف سے پہلے آنے والے اسم کو معطوف الیہ اور بعد میں آنے والے اسم کو ''معطوف'' کہتے ہیں۔ اس طرح یہ مرکب معطوف الیہ' معطوف اور حرفِ عطف کا مجموعہ بھی کہلاتا ہے۔ مثلاً: اردو میں قلم اور دوات' سیب اور انگور اور فارسی میں صبح وشام۔ مرد وزن۔ شام وسحر۔ شب وروز وغیرہ مرکب عطفی ہیں۔

۴۔ **مرکّب عددی:** وہ مرکب ہے جو کسی اسم کی تعداد یا گنتی کو ظاہر کرے جیسے: گیارہ کتابیں۔ بیس آم۔ چالیس جوتے۔ ان میں گیارہ، بیس اور چالیس اسم عدد اور کتابیں، آم اور جوتے معدود ہیں اس طرح اسے اسم عدد اور اسم معدود کا مجموعہ بھی کہا جاتا ہے۔

۵۔ **مرکّب اشاری:** وہ مرکب ہے جس میں کسی اسم کے لیے دور یا نزدیک کا اشارہ پایا جائے جیسے: یہ مسجد۔ وہ مدرسہ۔ ان میں ''یہ'' اور ''وہ'' اسم اشارہ ہیں۔ مسجد اور مدرسہ مشارٌ الیہ ہیں۔ اس طرح سے اسے اسم اشارہ اور اسم مشارٌ الیہ کے مجموعے کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

۶۔ **مرکّب جاری:** یہ وہ مرکب ہے جس میں بات نامکمل ہونے کے ساتھ ساتھ ابھی جاری ہو اس طرح یہ مرکب حرفِ جار اور اسم مجرور کا مجموعہ ہے جیسے: گھر میں۔ لاہور سے۔ پشاور تک۔ چھت پر۔ ان میں، پر، تک، سے، میں، حرف جار اور چھت، پشاور، لاہور، گھر اسم مجرور ہیں۔

۷۔ **تابع مَوضُوع:** ایسے دو لفظوں کا مجموعہ جس میں ایک بامعنی لفظ کے ساتھ دوسرا بامعنی لفظ بلا ضرورت استعمال کیا جائے جیسے: دیکھ بھال۔ چال ڈھال۔ دانہ پانی۔ روکھی سوکھی اس مجموعے کو تابع موضوع کہتے ہیں۔

۸۔ **تابع مُہمل:** ایسے دو لفظوں کا مجموعہ جس میں ایک بامعنی لفظ کے ساتھ دوسرا بے معنی لفظ بلا ضرورت استعمال کیا جاتا ہے مثلاً روٹی ووٹی۔ جھوٹ موٹ۔ خلط ملط۔ اس مجموعے میں بے معنی لفظ تابع کہلاتا ہے اور بامعنی لفظ کو متبوع کہتے ہیں۔ لہٰذا اس مجموعے کو مرکب تابعی بھی کہتے ہیں۔

(ب) مرکّب تام: دو یا دو سے زیادہ بامعنی لفظوں کا ایسا مجموعہ جس سے کہنے والے کا مقصد پورا ہو جائے اور سننے والے کو بات سمجھ میں آجائے جیسے: سعید آیا۔ اسلم نیک ہے۔

اسناد: کسی چیز کو دوسرے کے لیے ثابت کرنا جیسے: ''سعید آیا'' میں ''آیا'' کو سعید کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ جسے ثابت کیا جائے مسند اور جس کے لیے ثابت کیا جائے وہ مسند الیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً اسلم ''نیک'' ہے۔ اس جملے میں نیک مسند اور ''اسلم'' مسند الیہ ہے۔ مسند اسم اور فعل ہو سکتا ہے لیکن مسند الیہ ہمیشہ اسم ہوتا ہے۔

مرکب تام کے دو حصے: (۱) مُسند (۲) مُسند اِلَیہ

مرکب تام کی قسمیں: (۱) جملہ انشائیہ (۲) جملہ خبریہ

جُملہ انشائیہ: وہ جملہ ہے جس مین فعل امر، فعل نہی، سوال، ندا، تمنا پائی جائے جیسے: تو سبق پڑھ۔ اسلم شرارت نہ کر۔ کیا سعید نے کتاب پڑھی؟ اے اللہ! رحم کر۔ کاش! میں محنت کرتا۔ یہ تمام جملے انشائیہ ہیں۔

جملہ خبریہ: وہ جملہ جس میں کسی بات کی خبر دی جائے اور اس جملے کے بولنے والے کو جھوٹا یا سچا کہہ سکیں۔

جملہ خبریہ کی قسمیں: (۱) جملہ اسمیہ خبریہ (۲) جملہ فعلیہ خبریہ

جملہ اسمیہ خبریہ: وہ جملہ ہے جس میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں مثلاً سعید نیک ہے۔ اس جملے میں ''نیک'' اسم صفت مسند اور ''سعید'' اسم مسند الیہ ہے۔

جملہ اسمیہ کے اجزا: (۱) اسم یا مبتدا (۲) متعلق خبر (۳) خبر (۴) فعل ناقص

جیسے: سعید گھر میں موجود ہے۔ اس جملے میں ''سعید'' اسم یا مبتدا ہے اور ''گھر میں'' متعلق خبر ہے۔ ''موجود'' خبر اور ''ہے'' فعل ناقص ہے۔

جملہ فعلیہ خبریہ: وہ جملہ جس میں مسند فعل ہو اور مسند الیہ اسم ہو جیسے: اسلم نے قلم سے خط لکھا۔ اس جملے میں ''لکھا'' مسند فعل ہے ''اسلم'' مسند الیہ ہے۔

جملہ فعلیہ کے اجزا: (۱) فعل (۲) فاعل (۳) مفعول (۴) متعلق فعل

جیسے: اسلم نے قلم سے خط لکھا۔ اس جملے میں لکھا ''فعل'' ہے۔ اسلم ''فاعل'' خط ''مفعول'' اور قلم سے ''متعلق فعل'' ہے۔

ترکیبِ نحوی کی تعریف: جملے کے اجزا کو الگ الگ کرنا اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنا ترکیبِ نحوی کہلاتا ہے۔

باب دوم

جنس اور عدد

جنس (تذکیر۔تانیث)

درست جملہ بنانے اور فعل اور فاعل کی مطابقت جاننے کے لیے تذکیر و تانیث کے اصول و قواعد یاد رکھنا اور ان کی پابندی ضروری ہے۔

اردو میں اسم کی صرف دو جنسیں ہیں۔ مذکر اور مؤنث۔ یعنی ہر اسم چاہے وہ جان دار کے لیے ہو یا بے جان کے لیے وہ یا تو مذکر ہوگا یا مؤنث۔ مذکر' نر اور مؤنث' مادہ کو کہتے ہیں۔ اسم مذکر وہ ہے جو نر کے معنوں میں مستعمل ہو اور اسم مؤنث مادہ کے معنوں میں۔ عام طور سے تذکیر و تانیث بول چال اور زبان دان لوگوں کے ذریعے اور رواج کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے لیکن قواعد جاننے والوں نے کچھ قانون قاعدے بھی بنائے ہیں۔

۱۔ مذکر اسم جن کی مؤنث بنتی ہے۔ جیسے: باپ (ماں)۔ میاں (بیوی)۔ بیل (گائے)۔ بادشاہ (ملکہ)۔ راجا (رانی)۔

۲۔ مذکر لیکن مؤنث نہیں بنتی جیسے: درویش۔ شہ بالا۔ بابا۔ بچھونا۔ فرش۔ گیند۔

۳۔ صرف مؤنث جیسے: باجی۔ آپا۔ دائی۔ سہاگن۔ انا۔ سوت۔

۴۔ مذکر اسم۔ مؤنث بنانے کے لیے لفظ مادہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے: کوا۔ اژدھا۔ خرگوش۔ باز۔ چیتا۔ نیولا۔ ہدہد۔ گینڈا۔ سرخاب۔ جانور۔

۵۔ بہ یک وقت مذکر بھی اور مؤنث بھی۔ جیسے: چیل۔ مینا۔ کوئل۔ فاختہ۔ لومڑی۔ چھپکلی۔ گلہری۔ مرغابی۔ تتلی۔ چکور۔ دیمک۔

۶۔ سوائے جمعرات کے تمام دنوں کے نام مذکر ہیں۔ (ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعہ)

۷۔ سال، مہینا، گھنٹا، منٹ، سنہ، مذکر اسم ہیں۔ البتہ ''رات'' مؤنث ہے۔

۸۔ پہاڑ اور پتھر اور ان کی تمام قسموں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں جیسے: زمرد۔ یاقوت۔ فیروزہ۔ ہیرا۔ پکھراج۔ ہمالہ۔ قراقرم۔

۹۔ شہروں کے نام مذکر ہیں۔ جیسے۔ لاہور۔ کراچی۔ پشاور۔ اسلام آباد۔ کوئٹہ۔

۱۰۔ دریاؤں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً راوی۔ جہلم۔ چناب۔

۱۱۔ تمام ندیوں کے نام مؤنث بولے جاتے ہیں۔

۱۲۔ تارا یا ستارا کی طرح تمام ستاروں کے نام مذکر بولے جاتے ہیں جیسے: زہرہ۔ مریخ۔ چاند۔ سورج۔

۱۳۔ تمام زبانوں اور نمازوں کے نام مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جیسے: فارسی۔ عربی۔ اردو۔ پشتو۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء۔

۱۴۔ بے جان چیزوں کے مذکر اسما: بے ہوش۔ درد۔ نسخہ۔ پرہیز۔ عیش۔ فوٹو۔ اخبار۔ لالچ۔ تار۔ لفافہ۔ خط۔ ٹکٹ۔ کارڈ۔ مرض۔ مزاج۔ علاج۔ فیض۔ مرہم۔ ماضی۔ انتظار۔ کلام۔ ارتقا۔

۱۵۔ بے جان اسم جو مؤنث بولے جاتے ہیں: جامن۔ دوا۔ پیاز۔ بھوک۔ پیاس۔ ترازو۔ بارود۔ راہ۔ گھاس۔ سرسوں۔ کیچڑ۔ پتنگ۔ سائیکل۔ چھت۔ آواز۔

بناوٹ کے قاعدے

بول چال میں رائج تذکیر اور تانیث کے علاوہ چند قواعد ایسے ہیں جن سے مذکر نام مؤنث اور مؤنث اسما مذکر کہلائے جاتے ہیں۔

مذکر بنانے کے قاعدے:

(الف) ''الف'' اور ''ہ'' کے لاحقے اور لاحقے سے پہلے والے حرف پر زبر سے جو لفظ بنتے ہیں وہ مذکر بولے جاتے ہیں۔ جیسے:
(راج۔ راجا)۔ (پیار۔ پیارا)۔ (خاتم۔ خاتمہ)۔ (داخل۔ داخلہ)

(ب) یائے نسبتی یعنی ''ی'' لگنے سے لفظ مذکر بولتے ہیں جیسے: (تیل۔ تیلی)۔ (بھنگ۔ بھنگی)۔ (سیاہ۔ سیاہی)۔

(ج) ''الف'' بڑھا کر جیسے: بھینس سے بھینسا۔ بطخ سے بطخا۔

(د) ''وئی'' لگا کر۔ بہن سے بہنوئی۔ نند سے نندوئی۔

(ھ) وہ اسما جن کے آخر میں پن۔ پنا۔ آپ اور آپا ہو تو ان کو مذکر بولتے ہیں جیسے: بھولپن۔ بچپن۔ بچپنا۔ ملاپ۔ جلاپا۔

(و) جن اسما کے آخر میں ''زار'' اور ''ستان'' کے لاحقے ہوں مذکر ہیں۔ مثلاً گلزار۔ مرغزار۔ گلستان۔ پاکستان۔

(ز) وہ حاصل مصدر جن کے آخر میں لاحقہ ''آؤ'' ہو جیسے: جھکاؤ۔ لگاؤ۔ بہاؤ۔

مؤنث بنانے کے قاعدے:

(الف) ''ی'' کے لاحقے سے بننے والے اسما عام طور پر مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے: آری۔ شہزادی۔ کبوتری۔

(ب) کبھی مذکر اسم میں ''ن'' کا لاحقہ لگانے سے اسم مؤنث بناتے ہیں جیسے: سنار سے سنارن۔ کمھار سے کمھارن۔

(ج) ''نی'' لگا کر مؤنث: ڈوم سے ڈومنی۔ اونٹ سے اونٹنی۔ شیر سے شیرنی۔ مور سے مورنی۔ جمعدار سے جمعدارنی۔

(د) ''انی'' لگانے سے: سیدانی۔ شیخانی۔ جیٹھانی۔ دیورانی۔

(ھ) وہ حاصل مصدر جن کے آخر میں ان۔ آن۔ وٹ ہو جیسے: اٹھان۔ نپان۔ بناوٹ۔ کھچاوٹ۔

(و) ''گاہ'' کا لاحقہ اسم مؤنث کی علامت ہے۔ درگاہ۔ قتل گاہ۔ سجدہ گاہ۔ رصدگاہ۔ بندرگاہ۔ تخت گاہ۔

(ز) ''ش'' کا لاحقہ بھی اسم مؤنث بناتا ہے۔ کوشش۔ بینش۔

(ح) وہ اسما جن کے آخر میں ''ہ'' ہو۔ والدہ۔ معلّمہ۔ ملکہ۔ خادمہ۔

(ط) وہ عربی مصادر جن کے آخر میں ''ا'' ہو۔ وفا۔ دعا۔ ہوا۔ صفا۔ خطا۔

لاحقوں کی مدد سے بننے والے مذکر و مؤنث اسما

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
اونٹ	اونٹنی	استاد	استانی	اداکار	اداکارہ	بکرا	بکری
بنجارا	بنجارن	بطخا	بطخ	بندر	بندریا	بندہ	بندی
بچھڑا	بچھیا	براتی	براتن	بھنگی	بھنگن	بلا/ بلاؤ	بلی

بھکاری	بھکارن
پارسی	پارسن
پنجابی	پنجابن
چمار	چمارن
چوکیدار	چوکیدارنی
خان	خانم
دھوبی	دھوبن
سید	سیدانی
شیخ	شیخانی
قصائی	قصائن
گدھا	گدھی
گھسیارا	گھسیارن
مینڈک	مینڈکی
مغل	مغلانی
نواسہ	نواسی

پٹھان	پٹھانی
بھینسا	بھینس
تنبولی	تنبولن
چیونٹا	چیونٹی
چیلا	چیلی
دلھا	دلھن
درزی	درزن
سنار	سنارن
فقیر	فقیرنی
کمھار	کمھارن
گنوار	گنوارن
مرغا	مرغی
موچی	موچن
مالک	مالکن، مالکہ
نانا	نانی

باورچی	باورچن
جیٹھ	جیٹھانی
جوگی	جوگن
چھوکرا	چھوکری
حلوائی	حلوائن
دیور	دیورانی
روگی	روگن
سیٹھ	سیٹھانی
فریبی	فریبن
کبوتر	کبوتری
گوالا	گوالن
ماموں	ممانی
مہتر	مہترانی
ناگ	ناگن
نندوئی	نند

تایا	تائی
تھانیدار	تھانیدارنی
چچا	چچی
چودھری	چودھرانی
خالو	خالہ
دیہاتی	دیہاتن
رنڈوا	رانڈ
ساتھی	ساتھن
فرنگی	فرنگن
کتا	کتیا
گرہست	گرہستن
مور	مورنی
ملک	ملکہ
نائی	نائن
نوکر	نوکرانی

واحد۔جمع (تعداد)

تحریر اور تقریر میں جب کوئی اسم آئے گا تو وہ واحد ہو گا یا جمع ہو گا۔ اگر وہ واحد ہو تو اُسے جمع بنانے کے لیے درج ذیل قاعدے مقرر ہیں:

۱۔ اردو میں واحد سے جمع بنائی جاتی ہے۔

۲۔ جن مذکر اسموں کے آخر میں ''الف'' آیا ہو ان کی جمع بنانے کے لیے ''الف'' کو ''ے'' سے بدل دیتے ہیں جیسے: لڑکا سے لڑکے۔ بیٹا سے بیٹے۔

۳۔ کچھ اسم جو رشتوں کے نام ہیں یا خطابات اور القاب کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کے آخر میں آنے والا ''الف'' واحد اور جمع دونوں حالتوں میں قائم رہتا ہے جیسے: تایا۔ نانا۔ دادا۔ چچا۔ رانا۔ ملا۔

۴۔ جن مذکر اسموں کے آخر میں نون غنہ (ں) آتا ہے ان کی جمع بناتے وقت تحریر میں نون غنہ کو گرا کر ''این'' کا اضافہ کر دیتے ہیں جو علامت جمع مذکر ''اے'' کا بدل ہے۔ مثلاً دھواں سے دھویں۔ کنواں سے کنویں وغیرہ۔

۵۔ جن مؤنث اسموں کے آخر میں ''ی'' آتی ہے ان کی جمع بنانے کے لیے ''اں'' لگاتے ہیں جیسے: لڑکی سے لڑکیاں۔ گھوڑی سے گھوڑیاں۔

۶۔ جن مؤنث اسموں کے آخر میں ''یا'' آتا ہے ان کا آخری الف گرا کر ''اں'' لگا کر جمع بنائی جاتی ہے جیسے:

کتیا سے کتیاں۔ بندریا سے بندریاں۔ لٹیا سے لٹیاں۔

۷۔ جن مؤنث اسموں کے آخر میں ''ی'' نہیں ہوتی ان کی جمع بناتے وقت صرف ''ایں'' لگاتے ہیں جیسے: میز سے میزیں۔ عورت سے عورتیں۔ ماما سے مامائیں۔ لیکن اگر ایسا اسم مؤنث ''الف'' یا ''ہ'' پر ختم ہو تو ''آیں'' لگاتے ہیں مثلاً خالہ سے خالائیں۔

۸۔ جن مؤنث اسموں کے آخر میں نون غنہ آتا ہے ان کی جمع بناتے وقت تحریر میں نون غنہ دور کر کے ''یں'' بڑھا دیتے ہیں مثلاً جوں سے جویں۔ بھوں (بھویں) لیکن نون غنہ سے پہلے الف ہو تو ''ایں'' لگاتے ہیں مثلاً ماں سے مائیں۔

۹۔ جن مؤنث اسموں کے آخر میں ''ہمزہ'' اور ''ے'' (یعنی ئے) ہو ان کی جمع بناتے وقت ''ے'' کو گرا کر ''یں'' بڑھا دیتے ہیں جیسے:
گائے سے گائیں۔ رائے سے رائیں۔

اردو بول چال میں عربی کی بہت سی جمعیں استعمال ہوتی ہیں۔ عام عربی اسما اور ان کی جمعوں کی ایک فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے نیچے دی جا رہی ہے۔

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
اسلوب	اسالیب	افق	آفاق	اقلیم	اقالیم	امر	امور/اوامر
استاد	اساتذہ	اکبر	اکابر	امام	ائمہ	امیر	امرا
آلہ	آلات	اسم	اسما	ادب	آداب	اول	اوائل
اب	آبا	اثر	آثار/اثرات	آخر	اواخر	اختراع	اختراعات
ادیب	ادبا	اشارہ	اشارات	امت	امم	الم	آلام
آفت	آفات	آیت	آیات	بخار	بخارات	باب	ابواب
بحر	بحور	برکت	برکات	بدن	ابدان	برہان	براہین
تبرک	تبرکات	تاریخ	تواریخ	تدبیر	تدابیر	ترجمہ	تراجم
ترکیب	تراکیب	تفصیل	تفاصیل	تجلی	تجلیات	تحفہ	تحائف
توقع	توقعات	ثمر	اثمار	ثابت	ثوابت	جرم	جرائم
جرم	اجرام	جنس	اجناس	جانب	جوانب	جواب	جوابات
جزیرہ	جزائر	جاہل	جہلا	جذبہ	جذبات	جریدہ	جرائد
جن	جنات	جوہر	جواہر	جہت	جہات	جسم	اجسام
جد	اجداد	جزو	اجزا	جبل	جبال	حاجت	حوائج

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
حاجی	حجاج	حادثہ	حوادث، حادثات	حاضر	حاضرین،حضار	حبیب	احباب
حدیث	احادیث	حکمت	حکم	حد	حدود	حق	حقوق
حجاب	حجابات	حضرت	حضرات	حکایت	حکایات	حشرہ	حشرات
حرف	حروف	حاسہ	حواس	حکم	احکام	حاکم	حکام
حقیقت	حقائق	حجت	حجج	حافظ	حفاظ	حکیم	حکما
حاشیہ	حواشی	حصہ	حصص	خلق	اخلاق	خط	خطوط
خلیفہ	خلفا	خاتون	خواتین	خادم	خدام	خاطر	خواطر
خیمہ	خیام	خاصہ،خاص،	خواص	خاصیت	خصائص۔خواص	خزینہ	خزائن
خطرہ	خطرات	خصلت	خصائل	خرابہ	خرابات	دلیل	دلائل،ادلہ
دیوان	دواوین	دولت	دول	دفتر	دفاتر	دفینہ	دفائن
دعا	دعوات،ادعیہ	دین	ادیان	دور	ادوار	دستور	دساتیر
دقیقہ	دقائق	دعویٰ	دعاوی	دائرہ	دوائر	دوا	ادویہ
ذہن	اذہان	ذخیرہ	ذخائر	ذاکر	ذاکرین	ذریعہ	ذرائع
ذکر	اذکار	درہ	درات	رابطہ	روابط	رقعہ	رقعات
رکن	ارکان	رمز	رموز	روایت	روایات	روح	ارواح
رئیس	رؤسا	رقم	رقوم	رسالہ	رسائل	رائے	آرا
روضہ	ریاض	رعیت	رعایا	رفیق	رفقا	رسم	رسوم
زمانہ	ازمنہ	زاویہ	زوایا	زوج	ازواج	زائد	زوائد
زائر	زائرین، زوار	سبب	اسباب	سجدہ	سجود	سلطان	سلاطین
سامع	سامعین	سانحہ	سوانح	سفیر	سفرا	سطر	سطور
سند	اسناد	سنت	سنن	ساحل	سواحل	سفینہ	سفائن
سقم	اسقام	سید	سادات	سوال	سوالات	سر	اسرار

واحد	جمع
سیف	سیوف
سفر	اسفار
شے	اشیا
شریف	اشراف، شرفا
شیطان	شیاطین
صنف	اصناف
صفت	صفات
ضد	اضداد
طائر	طیور
طلسم	طلسمات
ظاہر	ظواہر
عاقل	عقلا
عارف	عارفین، عرفا
علم	علوم
عصر	اعصار
عاشق	عشاق
عدد	اعداد
عنایت	عنایات
غلام	غلماں
غیر	اغیار
فریضہ	فرائض
فرد	افراد

واحد	جمع
سیرت	سیر
سلسلہ	سلاسل
شہید	شہدا
شریک	شرکا
شاعر	شعرا
صنعت	صنائع
صالح	صلحا
ضابطہ	ضوابط
طالب	طلبہ
طفل	اطفال
ظرف	ظروف
عمل	اعمال
عطیہ	عطایا، عطیات
علم	اعلام
عظیم	عظام
عام	عوام
عقل	عقول
غرض	اغراض
غذا	اغذیہ
غنی	اغنیا
فرمان	فرامین
فاتح	فاتحین

واحد	جمع
سلف	اسلاف
سبق	اسباق
شقی	اشقیا
شغل	اشغال
شعر	اشعار
صحابی	صحابہ
صوت	اصوات
طبیعت	طبائع
طبیب	اطبا
طبقہ	طبقات
علت	علل
عزیز	اعزہ
عارضہ	عوارض
عالم	علما
عزیمت	عزائم
عامل	عمال
عندلیب	عنادل
غریب	غربا
غلط	اغلاط
فضیلت	فضائل
فلک	افلاک
فتنہ	فتن

واحد	جمع
سابق	سوابق
سلاح	اسلحہ
شرط	شرائط
شیخ	شیوخ
صورت	صور
صاحب	اصحاب
ضمیر	ضمائر
طریقہ	طرّق
طرف	اطراف
طور	اطوار
عنصر	عناصر
عاقبت	عواقب
عجیب	عجائب
عقیدہ	عقائد
عبد	عباد
عبادت	عبادات
عیب	عیوب
غنیمت	غنائم
غزوہ	غزوات
فرقہ	فرق
فتح	فتوح
فاضل	فضلا

واحد	جمع
فرعون	فراعنہ
فیض	فیوض
قرینہ	قرائن
قطعہ	قطعات
قدیم	قدما
قلب	قلوب
قصر	قصور
قبیلہ	قبائل
قوی	اقویا
کریم	کرام
کنایہ	کنایات
لطف	الطاف
لوح	الواح
مرحلہ	مراحل
موضوع	موضوعات
ملک	املاک
مثل	امثال
مفہوم	مفاہیم
مظہر	مظاہر
مکتب	مکاتب
منصب	مناصب
مسکین	مساکین

واحد	جمع
فساد	فسادات
قاری	قارئین
قریب	اقربا
قول	اقوال
قوم	اقوام
قانون	قوانین
قسم	اقسام
قمر	اقمار
قریہ	قری
کبیر	کبار
کمال	کمالات
لطیفہ	لطائف
لقب	القاب
مد	مدات
معدن	معادن
ملک	ملائک
منقول	منقولات
معقول	معقولات
معجزہ	معجزات
مومن	مومنین
ماہر	ماہرین
مسکن	مساکن

واحد	جمع
فن	فنون
قبر	قبور
قطب	اقطاب
قید	قیود
قصہ	قصص
قیاس	قیاسات
قطع	اقطاع
قسط	اقساط
کتاب	کتب
کافر	کفار
لازم	لوازم
لغت	لغات
لیل	لیالی
مدرسہ	مدارس
مظلمہ	مظالم
ملک	ملوک
مصیبت	مصائب
معرفت	معارف
مقالہ	مقالات
مدینہ	مدائن
مانع	موانع
مجاہد	مجاہدین

واحد	جمع
فوج	افواج
قدم	اقدام
قطرہ	قطرات
قافیہ	قوافی
قاعدہ	قواعد
قصیدہ	قصائد
قدر	اقدار
قوت	قویٰ
کوکب	کواکب
کلمہ	کلمات
لسان	السنہ
لمحہ	لمحات
لباس	البسہ
امکان	امکنہ
مملکت	ممالک
مثال	امثلہ
محنت	محن
مشرب	مشارب
مکتوب	مکاتیب
مشاہدہ	مشاہدات
مبلغ	مبلغین
محدث	محدثین

واحد	جمع
محصول	محصولات
مدبر	مدبرین
مصلحت	مصالح
مقدار	مقادیر
مشغلہ	مشاغل
مرثیہ	مراثی
مشہور	مشاہیر
موقع	مواقع
مقبرہ	مقابر
نتیجہ	نتائج
ناظر	ناظرین
نفل	نوافل
نجم	نجوم
ناصر	انصار
نفیس	نفائس
ولی	اولیا
ورق	اوراق
ورد	اوراد
وکیل	وکلا
وصیت	وصایا
وطن	اوطان
ہمت	ہمم

واحد	جمع
محقق	محققین
مراسلہ	مراسلات
مطلب	مطالب
مذہب	مذاہب
منظر	مناظر
مصاحب	مصاحبین
ملت	ملل
مزاج	امزجہ
مسئلہ	مسائل
نسب	انساب
نبات	نباتات
نور	انوار
نعمت	نعم
نادر	نوادر
ناصح	ناصحین
وجہ	وجوہ
واقعہ	واقعات
وصف	اوصاف
وسیلہ	وسائل
وزیر	وزرا
وقف	اوقاف
یتیم	یتامیٰ

واحد	جمع
مخزن	مخازن
مرض	امراض
مجلس	مجالس
مال	اموال
مسلم	مسلمات
منزل	منازل
معنی	معانی
منبر	منابر
مسجد	مساجد
نکتہ	نکات
ندیم	ندما
نغمہ	نغمات
نوع	انواع
نبی	انبیا
نظر	انظار
واعظ	واعظین
وسوسہ	وساوس
وفد	وفود
وزن	اوزان
وضع	اوضاع
وقت	اوقات
یوم	ایام

واحد	جمع
مدرس	مدرسین
مصدر	مصادر
محفل	محافل
موج	امواج
موضوع	موضوعات
مقصد	مقاصد
معاصر	معاصرین
موت	اموات
نصیحت	نصائح
نقطہ	نقاط
نظریہ	نظریات
نقل	نقول
نفس	انفاس
نقش	نقوش
نقیب	نقبا
وحشی	وحوش
وظیفہ	وظائف
ولد	اولاد
وارث	ورثا
وہم	اوہام
ہدیہ	ہدایا

باب سوم

''نے'' اور ''کو'' کا استعمال

''نے'' کا استعمال

اردو زبان میں ''نے'' فاعل کی علامت ہے۔اس کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے:

۱۔ ''نے'' متعدی افعال میں فاعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ فعل متعدی کے ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی شکیہ کے ساتھ ''نے'' استعمال ہوتا ہے جیسے:

حسنین نے کتاب پڑھی۔ حمزہ نے خط لکھا۔ مدثر نے قرآن پڑھا ہوگا۔

۳۔ بعض متعدی افعال ایسے ہیں جن کے فاعل کے ساتھ ''نے'' نہیں آتا مثلاً ''لانا'' اور ''بولنا'' کے افعال میں متعدی ہونے کے باوجود ''نے'' استعمال نہیں ہوتا۔

۴۔ افعال لازم کے فاعل کے ساتھ ''نے'' استعمال نہیں ہوتا۔جیسے: دوڑا۔ رویا۔ چلا۔ بھاگا۔ کے ساتھ ''نے'' نہیں آتا۔

۵۔ بعض فعل لازم ایسے ہیں جن کے فاعل کے ساتھ ''نے'' آتا ہے جیسے: عزیز نے توڑا۔ رقیہ نے پکایا۔

۶۔ چاہنا مصدر کے فعل کے ساتھ ''نے'' آتا ہے۔لیکن اگر فاعل، دل، طبیعت، جی، ہوں تو ''نے'' کا استعمال نہیں ہوتا ہے جیسے:

دل چاہا تو ضرور آؤں گا۔ طبیعت چاہی تو چلا جاؤں گا۔ جی چاہا تو آؤں گا۔

۷۔ مجھ اور تجھ اگر فاعل ہوں تو ''نے'' نہیں آتا لیکن ان کے ساتھ کوئی صفت ہو تو ''نے'' استعمال ہوگا جیسے:

مجھ بدنصیب نے یہ نہیں کیا تھا۔ تجھ شریف نے یہ کیوں کہا؟

۸۔ مصدر کے ساتھ ''نے'' کا استعمال غلط ہے۔جیسے: امجد نے کراچی جانا ہے۔ میں نے کتاب پڑھنا ہے۔ ہم نے حج کرنا ہے۔

ان کی صحیح صورت یہ ہوگی: امجد کو کراچی جانا ہے۔ مجھے کتاب پڑھنا ہے۔ ہمیں حج کرنا ہے۔

''کو'' کا استعمال

اردو زبان میں ''کو'' مفعول کی علامت ہے جس کے استعمال میں احتیاط لازمی ہے:

۱۔ جب کسی جملے میں مفعول عاقل جاندار ہو تو اس کے ساتھ ''کو'' ضرور آتا ہے۔جیسے:

عثمان نے شاگرد کو پڑھایا۔ میں نے فرحان کو دیکھا۔

۲۔ اگر کسی جملے میں مفعول بے جان ہو تو ''کو'' نہیں آتا جیسے: میں نے کتاب پڑھی۔ طارق نے اخبار خریدا، بولنا چاہیے۔ان جملوں میں ''کو'' کا استعمال غلط ہے۔

۳۔ مرکب مصدر جو محاورے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں وہاں ''کو'' کا استعمال غلط ہے جیسے: کمر باندھنا کے بجائے کمر کو باندھا۔ ہمت ہارنا کے بجائے ہمت کو ہارنا غلط ہوگا۔

۴۔ اگر کسی جملے میں جاندار ذوالعقول دو مفعول ہوں تو ان میں دوسرے مفعول کے ساتھ ''کو'' استعمال کرنا ٹھیک ہوگا نہ کہ دونوں مفعولوں کے ساتھ ''کو'' استعمال کیا جائے۔ جیسے: اسامہ نے بچہ اس کی ماں کو دیا۔ اس جملے میں ''بچہ'' اور ''ماں'' دونوں مفعول ہیں لیکن ''کو'' صرف دوسرے مفعول ماں کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

فعل کی فاعل کے ساتھ مطابقت

۱۔ فعل لازم عام طور پر اپنے فاعل کے مطابق آتا ہے۔ فاعل کے واحد، جمع۔ مذکر، مؤنث ہونے کی صورت میں فعل بھی اس کے مطابق ہوگا۔ جیسے: علی آیا۔ لڑکے بھاگے۔ لڑکی دوڑی۔ لیکن اگر فعل متعدی ہو تو فعل مفعول کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے مثلاً میں نے کیلا کھایا۔ میں نے کیلے کھائے۔ یاسمین نے کیلا کھایا۔ صبا نے روٹی کھائی۔ ہم نے روٹی کھائی۔ اگر مفعول کے بعد ''کو'' استعمال ہو تو فعل واحد مذکر ہوگا۔ مثلاً سائرہ نے عمر کو مارا۔ عمر نے سائرہ کو مارا۔ شہریار نے بکریوں کو مارا۔ لڑکیوں نے کتے کو مارا۔

۲۔ فاعل اگر اسم جمع ہو تو فعل واحد آئے گا۔ جیسے: فوج نے حملہ کیا۔ جماعت کراچی چلی گئی۔ ریوڑ جنگل میں چر رہا ہے۔

۳۔ جب دو یا زیادہ حروف عطف اکٹھے آئیں تو فعل جمع آئے گا۔ جیسے: حسیب، منیب اور مجیب آئے۔

۴۔ جب دو اسم بغیر حرف عطف اکٹھے آئیں اور آخر میں ''دونوں'' کا لفظ لکھا جائے تو فعل جمع آئے گا۔ جیسے: سعد، ادریس دونوں آ گئے۔

۵۔ جب کسی جگہ بہت سے اسم آ جائیں تو فعل آخری اسم کے مطابق آئے گا۔ جیسے:
دس جگ، پانچ پلیٹیں، ایک گلاس ٹوٹ گیا۔ ایک گلاس، پانچ پلیٹیں، دس جگ ٹوٹ گئے۔

۶۔ اگر بہت سے اسم ایک جگہ آئیں اور فعل ایک ہو اور آخر میں ''سب کچھ'' بڑھا دیا جائے تو فعل واحد مذکر آئے گا۔ جیسے:
سامان، مکانات، دکانیں سب کچھ جل گیا۔

۷۔ اگر کسی جملے میں ضمیر جمع متکلم ''ہم'' فاعل ہو تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ایک ہی فعل آتا ہے۔ جیسے: عورتوں نے کہا ہم آتے ہیں۔ مردوں نے کہا ہم آتے ہیں۔ عورتوں نے کہا ہم آ گئے ہیں۔ مردوں نے کہا ہم آ گئے ہیں۔

اسم صفت اور اسم موصوف میں مطابقت

۱۔ صفت اور موصوف کے مذکر اور مؤنث ہونے میں مطابقت ہونی چاہیے جیسے: اچھا لڑکا۔ برے لوگ۔

۲۔ جو صفت واحد مؤنث کے لیے آتی ہے وہی صفت جمع مؤنث کے لیے استعمال کر لیتے ہیں۔ نیک لڑکی۔ نیک لڑکیاں۔

۳۔ عربی کے اسماصفات اردو میں مذکر، مؤنث اور واحد و جمع میں ایک حالت پر رہتے ہیں۔ جیسے: شریف آدمی۔ شریف عورتیں۔

۴۔ صفت عدد ترتیبی میں مذکر و مؤنث کے لحاظ سے موصوف اور اسم صفت میں مطابقت ہوگی۔ پانچواں لڑکا۔ پانچویں لڑکی۔ لیکن اعداد میں جمع نہیں آتی۔

۵۔ جب صفت خبر کے طور پر آئے اور علامت مفعول مذکور ہو تو فعل واحد آتا ہے جیسے: میں نے ان لوگوں کو قابل سمجھا۔

اسم ضمیر اور مرجع کی مطابقت

اسم ضمیر

وہ اسم ہے جو کسی دوسرے اسم کی جگہ آتا ہے۔ جس اسم کی جگہ آتا ہے اسے ''مرجع'' کہتے ہیں۔

مرجع

ضمیر جس اسم کی جگہ یا اُس کے بدلے آرہا ہو اُسے ''مرجع'' کہتے ہیں۔

۱۔ ضمیر کو اپنے ''مرجع'' کے مطابق آنا چاہیے۔ جیسے: اسامہ آیا اور وہ چلا گیا۔ شانزہ نے کتاب پڑھی اور وہ سو گئی۔

۲۔ ضمیر کی فاعلی، مفعولی اور اضافی حالت میں ضمیر اپنے مرجع کے مطابق آنی چاہیے۔

۳۔ ضمیر میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں ہے، لہٰذا مرجع کے ساتھ ضمیر کی مطابقت صیغے اور تعداد کے مطابق ہوگی۔

۴۔ ضمیر واحد غائب دونوں کے لیے فعل لازم میں ضمیر صرف ''وہ'' آتی ہے لیکن فعل لازم کے علاوہ باقی ضمیریں جمع غائب کے لیے الگ ہیں جیسے: علی رضا اور شہریار آئے اور وہ دونوں چلے گئے۔ دوسری مثال جیسے: مبشر اور مدثر دونوں اپنی جگہ بیٹھے، انھوں نے اپنی باتیں کیں اور کھانا کھانے لگے۔ پہلے جملے میں ''وہ'' ضمیر جمع کے لیے استعمال ہوئی اور دوسرے جملے میں جمع کے لیے ضمیر ''انھوں'' استعمال ہوئی۔ یہی حال واحد حاضر اور جمع حاضر کی ضمیروں کا ہے۔

باب چہارم

تَلَفُّظ

تَلَفُّظ کے معانی ہیں الفاظ کو زیر، زبر اور پیش کے لحاظ سے صحیح طرح ادا کرنا۔ اسی لیے الفاظ کا صحیح تَلَفُّظ سیکھنے کے لیے حرکات سے واقفیت ضروری ہے۔ حرکات ان علامات کو کہتے ہیں جو الفاظ کا تَلَفُّظ واضح کرنے کے لیے ان کے مختلف حروف پر لگائی جاتی ہیں۔ اِعراب کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔	َ	زبر	یہ علامت حرف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔ (اَ) اس علامت کو ''فتحہ'' بھی کہتے ہیں۔ جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ ''مفتوح'' کہلائے گا۔ مثلاً ''تَلَفُّظ'' کے الفاظ میں ت اور ل دونوں مفتوح ہیں۔ یا ''عَمَل'' میں ع اور م دونوں مفتوح ہیں۔
۲۔	ِ	زیر	یہ علامت حرف کے نیچے لگائی جاتی ہے۔ (اِ) اس علامت کو ''کسرہ'' بھی کہتے ہیں۔ جس حرف کے نیچے یہ علامت ہوگی اسے ''مکسور'' کہیں گے۔ مثلاً لفظ ''اِنسان'' میں الف مکسور ہے اور ''جِسم'' میں ج مکسور ہے۔
۳۔	ُ	پیش	یہ علامت حرف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔ (اُ) اس علامت کا دوسرا نام ''ضمہ'' ہے۔ جس حرف پر پیش ہو اسے ''مضموم'' کہتے ہیں۔ مثلاً لفظ ''حُروف'' میں ح مضموم ہے۔ یا ''زُکام'' اور ''بُخار'' میں ز اور ب مضموم ہیں۔
۴۔	ْ	سکون	کسی حرف کو ساکن ظاہر کرنے کے لیے اس کے اوپر جزم یا سکون کی علامت لگا دی جاتی ہے۔ مثلاً (مْ) جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ ''ساکن'' کہلائے گا۔ مثلاً لفظ ''عقْل'' میں ق ساکن ہے۔ ''لفْظ'' میں ف ساکن ہے۔ ''حرْف'' میں ر ساکن ہے۔
۵۔	ّ	تشدید	تشدید کو شد بھی کہتے ہیں۔ یہ علامت حرف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔ مثلاً (شّ) جس حرف پر یہ علامت ہوگی اسے ہم ''مشدّ د'' کہیں گے اور اس حرف کی آواز ایسی ہوگی جیسے اسے دو بار پڑھا جا رہا ہو۔ لفظ ''تلفُّظ'' میں ف پر تشدید ہے۔ یا ''مشدّ د'' میں پہلے ''د'' پر تشدید ہے۔ ''معلّم'' میں ل مشدّد ہے اور بولتے وقت اسے دو بار ادا کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا پانچ علامات اردو میں عام طور سے استعمال ہوتی ہیں لیکن ان کے علاوہ کچھ علامات ایسی بھی ہیں جو نسبتاً کم استعمال کی جاتی ہیں لیکن صحیح تَلَفُّظ کے لیے ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔ یہ علامات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔	ٓ	مد	یہ علامت صرف الف پر لگائی جاتی ہے (آ) جس الف پر یہ ہوگی اسے ''الف ممدودہ'' کہیں گے۔ جہاں یہ علامت ہو وہاں الف کو لمبا کر کے پڑھتے ہیں مثلاً آم۔ آج۔ آن۔ آگ وغیرہ
۲۔	ٰ	کھڑی زبر	یہ علامت صرف عربی الفاظ میں استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً لفظ اسحٰق میں ح پر کھڑی زبر ہے۔ اسی طرح عیسیٰ، موسیٰ اور اللہ پر بھی کھڑی زبر ہے۔
۳۔	ٖ	کھڑی زیر	یہ علامت حرف کے نیچے لگائی جاتی ہے۔ جیسے آلہٖ، بعینہٖ اور فی نفسہٖ وغیرہ

۴۔		الٹی پیش	یہ علامت پیش اور واؤ کی قائم مقام ہے۔ مثلاً داود کو اگر ہم ایسے لکھیں ''داؤ د'' تو واؤ پر الٹی پیش لگائیں گے۔
۵۔		تنوین	اگر کسی حرف پر دو زبر لگا دیں جیسے (اً) یا اس کے نیچے دو زیر جیسے (اٍ) یا اس کے اوپر دو پیش (اٌ) لگا دیں تو اسے تنوین کہیں گے۔ یہ علامت اردو کے چند الفاظ میں استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً فوراً۔ آناً۔ فاناً۔ نسلاً اور مشارٌ الیہ وغیرہ

علامات کے علاوہ تلفُّظ کے سلسلے میں چند اور باتیں بھی جاننا ضروری ہیں:

۱۔ واؤ کی دو آوازیں ہیں۔ اگر واؤ سے پہلے حرف پر پیش لگا دیا جائے تو اس کی آواز پوری طرح ظاہر کر کے پڑھی جائے گی جیسے: خوب۔ بوٹ۔ نور۔ اس واؤ کو واؤ معروف کہتے ہیں۔ دوسرا واؤ' واؤ مجہول کہلاتا ہے۔ اس سے پہلے حرف پر کوئی علامت نہیں لگائی جاتی۔ مثلاً کو۔ بولو۔ سوچو اور روکو وغیرہ

۲۔ واؤ کی طرح ''ی'' کی بھی دو آوازیں ہیں۔ جس ''ی'' سے پہلے حرف کے نیچے زیر ہوگا اسے خوب ظاہر کر کے پڑھا جائے گا۔ مثلاً تیر۔ تیتر۔ پیر۔ کھیر۔ ہیر۔ ایسی ''ی'' کو یائے معروف کہتے ہیں۔ دوسری ''ی'' جس کے پہلے حرف کے نیچے علامت نہیں ہوتی' یائے مجہول کہلاتی ہے۔ مثلاً۔ شیر۔ بیر۔ بٹیر۔ بچوں کی سہولت کے لیے یائے معروف کو ''چھوٹی ی'' اور یائے مجہول کو ''بڑی ے'' بھی کہتے ہیں۔

اب ہم ذیل میں چند مشہور الفاظ کا تلفُّظ تحریر کرتے ہیں۔ ایک سا تلفُّظ رکھنے والے الفاظ کو سہولت کے لیے ایک جگہ پر جمع کر لیا ہے اور اعراب صرف ایک کلمے پر لگائے ہیں۔

عَمَل	عَ مَ لْ	پہلے دونوں حرف مفتوح جیسے: غرض۔ مرض۔ بدن۔ بدل۔ ادب۔ ازل۔ بشر۔ حسد۔ فلک۔ شفق۔ عدد۔ چمن۔ نمک۔ سحر (بمعنی صبح) غلط۔ شرف۔ مثل (بمعنی کہاوت) اور جنم وغیرہ
عَقل	عَ قْ لْ	پہلا حرف مفتوح۔ دوسرا ساکن اور تیسرا بھی ساکن جیسے: اصل۔ امن۔ امر۔ برق۔ ترک۔ جذب۔ ضرب۔ حمد۔ وجد۔ صبر۔ صدر۔ نظم۔ نثر۔ نقش۔ رقص۔ فرض۔ عرض۔ عدل۔ قتل۔ دخل۔ ختم۔ رسم۔ بزم۔ تلخ۔ برف۔ ابر اور بخش وغیرہ
جِسم	جِ سْ مْ	پہلا حرف مکسور۔ آخری دونوں ساکن جیسے: اسم۔ حرص۔ ذکر۔ علم۔ فکر۔ علم۔ عشق۔ شرک۔ عطر۔ مثل (بمعنی مانند)۔ ارد اور گرد وغیرہ
شُکر	شُ کْ رْ	پہلا حرف مضموم اور آخری دونوں ساکن جیسے: حسن۔ حکم۔ ظلم۔ عذر۔ کفر۔ جرم اور بغض۔
اَخلاق	اَ خْ لَ اقْ	پہلا اور تیسرا حرف مفتوح۔ دوسرا ساکن جیسے: اخبار۔ اسلاف۔ اقسام۔ افواج۔ اضلاع۔ القاب۔ افراد۔ یہ سب الفاظ جمع ہیں۔
اُمَرا	اُ مَ رَا	پہلا حرف مضموم۔ دوسرا اور تیسرا مفتوح جیسے: علما۔ غربا۔ فقرا۔ شعرا۔ شہدا اور ادبا۔ یہ الفاظ بھی جمع ہیں۔

مَذاہِب	مَ ذَا ہِ بُ	پہلے دونوں حرف مفتوح، چوتھا مکسور جیسے: فوائد۔قواعد۔مقاصد۔مساجد۔مدارس۔عقائد۔مجالس۔نتائج۔ وظائف۔حقائق۔ممالک۔مشاغل۔فضائل اور مناظر۔یہ الفاظ بھی جمع ہیں۔
جُلُوس	جُ لُ وْسْ	پہلے دو حرف مضموم، آخری دو ساکن جیسے: خلوص ۔ وصول۔حصول۔فضول۔عیوب۔حدود۔علوم۔نجوم اور رسوم، ان میں آخری پانچ لفظ جمع ہیں اور ان کے واحد ہیں: عیب۔حد۔علم۔نجم اور رسم۔
عَالِم	عَ ا لِ مْ	پہلا حرف مفتوح۔دوسرا ساکن۔تیسرا مکسور جیسے: آخر۔تاجر۔باطن۔باعث۔صاحب۔جاہل۔جانب۔ بالغ۔طالب۔حاضر۔ظالم۔ساکن۔بارش۔
مُسْلِم	مُ سْ لِ مْ	پہلا حرف مضموم۔تیسرا مکسور جیسے: مفلس۔مخلص۔منصف۔مشفق۔مجرم۔مشرک۔مشکل۔مومن۔محسن۔
مُسَافِر	مُ سَ ا فِ رْ	پہلا مضموم۔دوسرا مفتوح۔چوتھا مکسور۔جیسے: محافظ۔موافق۔مخالف۔مجاہد۔معالج۔منافق۔مطابق۔
مُصَوِّر	مُ صَ وِّ رْ	پہلا حرف مضموم۔دوسرا مفتوح۔تیسرا مشدد مکسور۔جیسے: مبلغ۔محقق۔مروج مرتب۔مؤلف۔
(نوٹ: اس فہرست کے الفاظ قواعد کی رو سے اسم فاعل ہیں)		
حِسَاب	حِ سَ ا بْ	پہلا مکسور۔دوسرا مفتوح جیسے: کتاب۔بساط۔علاج۔مزاج۔جہاد۔خلاف۔فراق۔وصال۔قیام۔نکات۔ صفات۔آخری دو لفظ نکتہ اور صفت کی جمع ہیں۔
مُخْتَلِف	مُ خْ تَ لِ فْ	پہلا مضموم۔دوسرا ساکن۔تیسرا مفتوح۔چوتھا مکسور پانچواں ساکن جیسے: معترض۔مشتعل۔منتظر (معنی انتظار کرنے والا)۔ملتمس۔معتقد۔منتشر۔معترف۔
مُعَطَّر	مُ عَ طَّ رْ	پہلا مضموم۔دوسرا مفتوح۔تیسرا مشدد مفتوح جیسے: محمدؐ۔مکرم۔مفصل۔مقدر۔مثلث۔مہذب۔مروج۔ مقدس۔مسدس۔مدلل۔مخفف۔
(نوٹ: اس فہرست کے الفاظ اسمِ مفعول ہیں۔ان لفظوں کو اُن لفظوں کے ساتھ ملا کر پڑھیے جنھیں ہم نے اس سے پہلے اسم فاعل کہا تھا)		
مَحْبُوب	مَ حْ بُ وْ بْ	پہلا مفتوح ۔دوسرا ساکن۔تیسرا مضموم جیسے: مغلوب۔مفتوح۔مجروح۔مذکور۔محسوس۔معقول۔مقبول۔ مضمون۔ممنون۔موجود۔مفقود۔
مُحْتَرَم	مُ حْ تَ رَ مْ	پہلا مضموم۔دوسرا ساکن۔تیسرا اور چوتھا مفتوح جیسے: مختصر۔منتظر (انتظار کیا گیا)۔معتبر۔منتخب۔
مِعْرَاج	مِ عْ رَ ا جْ	پہلا مکسور۔دوسرا ساکن۔تیسرا مفتوح جیسے: محراب۔منقار۔مضراب۔مقراض۔مفتاح۔مصباح۔
مَنْزِل	مَ نْ زِ لْ	پہلا مفتوح۔دوسرا ساکن۔تیسرا مکسور جیسے: مسجد۔مغرب۔محمل۔مجلس۔
مَدْرَسَہ	مَ دْ رَ سَ ہ	پہلا مفتوح۔دوسرا ساکن۔تیسرا اور چوتھا مفتوح۔جیسے: مشغلہ۔مقبرہ۔مشورہ۔مسئلہ۔
اَفْضَل	اَ فْ ضَ لْ	پہلا مفتوح۔دوسرا ساکن۔تیسرا مفتوح جیسے: اکبر۔مرکز۔مصدر۔مکتب۔مطلع۔مقطع۔

اِسلام	اِس لَ ام	پہلا مکسور۔ دوسرا ساکن۔ تیسرا مفتوح جیسے: اخلاص۔احساس۔ احسان۔ اقبال۔ انصاف۔ ادراک۔ انعام۔ ارشاد۔ ارسال۔اصلاح۔اظہار۔اعراب۔اعزاز۔اقرار۔افلاس۔افطار۔اکرام۔الزام۔امداد۔امکان۔ان لفظوں کو اس فہرست کے لفظوں کے ساتھ ملا کر پڑھیے جن کا پہلا لفظ "اخلاق" ہے۔لفظوں کی پہلی صورت جمع کی ہے اور دوسری مصدر کی۔
اِعتبار	اِع تِ بار	پہلا مکسور۔ دوسرا ساکن ۔تیسرا مکسور۔ چوتھا۔مفتوح جیسے: احترام ۔اجتناب ۔ابتدا۔انتہا۔اختتام ۔اختصار۔ اختلاف۔ اشتہار۔ اعتراض۔ اعتدال۔ اعتراف۔ اعتقاد۔ اعتماد۔امتحان۔ التماس۔ انتخاب۔ انبساط۔ انحصار۔انحراف۔انقلاب۔انکشاف۔انکسار
اِتحاد	اِتّ حَ ا دُ	پہلا مکسور۔دوسرا مشدد مکسور۔تیسرا مفتوح جیسے: اتفاق۔اطلاع
تَرنُّم	تَ رَنُّ م	پہلا اور دوسرا مفتوح۔ تیسرا مشدد مضموم جیسے: تخلص۔تحمل۔تدبر۔تبسم۔تجسس۔تشدد۔تصوف۔تعجب۔تعلق۔ تعلم۔تقرر۔تنزل۔تکلف۔تلفُّظ۔توکل۔تمدن
تَعظیم	تَ عُ ظِ یُ م	پہلا مفتوح۔ تیسرا مکسور جیسے: تشریح ۔تقریر۔ تشدید ۔تشریف۔ تشویش۔ تصدیق۔ تعمیر۔تعمیل۔تقسیم۔ تقریب۔تقدیس۔تعظیم
تَعاوُن	تَ عُ ا وُ نُ	پہلا اور دوسرا مفتوح۔ چوتھا مضموم جیسے: تغافل۔تعارف۔تصادم۔تفاوت۔تدارک۔تناول
اِستِعمال	اِس تِ عُ مَ الُ	پہلا اور تیسرا حرف مکسور۔ پانچواں مفتوح جیسے: استقبال۔استعداد۔استحکام۔استغفار۔
تِلاوت	تِ لَ اوَ تُ	پہلا حرف مکسور۔ دوسرا اور چوتھا مفتوح جیسے: اطاعت۔ اشاعت ۔ اقامت ۔ افاقہ۔ حکایت۔ عبارت۔ حمایت۔تجارت۔زیارت۔رعایت۔کتابت۔سیاست۔
نَفاست	نَ فَ اسَ تُ	پہلا دوسرا اور چوتھا حرف مفتوح جیسے: امانت۔بشارت۔بغاوت۔صداقت۔سخاوت۔نزاکت۔متانت۔وکالت
مَغفِرت	مَ غُ فِ رَ تُ	پہلا مفتوح۔تیسرا مکسور۔جیسے: مغفرت۔معرفت۔معصیت
مُشاعرہ	مُ شَ اعَ رَہ	پہلا مضموم ۔ دُوسرا، چوتھا اور پانچواں مفتوح جیسے: مباحثہ۔ مبالغہ۔ محاصرہ۔ مراسلہ۔ مشاہدہ۔ معاملہ۔ معاوضہ۔مشاہرہ۔مقابلہ۔مناظرہ۔موازنہ۔ملاحظہ
(اردو میں مفاعلہ کے وزن پر آنے والے یہی مصادر و اسما بکسر عین بھی مستعمل ہیں)		
بُخار	بُ خَ ا رُ	پہلا مضموم۔دوسرا مفتوح مثلاً زکام۔سوال
مَحبّت	مَ حَ بَّ تُ	پہلے تینوں حروف مفتوح۔تیسرا مشدد جیسے: مضرت۔مذلت۔مشقت۔مسرت
حاجت	حَ اجَ تُ	پہلا مفتوح۔تیسرا مفتوح جیسے: ساغر۔آپس۔ماتم۔کاغذ۔ساعت
حَلال	حَ لَ الُ	پہلا اور دوسرا مفتوح ۔جیسے: جلال۔کمال۔زوال۔سلام۔کلام۔نشاط۔اذان۔ جہاز۔شباب۔خراب۔ بیان۔طواف

متفرق الفاظ کا تلفُّظ

۱۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے پہلے حرف پر زبر ہے:

بَہار۔ بَلند۔ چَکنا چور۔ ڈَکار۔ ٹَکسال۔ سَمت۔ طَلبہ۔ عَمود۔ قَلعہ۔ کَھچا۔ کَھچ۔ گَواہ۔ گَھمسان۔ گَھسیارہ۔ مَبادا۔ لَتاڑتا۔ مَتوالا۔ مَحبت۔ مَذاق۔ مَزار۔ مَسافت۔ مَہارت۔ نَماز۔ نَمک۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے پہلے حرف کے نیچے زیر ہے:

خِزاں۔ خِضر۔ خِطاب۔ اِکسیر۔ اِلائچی۔ چِکناہٹ۔ رِسالہ۔ رِعایا۔ سِفارش۔ شِکار۔ شِکوہ۔ عِبادت۔ غِذا۔ قِیامت۔ قِندیل۔ کِردار۔ گِلاس۔ مِرچ۔ مِزاج۔ نِکات۔ نِنانوے۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے پہلے حرف پر پیش ہے:

عُنصر۔ عُنوان۔ وُصول۔ وُضو۔ طُفیل۔ سُہانا۔ سُنسان۔ گُزارش۔ مُدیر۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ پر واؤ مجہول ہے:

لومڑی۔ گوند۔ گھنگھور۔ شرابور۔ چٹورا۔ ٹھٹھول۔ غول۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں واؤ معروف ہے:

لنڈورا۔ سونا۔ قیلولہ۔ گھوسٹ۔ بگولہ۔ بھبوکا۔ ٹھونسنا۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں واؤ سے پہلے حرف پر زبر ہے:

بَوچھاڑ۔ بَھونچکا۔ بَوکھلانا۔ جَوق۔ کَوندنا

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں یائے معروف ہے جیسے: اَجیرَن۔ چَہیتا۔ لِیکھ۔

۸۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں یائے مجہول ہے جیسے: ٹھیس۔ ٹھیٹ۔ جھمیلا۔ جھیلنا۔ سوتیلا۔ رگیدنا۔

۹۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں نون کی آواز کو ظاہر کرنا لازم ہے: کنبہ۔ بھانجا۔ بھنک۔ دھنک۔ بھیانک۔ پھنسی۔ تنک۔

۱۰۔ جن الفاظ میں ''ب'' سے قبل نون ساکن ہو وہاں نون کی آواز میم میں بدل جاتی ہے۔ مثلاً:

منبر۔ منبع۔ استنباط۔ دنبہ۔ تنبیہ۔ انبیا۔ عنبر۔ انبوہ۔

۱۱۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں واؤ معدولہ ہے۔ (واؤ کی آواز ظاہر نہیں ہوتی)

خواجہ۔ خویش۔ خواب۔ خواہر۔ خواستگار۔ خوامخواہ۔ خوانچہ۔ خواہش۔

۱۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں واؤ معدولہ نہیں لہٰذا واؤ کی آواز ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے: خَواص۔ خَواتین۔ خَوارِزم۔

مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفُّظ عام طور پر غلط ادا کیا جاتا ہے۔ درست تلفُّظ یہ ہے :

بے وُقوف	وقوف کے پہلے واؤ پر پیش ہے
مبارَك	'ر' پر زبر
خَلْط ۔ مَلْط	دونوں لام ساکن
یَکُم ۔ دوُم ۔ سوُم	تینوں کا دوسرا حرف مضموم ہے
خود کُشی	'ک' پر پیش
خیر مَقْدَم	پہلا مفتوح ۔ 'ق' ساکن ۔ 'د' مفتوح
خَرّاٹا	'خ' مفتوح ۔ 'ر' مشدّد مفتوح
وَاوَیلا	دوسرا واؤ مفتوح
لا مَحالہ	'م' پر زبر
مُتَرْجَم (ترجمہ شدہ)	'ج' پر زبر ۔ 'ر' ساکن
مُتَرْجِم (ترجمہ کرنے والا)	'ج' مکسور ہے ۔ 'ر' ساکن
جَہَنَّم	'ج' اور 'ھ' پر زبر، 'ن' مشدّد مفتوح
چھلُم	'ل' پر پیش
فِرِشْتہ	'ف' ۔ 'ر' مکسور
یوسُف	'س' پر پیش
یونُس	'ن' پر پیش
مُتَّحِدَہ	میم پر پیش ۔ 'ت' پر شد اور زبر ۔ 'ح' کے نیچے زیر ۔ 'د' پر زبر

باب پنجم

علمِ بیان

علمِ بیان

بیان کے معنی ہیں: وہ شستہ و فصیح تقریر یا تحریر جس کے ذریعے انسان اپنے دل کی بات ظاہر کرے۔ تقریر و تحریر کی خوبیوں کے ذکر اور ان کی بحث کو "علمِ بیان" کہتے ہیں۔

علمِ بیان کے ذیل میں روزمرہ، محاورہ، ضرب الامثال، تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، صنائع بدائع، مراعاۃ النظیر، کنایہ، تجنیس وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ علمِ بیان کی مدد سے تحریر اور تقریر کو خوب صورت اور دل کش بنایا جاسکتا ہے۔

۱ روزمرہ

روزمرہ علمِ بیان کی ایک اصطلاح ہے۔ اصطلاح کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم اس بات پر اتفاق کرلیں کہ کسی لفظ کو اس کے اصلی معنوں سے ہٹ کر کسی اور مفہوم میں استعمال کریں تو ایسا استعمال اصطلاح کہلاتا ہے مثلاً "صلوٰۃ" کے لغوی معنی "دعا" ہے، لیکن اُمّتِ مسلمہ نے اس کے معنی "نماز" مقرر کرلیے ہیں۔

روزمرہ اس بات چیت کا نام ہے جو اہلِ زبان کے اسلوبِ بیان، طریقِ اظہار اور گفت گو کے انداز کے مطابق ہو مثلاً:

الف۔ "دو چار"، "چار چھے" اور "آٹھ دس" "بلا عطف و اضافت" اہلِ زبان کے اسلوب بیان کے مطابق ہیں لہٰذا "روزمرہ" ہیں۔ اگر ان پر قیاس کر کے کوئی شخص دو ہی دو کے فرق سے "چھے آٹھ"، "سولہ اٹھارہ"، "سترہ انیس" یا "اکیس تیئس" بولے یا لکھے تو چوں کہ یہ اہلِ زبان کے طریقِ اِظہار کے مطابق نہیں اس لیے "روزمرہ" نہیں۔ اہلِ زبان "دس پندرہ" بولتے ہیں "نو پندرہ" یا "گیارہ پندرہ" نہیں بولتے۔ "پندرہ بیس" بولتے ہیں "چودہ بیس" یا سولہ بیس" نہیں بولتے لہٰذا یہ بھی روزمرہ نہیں۔

ب۔ کوئی فقرہ بھی اگر اہلِ زبان کے اندازِ گفت گو کے خلاف ہو تو اسے "روزمرہ" نہیں کہیں گے۔ مثلاً: بشیر و نذیر کو دس روپے نقد اور بصیر اور نصیر کو پانچ کتابیں انعام میں ملیں۔" یہ بھی "روزمرہ" کے خلاف ہے کیوں کہ اہلِ زبان اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں: "بشیر اور نذیر کو دس دس روپے نقد اور بصیر اور نصیر کو پانچ پانچ کتابیں انعام میں ملیں۔" یہاں یہ بھی واضح ہوگیا کہ روزمرہ کا تعلق ایک کلمے سے نہیں اس کے لیے دو یا دو سے زیادہ کلمات کی ضرورت ہے۔ ہاں زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

ج۔ مزید غور کیجیے۔ "میں روز مدرسے جاتا ہوں۔" یہ روزمرہ ہے، لیکن اگر آپ کہیں "میں دن مدرسے جاتا ہوں۔" تو نہ صرف یہ کہ روزمرہ نہیں بلکہ جملہ ہی بے معنی ہوجائے گا۔ اگرچہ "روز" اور "دن" ہم معنی و مترادف ہیں۔ اس لیے کہ پہلا جملہ اہلِ زبان کے اندازِ گفت گو کے مطابق ہے اور دوسرا جملہ اس کے خلاف۔ اسی طرح "میں دن میں مدرسے جاتا ہوں" یا "دن کو مدرسے جاتا ہوں" درست اور روزمرہ ہے،

لیکن ''میں روز میں مدرسے جاتا ہوں'' یا ''روز کو مدرسے جاتا ہوں'' نہ صرف یہ کہ روزمرہ نہیں، بلکہ دونوں جملے بالکل مہمل اور غلط ہیں۔

حاصلِ بحث: نتیجہ یہ نکلا کہ مرکبات یعنی کلام ناقص و تام میں جس طرح اہلِ زبان بولتے لکھتے ہیں، اسی طرح بولیے لکھیے تو روزمرہ درست اور مقبول، لیکن اس کے خلاف بولیے لکھیے تو ناپسندیدہ و نامقبول ہے۔

۲ محاورہ

محاورے کے لغوی معانی گفت گو اور بات چیت کے ہیں چاہے وہ گفت گو اہلِ زبان کے اسلوبِ بیان کے مطابق ہو یا نہ ہو لیکن ''اِصطلاحِ علمِ بیان میں اس کلمے یا کلام کو محاورہ کہتے ہیں، جو اہلِ زبان کے اسلوبِ بیان کے مطابق ہو اور اپنے حقیقی معنی میں نہیں، مجازی معنی میں مستعمل ہو۔'' مثلاً ''تین پانچ'' اور ''سات پانچ'' ان دونوں مثالوں کے لغوی معانی ادنیٰ اعلیٰ، چھوٹے بڑے سب جانتے ہیں۔ لیکن پہلے مرکب ''تین پانچ'' کے اصطلاحی یعنی مجازی معانی لڑائی جھگڑے، دنگا فساد اور مکروفریب کے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مرکب ''سات پانچ'' کے بھی اصطلاحی یعنی مجازی معانی حیلہ بہانہ، عیاری مکاری اور لڑائی جھگڑا کے ہیں۔ مزید غور کیجیے پانچ کلمہ ہے یعنی مفرد لفظ۔ اس کے لغوی معنی کون نہیں جانتا، لیکن اس کے مجازی معنی ذہین، چالاک، مکار، عیار و طرار کے ہیں۔ وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کیجیے۔ سید صاحب آپ تو فرماتے تھے ''شیخ صاحب بڑے سیدھے سادے آدمی نکلے ہیں، انھیں سات پانچ ذرا نہیں آتی''، ''اجی حضرت! وہ تو بڑے پانچ نکلے ہر بات میں اتنی سات پانچ کرتے اور ہر معاملے میں ایسی تین پانچ لاتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔''

مزید وضاحت کے لیے اس پہیلی پر غور کیجیے۔

آئے تو اک آفت لائے، جائے تو دکھ دے۔ اٹھے تو اک روگ اٹھائے، بیٹھے تو سکھ لے۔ آنا، جانا، اٹھنا اور بیٹھنا کے معانی ظاہر ہیں۔ اس پہیلی سے مراد آنکھ ہے۔ آنکھ بھلا آتی، جاتی، اٹھتی اور بیٹھتی ہے؟ نہیں، تو پھر یہاں کیا مطلب ہے؟ آنکھ آنا اور آنکھ اٹھنا دونوں کے مجازی معانی ہیں آشوبِ چشم، یعنی آنکھ دکھنا۔ آنکھ جانا کے مجازی معنی ہے بینائی نہ رہنا اور آنکھ بیٹھنا کے مجازی معنی ہے آنکھ کا ڈھیلا غائب ہو کر آنکھ کے حلقے میں ایک گڑھا سا پڑ جانا۔ چوں کہ آنا، جانا، اٹھنا اور بیٹھنا یہ چاروں کلمات آنکھ کے ساتھ مل کر یہاں مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں اس لیے چاروں کے چاروں محاورات ہیں۔

ذیل میں کچھ محاورات دیے جاتے ہیں۔ غور کیجیے کہ آیا ان میں سے ہر ایک پر محاورے کی تعریف صادق آتی ہے؟ یہ سب محاورے ہیں:

محاورات							
۱	آبرو رکھنا	۲	آبرو بنانا	۳	آبرو اتارنا	۴	آبرو خاک میں ملانا
۵	آب و دانہ اٹھنا	۶	آپے سے باہر ہونا	۷	آپے میں نہ رہنا	۸	اپنے حق میں کانٹے بونا
۹	اپنا سا منھ لے کر رہ جانا	۱۰	اپنے گریبان میں منھ ڈالنا	۱۱	اپنے منھ میاں مٹھو بننا	۱۲	آسمان سے باتیں کرنا
۱۳	آستین چڑھانا	۱۴	آسمان پر اڑنا	۱۵	آگ بگولا ہونا	۱۶	آگ برسانا
۱۷	سبز باغ دکھانا	۱۸	بھگو بھگو کے لگانا	۱۹	بیڑا اٹھانا	۲۰	بے نقط سنانا

۲۱	پانی میں آگ لگانا	۲۲	پانی پانی کرنا	۲۳	تارے گننا	۲۴	جان چرانا
۲۵	چار چاند لگ جانا	۲۶	حاشیہ چڑھانا	۲۷	خون سفید ہونا	۲۸	دال نہ گلنا
۲۹	رال ٹپکنا	۳۰	سر پر بٹھانا	۳۱	شگوفہ چھوڑنا	۳۲	طوطی بولنا
۳۳	عید کا چاند ہونا	۳۴	فاتحہ پڑھنا	۳۵	قبر پر لات مارنا	۳۶	کاغذی گھوڑے دوڑانا
۳۷	گھوڑے بیچ کے سونا	۳۸	لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا	۳۹	مٹھی گرم کرنا	۴۰	نام روشن کرنا
۴۱	وارے نیارے ہونا	۴۲	ہاتھوں کے طوطے اڑنا	۴۳	ہتھیلی پر سرسوں جمانا	۴۴	یار فروشی کرنا

۳ ضرب الامثال

عنوان پڑھیے' یہ دولفظوں سے مرکب ہے۔ضرب اور الامثال: ضرب کے معانی ہیں بیان کرنا۔امثال جمع ہے مَثل کی۔مَثل کے معنی ہیں مثال۔ یوں ضرب الامثال کے معانی ہوئے مثالیں بیان کرنا مگر یہ مثالیں عام نہیں' خاص ہوتی ہیں۔یعنی مثال کے چند الفاظ میں ایک پوری کہانی' ایک پورے قصے یا واقعے کا حوالہ ہوتا ہے۔ وہ چند الفاظ سن یا پڑھ کے سارا قصہ ذہن میں آ جاتا ہے۔ضرب الامثال کو اردو میں کہاوت بھی کہتے ہیں۔ہم وضاحت کے لیے یہاں چند ضرب الامثال (کہاوتیں) اور ان کے قصّے پیش کرتے ہیں تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ لیں۔

بخشو خالہ (بی) بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا

ایک بلی بھوکی تھی۔ شکار کی تاک میں چوہے کے بل کے آس پاس گھوم رہی تھی۔کبھی چھپ جاتی کبھی سامنے آ کر بل میں جھانکتی۔اس اثنا میں ایک چوہے نے بل میں سے ذرا سا منھ نکالا اور بلی کو دیکھتے ہی اندر بھاگ گیا۔ بلی بل کے پاس گئی اور کہا'' بھانجے تم بھاگ کیوں گئے؟ خالہ صدقے' اندر دم گھٹ رہا ہوگا۔ باہر آؤ' ہوا کھاؤ' میں تمھاری پیاری پیاری پیاری چاندسی صورت کی بلائیں لوں۔ کچھ کھاؤ پیو۔'' چوہا بلی کی باتوں میں آ گیا باہر نکلا مگر کچھ ڈرتا جھجکتا۔ ادھر بلی بے حد بھوکی تھی' بے تاب ہو کر جھپٹا مارا' پنجہ دُم پر پڑا۔ جان بڑی پیاری چیز ہے۔ چوہے نے بھر پور زور لگایا' دم ٹوٹ گئی۔ بل قریب تو تھا ہی فوراً بل میں گھس گیا۔ بلی کو بڑا افسوس ہوا۔ پیٹ میں آگ لگی ہوئی تھی۔ بل کے پاس گئی اور بہت پیار سے کہا: '' بھانجے تم کیوں ڈر گئے۔ میں تو تمھیں پیار کر رہی تھی۔ ہے ہے تمھاری دم بھی تو ٹوٹ گئی۔ میں قربان' آؤ میں تمھاری دم جوڑ دوں۔'' چوہا معاملہ خوب سمجھ چکا تھا بولا: '' بخشو خالہ (بی) بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔'' جب کوئی دشمن نقصان پہنچانے کے لیے چکنی چپڑی باتیں کرے تو یہ مَثل کہتے ہیں۔

ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں

کہتے ہیں چار سوار دکن جا رہے تھے۔ ایک کمھار بھی اپنے گدھے پر سوار ان کے ساتھ ہو لیا اور پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ جب کوئی دیکھتا اور پوچھتا کہ یہ پانچ سوار کہاں جا رہے ہیں تو کمھار جلدی سے سینے پر ہاتھ مارتا اور کہتا ہم پانچ سوار دکن جا رہے ہیں۔ جب کوئی ادنیٰ شخص اپنے آپ کو بڑے اشخاص میں شامل کرنا چاہے تو یہ مَثل کہتے ہیں۔

ٹیڑھی کھیر

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک مادرزاد (پیدائشی) نابینا سے کہا: ''حافظ جی کھیر کھاؤ گے؟'' حافظ جی نے کبھی کھیر کھائی نہیں تھی، پوچھا ''کھیر کیسی ہوتی ہے؟'' اس شخص نے کہا ''سفید۔'' پوچھا سفید کیسی ہوتی ہے؟ اس شخص نے کہا جیسے بگلا۔ حافظ جی نے پھر پوچھا، بگلا کیسا ہوتا ہے؟ وہ شخص تنگ آ چکا تھا، ہاتھ کو بگلے کی چونچ کی طرح ٹیڑھا کر کے کہا ایسا۔ حافظ جی نے ہاتھ پر ہاتھ پھیر کر کہا، یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے! ہم سے نہیں کھائی جائے گی۔ اس وقت سے ''ٹیڑھی کھیر'' ضرب المثل بن گئی اور ایسے موقع پر بولتے ہیں جب کوئی کام بہت دشوار ہو اور کیا نہ جا سکتا ہو۔

مزید توضیح و تفہیم کے لیے ذیل میں کچھ ضرب الامثال تحریر کی جاتی ہیں۔ انھیں غور سے پڑھیے اور ہر روز ایک کو اپنے جملے میں استعمال کر کے اپنے محترم استاد سے اصلاح لیجیے۔

(۱) آ بیل مجھے مار۔ (۲) آپ آئے بھاگ آئے۔ (۳) آخ تھو کھٹے ہیں۔ (۴) آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ (۵) الٹے بانس بریلی کو۔ (۶) بات کھٹائی میں پڑ گئی۔ (۷) بارہ برس دلی میں رہے بھاڑ ہی جھونکا کیے۔ (۸) باسی کڑھی میں ابال آیا۔ (۹) بدا چھا، بدنام برا۔ (۱۰) بوڑھی گھوڑی لال لگام۔ (۱۱) بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ (۱۲) پاک رہو بے باک رہو۔ (۱۳) سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا۔ (۱۴) کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند۔ (۱۵) تخم تاثیر صحبت کا اثر۔ (۱۶) جتنی چادر دیکھیے اتنے پاؤں پھیلائیے۔ (۱۷) جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ (۱۸) چور کی داڑھی میں تنکا۔ (۱۹) حساب جو جو، بخشش سو سو۔ (۲۰) خدمت سے عظمت ہے۔ (۲۱) دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ (۲۲) ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے۔ (۲۳) رات گئی بات گئی۔ (۲۴) زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ (۲۵) سیکھ وا کو دیجیے جا کو سیکھ سُہائے سیکھ نہ دیجیے باندرا جو گھر بئے کا جائے۔ (۲۶) شیخی اور تین کانے۔ (۲۷) صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل۔ (۲۸) طویلے کی بلا بندر کے سر۔ (۲۹) ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں، ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں۔ (۳۰) عید پیچھے ٹر۔ (۳۱) غریب کی جورو سب کی بھابھی۔ (۳۲) فقیر کی صورت سوال ہے۔ (۳۳) قاضی کے گھر کے چوہے بھی سیانے۔ (۳۴) کاٹھ کی ہانڈی بار بار نہیں چڑھتی۔ (۳۵) گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو۔ (۳۶) لا ددے لدا دے لادنے والا ساتھ دے۔ (۳۷) ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ (۳۸) نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔ (۳۹) ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ (۴۰) یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔

۴ سابقے اور لاحقے

ہماری زبان اردو ہر زبان کے لفظ کو قبول کر لیتی ہے پھر یہ لفظ اس طرح اردو میں گھل مل جاتا ہے کہ ذرہ بھر اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔

ہم کبھی کسی زبان کا لفظ بغیر کسی تغیر کے بعینہٖ رکھ لیتے ہیں۔ کبھی کچھ تغیر بھی کر لیتے ہیں اور کبھی اس کا ترجمہ کر کے اپنی زبان میں شامل کر لیتے ہیں۔ چناں چہ اجزائے کلمہ کے یہ نام ''سابقہ'' اور ''لاحقہ'' ہماری زبان میں رائج نہ تھے۔ ہم نے مفید پا کر پریفکس (Prefix) اور سفکس (Suffix) کا ترجمہ کر کے اپنی زبان میں داخل کر لیے۔

''سابقہ'' اس لفظ کو کہتے ہیں جسے کسی کلمے سے پہلے بڑھا کر اس کلمے کے معنی میں کچھ اضافہ یا تغیر و تبدل پیدا کر لیں جیسے ''واقف'' سے پہلے ''نا'' لگا کر ''ناواقف'' بنالیں۔ ناواقف میں اصل کلمہ ''واقف'' ہے اور ''نا'' چوں کہ اصل کلمے سے پہلے لگایا گیا اس لیے ''سابقہ'' ہے۔

''لاحقہ'' اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی کلمے کے آخر میں بڑھا کر معنوں میں کچھ اضافہ یا تغیر و تبدل پیدا کر لیا جائے' جیسے خوف کے آخر میں لفظ ''ناک'' بڑھا کر ''خوفناک'' بنالیا جائے۔ ''خوفناک'' میں اصل کلمہ ''خوف'' ہے اور ''نا'' چوں کہ اصل کلمے کے آخر میں لگایا ہے اس لیے یہ لاحقہ ہے۔ سب بڑی زبانوں کی طرح ہماری زبان اردو میں بھی اکثر زبانوں کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا سابقے اور لاحقے بھی ان سب زبانوں کے الفاظ میں لگائے جاتے ہیں کیوں کہ وہ سب الفاظ اب اردو ہی کے ہیں۔

سابقہ اور لاحقہ کبھی صرف ایک ہی حرف ہوتا ہے جیسے اٹل۔ اٹوٹ۔ اکھنڈ اور اجیت میں صرف الف سابقے ہیں اور اصل لفظ سے پہلے صرف الف لگا دیا گیا ہے۔

اسی طرح جھوٹا۔ میلا۔ بھوکا۔ نیلا اور گیروا میں ''الف'' لاحقے ہیں اور اصل لفظ کے آخر میں صرف الف بڑھا دیا گیا ہے۔

کبھی دو یا تین حروف اور کبھی مستقل کلمات سابقے اور لاحقے ہوتے ہیں۔

ذیل میں سابقوں اور لاحقوں کی مختصر فہرستیں دی گئی ہیں۔ ان پر غور کر کے سابقے اور لاحقے اصل کلمے سے الگ کیجیے۔

سابقے	استعمال
الف	اٹل۔ امر۔ اجیت۔ اٹوٹ۔ اکھنڈ۔ اچھوت۔ اچھوتا۔
اَن	انمل۔ ان گھڑ۔ ان مول۔ انگنت۔ ان گنا۔ ان دیکھا۔ انجان۔ ان پڑھ۔
نا	نادان۔ نالائق۔ نافرمان۔ ناکارہ۔ ناہنجار۔ نازیبا۔ ناراض۔ نادار۔
بے	بےوقوف۔ بےکار۔ بےحد۔ بےپروا۔ بےضرر۔ بےفکرا۔ بےڈھنگا۔
ن	نڈر۔ نکما۔ نکھٹو۔ نگھرا۔
بن	بن سلا۔ بن جتی۔ بن بیاہا۔
کم	کم زور۔ کم بخت۔ کمخواب۔ کم ظرف۔ کم حوصلہ۔ کم ہمت۔
با	باہمت۔ باحیا۔ باوفا۔ باوقار۔
پا	پابند۔ پاپوش۔ پازیب۔
خوش	خوشبو۔ خوش خُو۔ خوش خلق۔
خوب	خوبرو۔ خوب صورت۔
بد	بدخو۔ بداصل۔ بدزبان۔ بدکردار۔ بداطوار۔ بدچلن۔
خود	خودغرض۔ خودآرا۔ خودرو۔ خودفریب۔

استعمال	لاحقے
دردمند۔ فتح مند۔ غرض مند۔ آرزومند۔ ہوش مند۔	مند
دل دار۔ جان دار۔ مال دار۔ وفادار۔ زردار۔ خوددار۔ حیادار۔ غیرت دار۔	دار
جاں باز۔ سرباز۔ دغاباز۔	باز
دم ساز۔ حیلہ ساز۔ سخن ساز۔ زمانہ ساز۔ خداساز۔ خانہ ساز۔	ساز
خیرخواہ۔ دل خواہ۔ خاطرخواہ۔ بہی خواہ۔ عذرخواہ۔ نیک خواہ۔ بدخواہ۔	خواہ
خیرطلب۔ دادطلب۔ شہرت طلب۔	طلب
اداشناس۔ مردم شناس۔ قدرشناس۔	شناس
قدردان۔ مزاج دان۔ کاردان۔	دان
سخن فہم۔ شعرفہم۔ معاملہ فہم۔	فہم
عیب پوش۔ خطاپوش۔ پردہ پوش۔ ستر پوش۔ سرپوش۔	پوش
خطابخش۔ حیات بخش۔ فرحت بخش۔	بخش
شکم پرست۔ وفاپرست۔ خداپرست۔ وطن پرست۔ بت پرست۔	پرست
یارفروش۔ خودفروش۔ دل فروش۔ وطن فروش۔ دین فروش۔ سرفروش۔ ضمیرفروش۔	فروش
ملک گیر۔ جہاں گیر۔ عالم گیر۔ دست گیر۔ دامن گیر۔ گلوگیر۔ بغل گیر۔	گیر

۵ متضاد

متضاد ان دو کلموں کو کہتے ہیں جو معنوں میں ایک دوسرے کی ضد یا ایک دوسرے کے برعکس ہوں جیسے: صبح' شام' دن' رات۔ اچھا' برا۔ نیک' بد۔ نیکی' بدی۔ چھوٹا' بڑا۔ جھوٹا' سچا۔ موٹا' دبلا۔ اندھیرا' روشنی۔ دھوپ' چھاؤں۔ دور' نزدیک۔ رونا' ہنسنا۔ بیمار' تندرست۔

ذیل میں کچھ کلمات دیے جاتے ہیں ان کے متضاد لکھیے:

ہلکا۔ ٹھنڈا۔ کڑوا۔ بھوکا۔ گورا۔ سخت۔ دایاں۔ بزدل۔ کمزور۔ لمبا۔ تیز۔ چست۔ دانا۔ بودا۔ اونچا۔ خفیف۔ خوبصورت۔ حسین۔ نابینا۔ گہرا۔ گاڑھا۔ روشن۔ لطیف۔ فارغ۔ صغیر۔ غریب

۶ مترادف

جب دو کلمے ہم معنی ہوں' یعنی دونوں کے معنی ایک ہی ہوں تو ان دونوں کو ایک دوسرے کا مترادف کہتے ہیں۔ مثلاً جو معنی ''دن'' کے

ہیں وہی ''روز'' اور ''یوم'' کے بھی ہیں۔ لہٰذا ہم کہ سکتے ہیں کہ ''دن''، ''روز'' اور ''یوم'' تینوں کلمے مترادف ہیں۔ اسی طرح ''رات''، ''شب'' اور ''لیل'' تینوں کلمے ہم معنی ہیں۔ لہٰذا ہم کہ سکتے ہیں کہ یہ تینوں کلمات بھی مترادف ہیں۔ مزید وضاحت وصراحت کے لیے غور کیجیے۔ ماں، اماں، میا، ممی اور مادر سب کلمات ہم معنی ہیں۔ یعنی ان سب کے ایک ہی معنی ہیں اس لیے یہ سب کے سب آپس میں مترادف ہیں۔ اسی طرح باپ، بابا، باوا، ابا، ابو اور پدر بھی مترادف ہیں۔ ذیل میں کچھ کلمات تحریر کیے جاتے ہیں ان کے مترادفات تحریر کیجیے۔

آسان۔ آرام۔ آدمی۔ چال۔ تالا۔ دانش مند۔ حرارت۔ شکوہ۔ غم۔ مسرت۔ مریض۔ طاق۔ ظلم۔ ارزاں۔ گراں۔ فتح۔ شکست۔ تکلیف۔ دشوار۔ نزدیک۔ مجرم۔ جنگ۔ یار۔ عدو۔ کاہلی۔

تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ

۱ تشبیہ

بنانے سنوارنے سے ہر چیز خوب صورت نظر آنے لگتی ہے۔ در و دیوار پر رنگ نہ ہو تو گھر بے رونق معلوم ہوتا ہے۔ سادہ تصویر کو رنگین کر دیا جائے تو قیمت بڑھ جاتی ہے۔ رنگین اور پھول دار کپڑے اسی لیے تو پسند کیے جاتے ہیں کہ ان میں بیل بوٹے اور طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔ نثر کے مقابلے میں نظم پسند کرنے کی وجہ لفظوں کا خوب صورت استعمال اور اس میں مختلف صنعتوں کا استعمال ہے۔ صنعت کاری گری کو کہتے ہیں اور صنائع جمع ہے۔ صنائعِ لفظی، الفاظ کی کاری گریاں اور صنائعِ معنوی، معنی ومفہوم کی کاری گریاں اور حسن پیدا کرنے والے طریقے جیسے:

تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل، کنایہ، تلمیح، تضاد، حُسنِ تعلیل، مراعاۃ النظیر اور تجنیس ایسی چیزیں ہیں جن سے عبارت میں آرائش کا کام لیا جاتا ہے۔ ان سے عبارت چمک اٹھتی ہے۔ فقروں میں حسن اور مضمون میں دل کشی پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ اپنے روزمرہ میں ان سب چیزوں کو استعمال کرتے ہیں، لیکن انجان آدمی پہچانتا نہیں۔ گھر کی صفائی اور کمرے کی سفیدی دیکھ کر مختلف حضرات مختلف انداز میں تعریف کرتے ہیں۔

۱۔ گھر کس قدر صاف ہے، واہ وا، سفید براق نظر آتا ہے۔ ۲۔ کمرہ آئینے کی طرح سفید ہے۔

۳۔ کمرہ کیا ہے آئینہ ہے۔

تینوں جملوں کا مطلب ایک ہی ہے، مگر غور کرنے سے مطلب ادا کرنے اور خیال واضح کرنے میں کچھ فرق نظر آئے گا۔ الفاظ کی ترتیب اور معنوں کی ادائیگی میں پہلا جملہ سادہ اور صفت موصوف کی ترکیب سے مرکب ہے۔ دوسرے جملے میں تشبیہ اور تیسرے میں استعارہ، تشبیہ اور استعارے سے عبارت میں حسن پیدا ہوتا ہے اور مضمون میں جان پڑ جاتی ہے۔

زید حاتم کی طرح سخی ہے۔	بکر شیر جیسا بہادر ہے۔
شمیم طوطے کی مانند رٹتا ہے۔	مجید کوے کی طرح سیانا ہے۔

ان جملوں کو اگر یوں تقسیم کر دیا جائے تو کچھ باتیں زیادہ اچھے طریقے سے ذہن میں آجائیں گی۔

زید حاتم کی طرح سخی	بکر شیر جیسا بہادر
شمیم کا طوطے کی طرح رٹنا	مجید کوے کی طرح سیانا

زید کو حاتم، بکر کو شیر، شمیم کو طوطا اور مجید کو کوا کہا گیا ہے۔ زید بڑا سخی ہے اور حاتم بہت بڑا سخی تھا اور اس کی سخاوت بہت مشہور ہے۔ زید کی سخاوت سمجھانے یا اس کی بڑائی واضح کرنے کے لیے حاتم سے مشابہ بتایا گیا۔ اس عمل کو ''تشبیہ'' کہتے ہیں یعنی کسی ایک چیز کو کسی مشترکہ خوبی یا برائی کی وجہ سے کسی دوسری چیز جیسا قرار دینا ''تشبیہ'' کہلاتا ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ''سخاوت'' کی وجہ سے ''زید'' کو ''حاتم'' سے مشابہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح شیر بڑا دلیر اور بڑا بہادر ہوتا ہے، بکر کی بہادری کی تعریف میں اسے شیر کی مانند کہا گیا ہے۔

رٹنے میں طوطے اور سیان پن میں کوے کو شہرت اور امتیاز حاصل ہے۔ جب کسی طالب علم کی رٹنے کی صفت کو اجاگر کرنا ہو یا کسی کے سیان پن کی تصویر دکھانا ہو تو طوطے اور کوے کی مثال سے کام لیتے ہیں۔

ارکانِ تشبیہ:

(۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہ شبہ (۴) حرفِ تشبیہ

مشبہ: جسے تشبیہ دیں..... زید

مشبہ بہ: جس سے تشبیہ دیں..... حاتم

وجہ شبہ: وہ صفت جس کی بنا پر تشبیہ دی جائے۔ عام طور سے مشبہ بہ اس مخصوص صفت میں اتنا مشہور ہوتا ہے کہ سب کو معلوم ہوتی ہے۔ اسی لیے دوسری چیز یعنی مشبہ کو اس کے مانند بنا کر مشبہ کی ایک خاص صفت کو نمایاں کیا جاتا ہے۔

حرفِ تشبیہ: وہ کلمہ یا کلمے جو مشبہ اور مشبہ بہ کو ملائیں جیسے: مانند، جیسا، کی طرح، مثل ''بچہ چاند جیسا خوب صورت ہے'' اس فقرے میں:

بچہ	مشبہ	چاند	مشبہ بہ	جیسا	حرفِ تشبیہ	خوب صورتی	وجہ شبہ ہے

''کیا خوب صورت بچہ ہے، چہرہ چاند کی طرح گول اور چمک دار، گال گلاب جیسے سرخ، ہونٹ پنکھڑی کی مانند نازک۔''

ایک عبارت میں کئی مشبہ اور مشبہ بہ جمع ہو گئے ہیں۔

مشبہ	وجہ شبہ	مشبہ بہ	حرفِ تشبیہ	مشبہ	وجہ شبہ	مشبہ بہ	حرفِ تشبیہ
چہرہ	گولائی، چمک	چاند	کی طرح	گال	سرخی	گلاب	جیسے
ہونٹ	نزاکت	پنکھڑی	مانند				

میر کا شعر ہے:

گھر کہ تاریک و تیرہ زنداں ہے　　　سخت دل تنگ یُوسُفؑ جاں ہے

اور علامہ اقبالؒ کا مصرع ہے:

ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا

گھر کو زندان، جان کو یوسفؑ اور مسلمان کو نشتر کہنا تشبیہ ہے۔ گھر اور زندان میں وجہ شبہ تاریکی ہے اور جان کو یوسفؑ سے تشبیہ دینے کی وجہ قید میں دل کی تنگی ہے اور مسلمان کو نشتر سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ باطل کو کاٹ دیتا ہے۔

۲ استعارہ

استعارہ: لغت میں عاریتاً لینے اور کچھ دیر کے لیے اُدھار مانگ لینے کو کہتے ہیں یعنی ہم نے ذیل میں دی گئی مثالوں میں لفظ ''شیر'' کو ''حضرت عباسؑ'' کے لیے اور لفظ ''چاند'' کو ''بیٹے'' کے لیے عاریتاً لے لیا۔

تعریف: کسی ایک چیز کو کسی مشترکہ خوبی، برائی یا نقص کی وجہ سے بعینہٖ دوسری چیز قرار دے دینا ''استعارہ'' کہلاتا ہے جیسے:

بہادر کو شیر۔ بزدل کو گیدڑ۔ شریر لڑکے کو شیطان کہنا۔ مثالیں:

۱۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　　رن ایک طرف، چرخِ کہن کانپ رہا ہے

۲۔ ماں کہتی ہے میرا چاند آیا۔

پہلی مثال میں جرأت و شجاعت کے باعث حضرت عباسؑ کو شیر کہا گیا ہے لیکن شعر میں ان کا ذکر نہیں۔ اسی طرح مثال میں ماں اپنے خوب صورت بیٹے کو چاند کہتی ہے اور بیٹے کا نام نہیں لیتی۔

سب جانتے ہیں کہ شیر ایک دلیر جانور کا نام ہے اور چاند ایک سیارہ ہے مگر ہم اصلی اور مجازی معنوں کا خیال کیے بغیر لفظ بعینہٖ دوسرے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

استعارہ کے ارکان: استعارے کے دو حصے یا دو اطراف ہوتے ہیں۔ ایک مستعارلہٗ اور دوسرا مستعارمنہٗ۔ شریر لڑکا، مستعارلہٗ اور شیطان، مستعارمنہٗ ہے۔ استعارے میں مستعارلہٗ کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ یہی اس کا امتیاز ہے۔ اسی طرح ''مستعارلہٗ'' اور ''مستعارمنہٗ'' میں مشترک بات یعنی ''وجہ جامع'' (جسے تشبیہ میں وجہ شبہ کہتے ہیں) بھی بیان نہیں کرتے۔ اگر مستعارمنہٗ وجہ جامع اور حرفِ استعارہ جیسی چیز بیان کر دیں تو اسے تشبیہ کہیں گے۔

شعبِ صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں　　　بُلبُل چہک رہا تھا ریاضِ رسولؐ میں

پہلے مصرعے میں، آواز کے اتار چڑھاؤ اور اس کے جوڑ کو پھول کی پنکھڑیوں سے تشبیہ دی ہے اور حرفِ تشبیہ ''جیسے'' موجود ہے۔ دوسرے مصرعے میں حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو ''بلبل'' اور مجمع اہلِ بیت علیہم السلام کو ''ریاض'' (باغ) رسولؐ سے استعارہ کیا ہے۔

(الف) مستعارلہٗ: جس کے لیے استعارہ کیا جائے (تشبیہ میں اسے مشبہ کہتے ہیں) حضرت علی اکبرؓ جن کے لیے بلبل کا کلمہ استعمال ہوا ہے۔

(ب) مستعار منہٗ: جس کا استعارہ کیا جائے (تشبیہ میں اسے مشبہ بہ کہتے ہیں) بلبل مستعار منہٗ ہے۔

(ج) وجہ جامع: مستعارلہٗ اور مستعار منہٗ میں پائی جانے والی مشترک خصوصیات۔

حضرت علی اکبرؓ کا اذان دینا اور بلبل کی خوش آوازی اور کشش ایک جیسی ہے۔

۳ مجازِ مرسل

تعریف: وہ لفظ جس کے مجازی معنی مراد ہوں مگر حقیقی اور مرادی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو۔

رستم سہراب کا باپ تھا۔ — رستم نے لاہور میں انتقال کیا۔

چڑیا گھر میں شیر بھی ہے۔ — شیر کا تیور دیکھا تو سب ڈر گئے۔

رستم: (۱) ایران کا پہلوان تھا' جوزال کا بیٹا اور سہراب کا باپ تھا۔ (۲) بہت بہادر آدمی۔ وہ بہادر جس کے مقابلے میں کوئی نہ ٹھہر سکے۔

شیر: (۱) ایک درندہ جانور جو سب جانوروں سے زیادہ بہادر اور خوف ناک ہوتا ہے۔ (۲) بہادر آدمی' نڈر انسان' رعب داب رکھنے والا۔

گدھا: (۱) مضبوط جفاکش بار بردار چوپایہ۔ (۲) بے وقوف آدمی' جاہل' کندۂ ناتراش۔

مذکورہ بالا لفظوں میں ہر لفظ کے دو معانی درج ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ کو شروع شروع میں صرف ایک معنی کے لیے استعمال کیا گیا۔ رفتہ رفتہ لوگ اسے دوسرے معنوں میں بھی استعمال کرنے لگے۔ لفظ جب پہلے معنوں میں استعمال ہو تو یہ استعمال ''حقیقت'' کہلاتا ہے اور جب دوسرے معنوں میں استعمال ہو تو ''مجاز'' ہے۔

(۱) یونین کی صدارت تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔ (۲) ہم آپ کی چشمِ عنایت کے محتاج ہیں۔

(۳) ایک گلاس ہمیں بھی دیجیے۔

ہاتھ :	جسم کا ایک جزو (حقیقی معنیٰ)	قدرت و امکان (مجازی معنیٰ)
چشم :	آنکھ (حقیقت)	توجّہ (مجاز)
گلاس :	ایک برتن کا نام (حقیقت)	پانی (مجاز)

کلمات کا یہ استعمال ''مجازِ مرسل'' ہے۔

چشمِ کرم ۔ دستِ عنایت

کرم کی آنکھ اور عنایت کا ہاتھ نہیں ہوتا۔ نہ آنکھ اور ہاتھ کے ساتھ کرم یا عنایت کو تشبیہ دی جا سکتی ہے' مگر آنکھ سے توجہ اور ہاتھ سے سخاوت ہوتی ہے اور توجہ وصفت سخاوت سے احسان ہوتا ہے۔ اس سبب سے دونوں لفظوں کے مجازی معانی مراد لیے گئے ہیں۔ یونین کی صدارت تک ہاتھ نہیں پہنچتا۔ یہاں کل (ہاتھ) بول کر اس کا اثر یعنی قابو مراد لیا گیا ہے۔

ایک گلاس ہمیں بھی دیجیے ..... یہاں ظرف (گلاس) بول کر مظروف یعنی پانی مُراد لیا گیا ہے۔
پروفیسر سے ملیے ..... یہاں ایم۔اے کے طالب علم کو پروفیسر کہنا مستقبل کی امید کے تعلق سے ہے۔
تحصیل دار آئے تھے ..... ریٹائرڈ تحصیل دار کی آمد کی خبر دیتے ہوئے یہ جملہ عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ ماضی میں جو تحصیل دار تھے وہ آئے تھے۔

مجازِ مرسل کے استعمال کی کئی صورتیں ہیں، کل بول کر جزو مراد لینا۔ جزو بول کر کل مراد لینا۔ مسبب کی جگہ سبب اور سبب کی جگہ مسبب بولنا۔ اسی طرح ظرف کی جگہ مظروف اور مظروف کی جگہ ظرف بولنا۔ مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

(الف) جزو کہ کر کل مراد لینا: مثلاً یہ کہیں کہ "زندگی دو دن کی ہے" زندگی کو فانی سمجھتے ہوئے دو دن کی کہا۔ زندگی طویل بھی ہو سکتی ہے سو سال کی بھی ہو سکتی ہے۔ اسے دو دن کی زندگی کہا گویا جزو کہ کر کل مراد لیا۔

(ب) کل کہ کر جزو مراد لینا: بچے کے ہاتھ میں چھری دیکھ کر کہتے ہیں۔ "بیٹے! چھری رکھ دو کہیں ہاتھ نہ کٹ جائے۔" ہاتھ تو نہیں کٹتا البتہ ہاتھ کے کسی حصے پر زخم لگ سکتا ہے۔ گویا کل کہ کر جزو مراد لیا۔ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے دنیا دیکھی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے دنیا کا کچھ حصہ دیکھا ہے۔

(ج) سبب کہ کر نتیجہ مراد لینا: مثال کے طور پر یہ کہیں کہ بادل خوب برسا۔ یہاں بادل سبب ہے اس کا نتیجہ بارش ہے، کیوں کہ بادل نہیں برستا بلکہ بارش ہوتی ہے۔ گویا بادل کہ کر بارش مراد لی، یعنی سبب کہ کر مسبب یا نتیجہ مراد لیا۔

(د) مسبب کہ کر سبب مراد لینا: مثلاً یہ کہیں کہ "آگ جل کر رہی۔" آگ نہیں جلتی بلکہ لکڑی جلتی ہے۔ یہاں آگ مسبب ہے اور لکڑی سبب۔ گویا ذکر ہم نے آگ (مسبب) کا کیا اور مراد لکڑی (سبب) تھی۔

۴ کنایہ

کنایہ کے معانی ہیں اشارے سے بات کہنا اور کنایہ کی تعریف ہے: "کسی لفظ سے ایسی بات مراد لینا جو اس کے معنوں کو لازم ہو۔" مثلاً

شُترِ بے مہار: زبان دراز۔ بے ہودہ باتیں کرنے والا۔

پیٹ کا ہلکا: راز کی بات کہ دینے والا۔

"شُترِ بے مہار" کا معنی ہے "وہ اونٹ جس کی نکیل نہ ہو۔" دوسرے مرکب کا معنی ہے "پتلے اور ہلکے پیٹ والا آدمی" لیکن جب ان کلمات سے ایسے معانی مراد لیے جائیں جو ان کے اصلی معنوں کے لیے لازمی یا صفاتی ہیں تو اس لفظ یا کلمے یا مرکب کو کنایہ کہیں گے۔ جب اونٹ کے نکیل نہ ہوگی تو لازماً وہ بلبلاتا پھرے گا۔ ہلکے پیٹ کی لازمی صفت یہ ہوگی کہ کوئی چیز اس میں نہ ٹھہرے گی۔ علمِ بیان کی یہ بہت اچھی صفت ہے جس سے بیان میں لطف پیدا ہوتا ہے اور بات واضح طور پر بیان بھی نہیں ہوتی۔

مرزا غالب کا شعر ہے:

کیوں ردِّ قدح کرے ہے زاہد   مَے ہے' یہ مگس کی قَے نہیں ہے

قدح : پیالہ' مراد شراب (مجازِ مرسل)

مگس : مکھی' شہد کی مکھی

مگس کی قے : شہد کے معنوں میں کنایہ

غالب کا ہی ایک شعر ہے:

صبح آیا جانبِ مشرق نظر   اک نگار آتشیں رخ' سر کھلا

دُوسرا مصرع آفتاب کے لیے کنایہ ہے' شاعر نے اایک چیز کے لیے بہت سی صفتیں بیان کر دی ہیں:

(ا) مشرق میں نظر آیا۔ (۲) صبح کا وقت۔ (۳) چہرہ گرم اور سرخ ہونا۔

(۴) سر جس پر کوئی پردہ نہ ہو اور بال کھلے اور پریشان ہوں۔ یہ کلیہ ہے کہ کنایہ ہمیشہ وضاحت کرنے سے زیادہ لطف دیتا ہے۔

صنائع

ا تلمیح کسی بات کو اچھی طرح سمجھانے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ اسے کہانی یا گذشتہ سنے اور دیکھے ہوئے واقعے کے حوالے سے واضح کیا جائے۔ یہ وضاحت دو طرح سے ہوتی ہے۔ پہلے یہ سننے والے کو پورا قصہ سنایا جائے پھر اس سے موجودہ صورت حال کی مطابقت سمجھائی جائے۔ اس کے بعد نتیجے کی یکسانیت پر روشنی ڈالی جائے یا دوسرے یہ کہ اس قصے کی جانب محض اشارہ کر دیا جائے اور نتیجے کی یکسانیت واضح کی جائے۔ مثالیں:

(ا) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام' اللہ کے بڑے بلند مرتبہ رسول تھے' لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے اور سچی راہ دکھاتے تھے۔ ایک مرتبہ نمرود نے آپ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لکڑیوں سے میدان بھر کر آگ لگوائی۔ جب لکڑی جل چکی اور انگارے دہکنے لگے تو بادشاہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ایک خاص اہتمام سے آگ میں پھینک دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ ٹھنڈی ہو گئی اور اس میدان میں آگ کے بجائے چمن لہلہانے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی تکلیف کے بغیر وہاں سے نکل آئے۔

اس واقعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کا عقیدہ پکا اور خدا پر بھروسا ہو' یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ انسان کو اپنے مقصد سے عشق اور خلوص ہو تو دنیا کی مصیبتوں کا کیا ذکر ہے آگ بھی گلزار بن سکتی ہے۔ ہاں عشقِ صادق اور ارادہ پختہ نہ ہو تو آدمی ہمیشہ بحث مباحثہ اور دعوے دلیل ہی میں الجھا رہتا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا۔

اس طویل عبارت اور لمبی چوڑی تقریر کو علامہ اقبالؒ نے دو مصرعوں میں لکھا اور مذکورہ بالا واقعہ بیان کیے بغیر واضح کر دیا:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق   عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

''آتشِ نمرود میں کودنا'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمال ایمان اور عشقِ الٰہی میں پختگی کے مشہور امتحان کی طرف اشارہ ہے۔ واقعہ آپ نے پڑھا ہے اور سب کو معلوم ہے۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد کے بہت پیارے بیٹے تھے‘ یہ محبت بھائیوں کو ناپسند تھی۔ایک مرتبہ سب بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کے خلاف سازش کی اور انھیں سیر وتفریح کے بہانے گھر سے لے جا کر ایک کنویں میں ڈال دیا۔ واپس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام سے جھوٹ موٹ کہ دیا: ’’یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔‘‘ حضرت یعقوبؑ یہ خبر سن کر نڈھال ہو گئے، مدتوں روتے رہے‘ گھر اجڑ گیا۔ادھر حضرت یوسف علیہ السلام بے حد مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔غلام بنائے گئے‘ بازار میں بیچے گئے‘ قید و بند میں رہے۔ اسی طرح کی مصیبتیں حامد پر گزر رہی ہیں۔عزیزوں اور بھائیوں نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔

اسی بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے:

’’حامد بھرے پُرے خاندان کا آدمی ہے مگر وہ سب برادرانِ یوسفؑ ہیں۔‘‘ اس حُسنِ بیان اور خوب صورتی کا نام تلمیح ہے۔

تلمیح: نظم ونثر میں ایک لفظ یا چند مختصر الفاظ کے ذریعے سے کسی مشہور آیت‘ روایت‘ واقعے یا تاریخی سانحے کی طرف اشارہ کرنا۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب	آؤ نہ‘ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

کوہِ طور: وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے کلام کرتے تھے۔ایک دن آپ نے امت کے کہنے سے اللہ کے حضور درخواست کی کہ مجھے اپنا دیدار عطا فرمائیے۔جواب ملا ’’لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی‘‘ (تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے‘ لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہ گیا تو پھر دیکھ سکو گے) اس کے بعد ایک چمک ہوئی‘ پہاڑ سرمہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔قرآن مجید میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔اردو میں بہت سی تلمیحوں کے حوالے سے: ارنی۔لن ترانی۔ کوہِ طُور۔تجلّی۔تجلّی کی تاب نہ لانا۔طُورِ سینا۔مناجاتِ موسیٰ علیہ السلام۔آرزوئے دیدار۔برقِ طُور وغیرہ تلمیحات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ابنِ مریمؑ ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی (غالبؔ)

عیسیٰ علیہ السلام‘ بیماروں کو چھو لیتے تو مرض جاتا رہتا تھا‘ مردے کو ’’قم بِاذنِ اللہ‘‘ (اللہ کے حکم سے اٹھ بیٹھ) فرمایا تو مردہ زندہ ہو گیا۔ اس بات کے لیے بہت سی تلمیحیں استعمال ہوتی ہیں۔عیسیٰ نفس۔دمِ عیسیٰ۔اعجازِ مسیحا۔

اِک کھیل ہے ’’اورنگِ سلیمان‘‘ مِرے نزدیک اِک بات ہے ’’اعجازِ مسیحا‘‘ مِرے آگے

اورنگِ سلیمانؑ: حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے محبوب نبی تھے۔آب و ہوا‘ جن و بشر‘ خشک و تر کی بادشاہت ملی ہوئی تھی‘ پرندوں کی بات سمجھتے اور جنات پر حکومت کرتے تھے۔آپ کا تخت (اورنگ) ہوا لے کر چلتی تھی۔آپ کے پاس ایک انگوٹھی تھی اور انگوٹھی میں ایک نقش تھا جس کے اثر سے جن و پری آپ کے فرماں بردار تھے۔حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق یہ تلمیحات ہیں۔

نقشِ سلیمانؑ۔تختِ سلیمانؑ۔ہدیہ مُورِ سلیمانؑ۔چیونٹی اور سلیمانؑ۔بلقیس و سلیمانؑ۔ہُدہُد اور سلیمانؑ۔

آبِ حیات: (آبِ حیوان‘ چشمۂ حیواں‘ آبِ بقا) کہتے ہیں کہ طویل اور تاریک راستے کے بعد ایک چشمہ ہے جس کا پانی پینے والا کبھی نہیں مرتا۔ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے سکندر نے وہاں جانے کی خواہش کی۔آپ نے فرمایا‘ میں تجھے وہاں لیے تو چلتا ہوں لیکن کچھ شرطیں ہیں۔سکندر نے شرطیں مان لیں‘ لیکن جب ظلمات میں داخل ہوا تو ہمت ہار گیا اور راستے ہی سے واپس آ گیا۔حضرت خضر نے چشمے پر پہنچ کر پانی پیا۔ اس لیے خضر و سکندر کا ذکرِ راہنمائی‘ سکندر کا چشمۂ آبِ حیات سے پیاسا پلٹنا وغیرہ کو تلمیحات کی حیثیت حاصل ہے۔

صبرِ ایوبؑ۔ نالۂ یعقوبؑ۔ نغمۂ داوٗدؑ۔ ملکِ سلیمانؑ جیسی بے شمار تلمیحیں گذشتہ پیغمبروں اور پرانی اُمّتوں کے واقعات سے متعلق رائج ہیں۔

خیبر شکن: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کی جنگ میں یہودیوں کے قلعے قموص کو فتح کیا اور قلعے کا بہت بھاری دروازہ توڑا اور اپنے ہاتھ سے اٹھا کر پھینک دیا۔ اس جنگ میں مرحب و عنتر نامی بہادروں کو تلوار سے قتل کیا۔ علامہ اقبالؒ کے ذیل کے شعر میں مرحبی' عنتری' حیدری جیسی تلمیحات سے مذکورہ حقائق مراد ہیں۔

؎ نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے — وہی فطرتِ اسدا للّٰہی' وہی مرحبی' وہی عنتری

کربلا' ذبحِ عظیم: امام حسینؓ دس محرم ۶۱ھ کو کربلا نامی میدان میں یزید کے حکم سے شہید کر دیے گئے۔ اس واقعے سے تعلق رکھنے والی بہت سی تلمیحات اردو میں استعمال ہوئی ہیں۔ مثلاً شاہِ شہیداں' شامِ غریباں' صبحِ عاشور وغیرہ۔

گنج بخش: جناب سید علی ہجویریؒ کی کرامت اور گنج شکر بابا فرید الدینؒ کی کرامت و عطا کی تلمیح ہے۔

مذہبی تلمیحات کے علاوہ لیلیٰ' مجنوں۔ شیریں' فرہاد۔ سسی' پنوں۔ ہیر رانجھا۔ محمود و ایاز۔ مانی و بہزاد۔ لنکا ڈھانا۔ ہفت خواں رستم۔ جامِ جمشید۔ تیشۂ فرہاد۔ آئینۂ سکندری۔ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔ ٹیڑھی کھیر۔ جون پور کا قاضی بھی تلمیحات کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔

۲ صنعتِ تضاد

دھوپ اور چھاؤں' چاندنی اور اندھیرا' سیاہ اور سفید کو یکجا دیکھیے کیا لطف نظر آتا ہے! اسی طرح لفظوں اور معنوں کو ربط دیا جائے تو عبارت رنگین اور شعر خوب صورت ہو جاتا ہے۔ محمد حسین آزاد شہاب الدین غوری کی فوجی گشت کے سواروں کے گرفتار کردہ چند گھسیاروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سب کے سب جنگلی گنوار تھے' مگر دو بڈھے ہوشیار اور تجربے کار نکلے۔'' چھوٹے سے جملے میں ''جنگلی گنوار اور ہوشیار' تجربے کار۔'' کے لطف پر غور کرنا چاہیے۔ یہ لطف متضاد الفاظ و معانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

''اللہ نے دن کام اور رات آرام' صبح جاگنے اور شام سونے کے لیے بنائی ہے۔''

دن۔ رات۔ صبح۔ شام۔ کام۔ آرام۔ سونا۔ جاگنا۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

؎ سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں — ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں (اقبالؔ)

اس شعر میں سکون اور تغیر دو متضاد لفظ آئے ہیں اس لیے اس میں ''صنعتِ تضاد'' ہے۔

؎ ایک سب آگ ، ایک سب پانی — دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں (میر تقی میرؔ)

۳ حُسنِ تعلیل

دنیا میں ہر بات کسی وجہ سے ہوتی اور ہر واقعے کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ کسی کو سبب معلوم ہوتا ہے لیکن بعض اوقات کوئی اصل سبب سے ناواقف ہوتا ہے اور از خود کسی چیز کو علّت (وجہ) قرار دے دیتا ہے۔ مثلاً شمع بجھ جائے تو دھواں اٹھنے کا اصل سبب نامکمل طور پر جلنا ہے مگر

مرزا غالبؔ کے خیال میں اصل عِلّت اور بنیادی سبب کچھ اور ہے:

؎ شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد
شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اُٹھتا ہے

میرے مرنے کے بعد ''شعلۂ عشق'' جو سرخ اور رنگین لباس پہنتا تھا' کالے کپڑے پہننے لگا آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ یہ معمولی بات ہے کہ شمع بجھ گئی لہٰذا دھواں چھا گیا۔نہیں یہ اتنی سرسری بات نہیں ہے:

؎ ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فُرات کی
پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی (میر انیسؔ)

ساحل سے موجوں کا ٹکرانا دیکھ کر انیس نے ایک عِلّت یا وجہ بیان کی کہ سپاہِ خدا یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے جاں نثار مجاہد تین دن سے پیاسے تھے۔ان کے غم اور ان تک نہ پہنچنے کی شرم سے فرات کی موجیں ساحل سے سر ٹکرا رہی تھیں۔وہ شدتِ غم اور انتہائی مایوسی کے عالم میں تھیں۔اس حسین اندازِ بیان اور اظہارِ خیال کو ''حُسنِ تعلیل'' کہتے ہیں۔

حُسنِ تعلیل کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

''کسی بات کی ایسی خوش نُما اور شاعرانہ وجہ بیان کرنا جو حقیقت میں اصلی وجہ نہ ہو۔''

؎ قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا!
زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گُل سو زر بکف (غالبؔ)

سائنس میں پھول کے زیرے کی زردی کا کوئی بھی سبب ہو' شاعر کے خیال میں اس کی وجہ کچھ اور ہے۔قارون اپنے سونے کے خزانے سمیت زمین میں دھنس گیا تھا۔وہ سمجھتا تھا کہ دولت محفوظ رہی مگر ایسا نہ ہوا' جو گُل زمیں سے ہو کر شاخ پر آتی ہے اس کی مٹھی میں سونا ہوتا ہے اور پھول وہ سونا ہتھیلی پر رکھ کر سب کو دکھاتا ہے۔

؎ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
سب کہاں ؟ کچھ لالہ و گُل میں نمایاں ہوگئیں (غالبؔ)

یعنی آپ جانتے ہیں کہ لالہ وگُل اور رنگا رنگ پھولوں میں یہ حسن کہاں سے آیا؟ بات یہ ہے کہ سیکڑوں حسین چہرے قبر کے اندر اور زمین کی تہ میں جا چکے ہیں' ان چہروں میں سے تھوڑے سے چہروں کے جلوے ہیں جو لالہ وگُل کی صورتوں میں آ گئے ہیں۔پھولوں کے حسن کو دفن شدہ حسین صورتوں کا پرتو بتانا حسنِ تعلیل ہے۔

۴ مراعاۃُ النَّظیر

''نسیمِ سَحر کلیوں کو چھیڑتی' چڑیوں کو گدگداتی' ٹہنیوں کو ہلاتی' پتّوں کی تالیاں بجاتی چلی' کلیاں کھلیں' پھول مہکے' چڑیاں اڑیں' بلبل چہکی' فضا خوشبو اور طائروں کے نغموں سے بھر گئی۔''

؎ یہ ستارہ' چمک بختِ بیدار کی
یہ ہلال' آب ہے تیغِ خم دار کی

تعریف: ''ایک ہی مضمون سے تعلق رکھنے والے مناسب الفاظ کو سلیقے سے استعمال کیا جائے تو پڑھنے اور سننے میں عبارت اچھی لگتی ہے' اسے مراعاۃ النظیر کا نام دیا جاتا ہے۔'' مثالیں ملاحظہ ہوں۔

باغ کے تذکرے میں رَوش، تختہ، سروو چمن، گُل و بلبل، خاروخس، پھول اور کلی، سبزہ اور درخت آئیں تو اس صفت کو مراعاۃ النظیر کہیں گے۔

ب۔ رات چھٹکاتی ہے تارے، صبح برساتی ہے نور — موسمِ باراں بچھا دیتا ہے سبزہ دُور دُور

اس شعر میں رات، تارے، نور، باراں، برساتی۔ ایک ہی مضمون سے تعلق رکھنے والے الفاظ ہیں۔ اس میں صنعتِ مراعاۃ النظیر مستعمل ہے۔

مراعاۃ النظیر کی تعریف یوں بھی کر سکتے ہیں:

''کلام میں ایسے الفاظ کو جمع کرنا جن میں باہمی مماثلت اور مناسبت ہو، تضاد نہ ہو'، جیسے:

ب۔ رَو میں ہے رَخشِ عمر، کہاں دیکھیے تھمے — نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

شعر کے تمام کلمات گھوڑے کے مناسبات سے تعلق رکھتے ہیں۔ رو، تھمنا، ہاتھ، باگ، پا، رکاب۔

۵ تجنیس

ا۔ ''زمیں پر، پر گرا ہے۔'' ''کل آؤ گے تو، کل دکھا دیں گے۔'' ''ذوق کا دیوان ذوق سے سیکھو تو زبان سنور جائے۔''

۲۔ خیبر میں کیا گزر گئی روح الامین پر — کاٹے ہیں کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر

۳۔ یُوسفؑ سے عزیز کو کئی سال — زندانِ عزیز میں پھنسایا

ان مثالوں میں پر (حرف) پر (اسم) کل (اسمِ ظرفِ زمان) کل (اسم آلہ) ذوق (تخلص) ذوق (اسم) عزیز (صفت) عزیز (اسم لقب) ہے۔ ہر جگہ حروف یکساں اور لفظ ایک ہی معانی الگ الگ ہیں۔

۴۔ دربار میں، دربارِ علیؑ ہوتے ہیں ہر بار

مصرع میں ''بار'' تین مرتبہ ''دربار'' دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ کلمات لکھنے میں تو یکساں ہیں مگر پڑھنے میں الگ الگ ہیں۔

تعریف: ''جب دو لفظ ایسے لائیں جو صورت میں ایک ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں، دونوں الفاظ کے اجزا میں مشابہت ہو (عرض۔ غرض) (آسی۔ عاصی) قریب المخرج ہوں اور ان کی ادائیگی مِلتی جُلتی ہو اسے صنعتِ تجنیس کہتے ہیں۔''

تجنیسِ تام: ایسے دو لفظوں کا ایک ہی جگہ استعمال کرنا جو صورت میں بالکل یکساں اور معنوں میں مختلف ہوں جیسے:

''یہ اقبالؔ کا اقبال ہے کہ ہر شخص ان کا کلام آنکھوں سے لگاتا ہے۔''

ب۔ بھیجی ہے جو مجھ کو شہِ جم جاہ نے دال — ہے لطف و عنایاتِ شہنشاہ پہ دال

ب۔ چھوڑوں گا میں نہ اس بُتِ کافر کا پوجنا — چھوڑے نہ خَلق گو مجھے کافر کہے بغیر

دال	کھانے کی چیز	اسم جنس (اردو)
کافر	معشوق	اسم صفت (اردو)

دال	رہنمائی کرنے والا۔ رہنما۔ دلیل	اسم فاعل (عربی)
کافر	خدا کا منکر، مومن کی ضد	اسم فاعل (عربی)

باب ششم

خطوط نویسی

ہدایات

خط ایک تحریری ملاقات ہے جس سے ہم اپنے اپنے حالات ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ اسی وجہ سے خط کو نصف الملاقات کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے، مگر اپنے اور دوسروں کے حالات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ خط لکھتے وقت ان ہدایات پر عمل کریں:

(۱) خط لکھتے وقت یوں سمجھیے کہ آپ جسے خط لکھ رہے ہیں وہ آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور آپ کی باتیں غور سے سن رہا ہے۔ اس لیے اس کے بڑے یا چھوٹا ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کرنی چاہیے۔

(۲) جو کچھ آپ لکھنا یا کہنا چاہتے ہیں وہ مختصر الفاظ میں لکھیں تا کہ اپنا اور دوسرے کا وقت ضائع نہ ہو۔

(۳) خط میں کوئی فضول بات نہ لکھیں۔ مطلب کی باتیں لکھیں اور جو کچھ لکھیں صاف اور خوش خط لکھیں۔

(۴) خط کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں مرتب کرنا چاہیے۔ لمبے فقرے اکثر الجھن کا باعث ہوتے ہیں۔ تحریر میں بھدا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

(۵) خط کے آغاز میں پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیے۔

(۶) خط کی پیشانی کے دائیں طرف اپنا مختصر پتا لکھیے جیسے:

۲۹۱۔ شاد باغ، منڈی بہاؤالدین

اس کے نیچے تاریخ درج کیجیے جیسے: ۵۔ فروری ۲۰۱۸ء

نوٹ: عربی زبان میں خط کو مکتوب، لکھنے والے کو کاتب یا مکتوب نگار اور جسے خط لکھا جائے اسے مکتوب الیہ کہا جاتا ہے۔

خط کے حصّے

عموماً خط مندرجہ ذیل حصوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(۱) مقامِ روانگی اور تاریخ (۲) القاب (۳) آداب و تسلیمات (۴) خط کا مضمون (۵) اختتامِ مکتوب

(۶) کاتب یا خط لکھنے والے کا نام اور پتا (۷) مکتوب الیہ کا پتا

خطوط کی اقسام

(۱) نجی خطوط (۲) کاروباری خطوط (۳) سرکاری خطوط (۴) مراسلہ جاتی خطوط

القاب و آداب

مکتوب الیہ	القاب و آداب	خاتمہ
والد	محترم ابا جان! السلام علیکم۔	آپ کا بیٹا
والدہ	محترمہ امی جان! السلام علیکم۔	آپ کا بیٹا
چچا	محترم چچا جان! السلام علیکم۔	آپ کا بھتیجا

چچی	محترمہ چچی جان! السلام علیکم۔	آپ کا بھتیجا
ماموں	محترم ماموں جان! السلام علیکم۔	آپ کا بھانجا
ممانی	محترمہ ممانی جان! السلام علیکم۔	آپ کا بھانجا
خالو	محترم خالو جان! السلام علیکم۔	آپ کا فرمانبردار
خالہ	محترمہ خالہ جان! السلام علیکم۔	آپ کا فرمانبردار
استاد	استادِ محترم! السلام علیکم۔	آپ کا شاگرد
دوست	سید بھائی، چودھری بھائی۔ پیارے دوست السلام علیکم۔	آپ کا صادق
بڑا بھائی	محترم بھائی جان! السلام علیکم	آپ کا ننھا بھائی
چھوٹا بھائی	پیارے بھائی! السلام علیکم۔ عزیزم!	آپ کا دعا گو
بڑی بہن	پیاری آپا جان! السلام علیکم۔	آپ کا عزیز بھائی
چھوٹی بہن	پیاری بہن! السلام علیکم۔ منّی آپا!	آپ کا بھائی
سہیلی	عزیز سہیلی، پیاری سہیلی، سلمٰی باجی، پیاری عظمٰی! السلام علیکم	آپ کی سہیلی
اجنبی	مکرمی! محترمی! شیخ صاحب! سید صاحب! مکرم بندہ! السلام علیکم	نیاز مند۔ خاکسار۔ خیر اندیش۔ آپ کا مخلص۔ بہی خواہ۔ خیر طلب

خطوطِ غالب (مراسلے سے مکالمے کا سفر)

نمونے کے خطوط لکھنے سے پہلے مرزا غالب کے دو خطوط پیش کیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ انشائے اردو میں مرزا غالب کے خطوط منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ غالب نے خط نگاری میں جدّت پیدا کی۔ اس کا اندازہ غالب کے ان دو خطوط سے بآسانی ہو جاتا ہے جو انھوں نے اپنے پیارے شاگرد میر مہدی حسین مجروح کے نام لکھے ہیں۔ پڑھیے اور لطف اٹھائیے۔

۱

اے جناب میرن صاحب! السلام علیکم۔

حضرت آداب!

کہو صاحب! آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کی؟

حضور! کیا میں منع کرتا ہوں؟ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تن درست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے۔ وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں۔ پھر آپ کیوں تکلیف کریں!

نہیں میرن صاحب! اس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں۔ وہ خفا ہوتا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے۔

حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں۔آپ سے خفا کیوں ہوں گے؟

بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو؟

سبحان اللہ! اے لو حضرت! آپ تو خط لکھتے نہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔

اچھا تم باز نہیں رکھتے، مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں؟

کیا عرض کروں" سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ اٹھاتا۔اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ آپ کا خط جاوے۔میں اب پنج شنبے کو روانہ ہوں گا۔میری روانگی کے بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا۔"

میاں ہوش کی خبر لو۔تمھارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ۔میں بوڑھا آدمی ہوں' تمھاری باتوں میں آ گیا۔آج تک اسے خط نہیں لکھا۔''لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ''

سنو مہدی صاحب! میرا کچھ گناہ نہیں۔میرے خط کا جواب لکھو۔تپ تو رفع ہو گئی پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو۔پرہیز کا خیال بھی رکھا کرو۔یہ بُری بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔تمھارا پرہیز اگر ہو گا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہو گا حالات یہاں کے مفصّل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے۔دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں۔حکیم اشرف علی میں اور ان میں کچھ کونسل ہو تو رہی ہے۔پنج شنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے پوچھو۔جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمھاری کیا گت ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے'' آں دفتر را گاؤ خورد' اس کے کیا معانی ہیں پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں۔

اس وقت پہلے تو آندھی چلی' پھر مینہ آیا۔اب مینہ برس رہا ہے۔میں خط لکھ چکا ہوں۔سرنامہ لکھ کر رکھ چھوڑوں گا۔جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک لے جائے گا۔

میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے۔اللہ' تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد بن گئے۔کہو وہاں کے لوگ تمھیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔

میر نصیرالدین کو دعا کہنا۔

غالبؔ

مئی ۱۸۶۱ء

(۲)

کیوں صاحب! روٹھے رہو گے یا کبھی منو گے بھی؟ اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ لکھو۔میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں۔یعنی جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص خود تشریف لایا۔خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہ آ رہے ہوں' بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو۔میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں وقت گزر جاتا ہے۔کیا سبب کہ دس بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا' یعنی تم نہیں آئے۔خط لکھو صاحب! نہ لکھنے کی وجہ لکھو۔آدھ آنے میں بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔

غالبؔ

سوموار ۷۔دسمبر ۱۸۵۷ء

نمونے کے چند خطوط

۱ والد کے نام

(سکول میں امتحانی نتیجہ کی روداد بیان کرنا)

۸۷۔واسا کالونی۔لاہور

یکم اپریل ۲۰۱۸ء

محترم ابا جان! السّلام علیکم۔

مبارک ہو۔یکم اپریل آئی' میری کامیابی کی خوشخبری لائی۔ بے رنگ سا سکول پہنچا۔سکول کا وسیع صحن طلبہ سے بھر پور تھا۔اساتذہ کرام تشریف لا رہے تھے۔نو بج چکے تو ہیڈ ماسٹر صاحب جلوہ افروز ہوئے۔ ہر جماعت کی قطار لگ گئی' مگر دل دھڑک رہے تھے۔معلوم نہیں کیا نتیجہ نکلے۔ پاس ہیں یا فیل یا زیرِ غور۔خدا خدا کر کے نتیجے کی فہرستیں اساتذہ کو ملیں وہ خراماں خراماں اپنی اپنی جماعت میں گئے۔نتیجہ سنایا۔ پاس ہونے والے طلبہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ وہ ناچتے تھے' گاتے تھے' تکبیر کے نعرے لگاتے تھے۔کبھی سکول زندہ باد کا نعرہ لگتا' کبھی ہیڈ ماسٹر صاحب زندہ باد کا نعرہ بلند ہوتا۔کوئی آدھ گھنٹا یہی کھیل ہوتا رہا۔آخر سب لڑکے سکول سے نکل گئے۔صرف نویں جماعت بیٹھی تھی جو ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اٹھے تو ہمارے دل مضطرب تھے۔انھوں نے نتیجہ سنائے بغیر پاس ہونے والے طلبہ کو مبارکباد دی اور فیل ہونے والے طلبہ کو مایوسی سے نکال کر آئندہ سال زیادہ محنت کر کے اچھے نمبروں میں پاس ہونے کی نصیحت کی۔ پھر نتیجہ سنایا۔ ہمارے سیکشن کے پانچ لڑکے فیل ہوئے اور باقی ہم سب پاس۔ ہماری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔اچھلنے' کودنے' ناچنے کو جی چاہتا تھا' مگر پاسِ ادب سے خاموش اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔فیل ہونے والے طلبہ گردنیں جھکائے' منھ لٹکائے سکول سے نکل گئے۔

پیارے ابا جان! یہ سب آپ کی اور امی جان کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔اِن شاءَاللہ دسویں جماعت امتیاز کے ساتھ پاس کروں گا اور وظیفہ حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کروں گا۔امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔آپ بھی دعا کرتے رہیں۔

امّی جان کو سلام۔تنزیلہ کو دعا۔

آپ کا بیٹا
محمد سعد اسلم

۲ والدہ کے نام

(موسم گرما کی تعطیلات کا ذکر)

۲۶۲۔محمد نگر،اٹک کینٹ

۲۰۔مئی ۲۰۱۸ء

محترمہ امی جان! السلام علیکم۔

میں نے ۱۳۔اپریل کو آپ کی خدمت میں خط لکھا تھا۔آج تک انتظار کر رہا ہوں کہ آپ کا گرامی نامہ آئے تو جواباً کچھ عرض کروں' مگر منتظر ہی رہا۔اب مئی کا مہینا ختم ہونے کو ہے اور جون کی آمد آمد ہے۔ یہ مہینا خصوصی طور پر گرم ہوتا ہے۔اسی لیے موسم گرما کی تعطیلات اس مہینے

میں ہوا کرتی ہیں۔امید ہے دس بارہ تاریخ تک تعطیلات ہوجائیں گی اور میں فوراً آپ کی خدمت میں پہنچنے کی کوشش کروں گا اور گھر آ کر ابا جان کا ہاتھ بٹاؤں گا اور کاشت کاری میں ان کی مدد کروں گا۔ مجھے ہر وقت آپ کی صحت کا خیال رہتا ہے۔خدا کرے کہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر قائم رہے اور ہم آپ کی دعاؤں کی برکت سے اس قابل ہوجائیں کہ ملک اور قوم کی خدمت کر سکیں۔ میں ہر نماز میں آپ کے لیے دعائیں مانگتا ہوں۔آپ کی دعاؤں نے مجھے دسویں جماعت میں پہنچایا ہے اور آئندہ بھی میری ترقی میں رفیق رہیں گی۔زیادہ آداب۔

آپ کا بیٹا

ارشد محمود ناشاد

۳ بڑے بھائی کے نام

(خط لکھنے کا تقاضا کرنا)

۱۳۱۔ماڈل ٹاؤن۔راول پنڈی

۱۵۔فروری ۲۰۱۸ء

محترم بھائی جان! السّلام علیکم۔

آپ کو گھر سے گئے ہوئے ایک مہینا ہو گیا ہے۔مگر آپ نے اپنی خیریت کا ایک خط بھی نہیں بھیجا۔والدہ صاحبہ بہت پریشان اور فکر مند ہیں۔خدا کرے کہ آپ بہ خیر و عافیت ہوں اور ہم لوگوں کی یاد آپ کو بے قرار کرتی رہے۔

ابا جان بھی فکر مند ہیں۔ننھا اکو جو اباّ اباّ کی گردان سے تھکتا نہیں بسا اوقات آپ کی تصویر کارنس سے اتار لیتا ہے اور سارے گھر میں لیے پھرتا ہے۔پرسوں آپا جان آئی تھیں، آپ کا پوچھتی رہیں۔رات دلھا بھائی بھی آ گئے اور آج وہ اپنے گھر چلی گئیں۔

اگر آپ کا خیریت نامہ جلد نہ آیا تو ابا جان کو آیا سمجھیے اور پھر ان کی خفگی آپ کی لیت و لعل کے لیے آفت بن جائے گی۔وہ آپ کا کوئی عذر قبول نہیں فرمائیں گے۔پس خیریت اسی میں ہے کہ اپنی خیریت سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔زیادہ آداب۔

آپ کا بھائی

عبدالعزیز ساحر

۴ آپا کے نام

(دسمبر کی چھٹیاں ایک ساتھ گزارنے کے لیے)

۲۰۰/اے۔غلام محمد آباد، فیصل آباد

۲۰۔نومبر ۲۰۱۸ء

محترم آپا جان! السّلام علیکم۔

آپ کا خط آیا، پڑھا، امی جان کو سنایا، ابا جان نے بھی پڑھا، سب خوش ہوئے اور آپ کی صحت و سلامتی کے لیے دعائیں کیں۔اچھی آپا! آپ نے اپنی خیریت تو لکھی، مگر دلھا بھائی کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ دورے پر ہیں۔اگر گھر پر ہوتے تو آپ ضرور لکھتیں۔

اچھا تو اب سعد سکول جانے لگا ہے یا نہیں؟ پیاری بہن! بچوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ پڑھ لکھ کر بہترین آدمی بنیں۔ ملک کو قابل آدمیوں کی بے حد ضرورت ہے۔ خاندان اور قبیلے کا نام اسی سے روشن ہوتا ہے اور یہی روشنی تمام متعلقین کی آنکھوں کے نور کو بڑھاتی ہے۔

دسمبر کی چھٹیوں میں آپ ضرور تشریف لائیں۔ ان دنوں ہم سب بہن بھائی اکٹھے تعطیلات گزاریں گے۔ امی جان کی بھی یہی تاکید ہے' لہٰذا آپ ضرور تشریف لائیں۔ زیادہ آداب و نیاز۔

آپ کا بھائی

صہیب رُومی

۵ چچا کے نام

(مزاج پُرسی اور چچی کی بیماری پر تشویش ظاہر کرنا)

طارق کالونی، لاہور

۳۔ نومبر ۲۰۱۸ء

محترم چچا جان! السّلام علیکم

شاید آپ نے خط نہ لکھنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ابا جان نے خط لکھا۔ جواب ندارد۔ امی جان نے مکتوب بھیجا۔ رسید نہیں ہے۔ اب میں خود یعنی آپ کا بھتیجا خط لکھ رہا ہوں۔ امید ہے جواب سے محروم نہیں رہوں گا۔

سب سے پہلے یہ بتائیے کہ اب چچی جان کی صحت کیسی ہے؟ بُخار اترا یا نہیں؟ ڈاکٹر صاحب کی رائے کیا ہے؟ اگر آپ کے ہاں تشفی آمیز علاج ناممکن ہے تو انھیں یہاں لے آئیے۔ لاہور میں اچھے سے اچھا اور بہتر سے بہتر علاج میسر آ سکتا ہے۔ تکلیف فرمائیے اور چچی جان کو یہاں لے آئیے۔

دسمبر آ رہا ہے۔ موسمِ سرما کی تعطیلات لا رہا ہے۔ میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ اگر افتخار بھائی آ جائیں تو بہت اچھا ہو۔ لاہور کی سیر کریں گے اور مل کر پڑھیں گے۔ میں انھیں بھی خط لکھ رہا ہوں۔ چچی جان کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دیں۔ زیادہ آداب۔

آپ کا بھتیجا

شہریار احمد فتیانہ

۶ چھوٹے بھائی کے نام

(اچھی صحبت اختیار کرنے کے لیے نصیحت)

۲۵۔ جوہر ٹاؤن، جام پُور

۲۱۔ جنوری ۲۰۱۸ء

نوید میاں! السّلام علیکم

آپ کا خط آیا' پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ اب صحت یاب ہو گئے ہیں۔ ابو جان کا مکتوب بھی موصول ہوا کہ نوید کو تعلیمی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ دل لگا کر پڑھتے لکھتے نہیں اور ایسے دوست پیدا کر رکھے ہیں جو شریف کم اور آوارہ زیادہ ہیں۔ یاد رکھیے

ایسے دوستوں کی صحبت تعلیم میں ناکامی اور اخلاق میں پستی کا موجب ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو خوب محنت کرو اور پاکیزہ اخلاق سیکھو تاکہ نہ صرف آپ ذلت و رسوائی سے بچ جائیں، بلکہ آپ کے بزرگوں پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔

نوید! آپ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ مجھے حق پہنچتا ہے کہ سزا دوں، مگر اب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ اب ایسے دوستوں کو سلام کرو اور پڑھنے لکھنے میں پوری توجہ صرف کرو۔ امتحان سر پر ہے، نہ پڑھو گے، محنت نہیں کرو گے تو فیل ہو کر ناک کٹواؤ گے۔ خاندان کے نام پر حرف آئے گا۔ دوستوں میں کیا عزت رہ جائے گی؟ ماں باپ کو کتنی کوفت ہوگی! مجھے امید ہے کہ آئندہ ایسی شکایت نہیں آئے گی اور آپ خود اپنی عزت کا پاس کریں گے۔ زیادہ دعا۔

آپ کا بھائی

طیّب ارمغان

۷ دوست کے نام

(ناراض دوست کو منانا)

بستی میاں پنجہ، بھکر

۳۔ اپریل ۲۰۱۸ء

سیّد بھائی! السّلام علیکم۔

روٹھتے ہو۔ روٹھو۔ ہم منانے کو تیار ہیں، مگر یہ تو کہو کہ روٹھے کیوں؟ اس لیے کہ آپ کو منایا جائے، خوشامد کی جائے، معافی مانگی جائے، کیا دوستی روٹھنے منّنے ہی کا نام ہے؟ اب ضد چھوڑیے۔ سنا ہے سیّدوں کا حوصلہ بڑا ہوتا ہے۔ ان کے دل میں ایسی ویسی باتیں جگہ نہیں پاتیں۔ آپ بھی تو سیّد ہیں، پاک فطرت ہیں، پھر یہ روٹھنا کیا معنی؟

اچھا تو آپ سیّد سے بڑھ کر قبلہ و کعبہ ہیں۔ مان لیا۔ کہیے اب تو خط کا جواب دیجیے گا یا نہیں؟ اگر ''نہیں'' قائم ہے اور اسے قائم رکھنا ہے تو میں حاضر ہو کر مناؤں گا۔ پاؤں پڑوں گا۔ اس پاک ہستی کا واسطہ دوں گا۔ جس نے آپ کو سیّد ہونے کا خلعت بخشا ہے۔

سنیے صاحب! آپ سیّد ہیں تو ہم بھی راجپوت ہیں۔ آپ جھکنا نہیں جانتے تو ہماری گردن میں بھی خم نہیں آ سکتا۔

ارے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃ میں کیا کہ گیا! بھائی دوستی میں اونچ نیچ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوستی تو برابر کا رشتہ ہے، جب تک رہتی ہے، ہم سطح رہتی ہے۔ اگر برابری نہ رہے تو پیری اور مریدی ہے اور اس کے لیے بیعت کرنا پڑتی ہے۔ کیا اب آپ کی بیعت کی جائے؟ ٹھیک ہے پیر جی!

فقط والسّلام

آپ کا مخلص

محمد باسم خاں

۸ سہیلی کے نام

(دوستانہ شکوہ کہ مکتوب نگار کو بُھلا دیا گیا ہے)

۲۸/واپڈا ٹاؤن۔حافظ آباد

۱۱۔مارچ ۲۰۱۸ء

پیاری سہیلی ایمن! السّلام علیکم۔

کہیے! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ قوتِ حافظہ میں کمی تو نہیں آ گئی؟ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آپ مجھے بھول جائیں گی۔نئی جگہ پر نئی سہیلیاں بنائے بغیر چارہ نہیں ہوتا' مگر ساتھ کھیلی سہیلی تو فراموش نہیں ہوتی۔جس طرح آپ مجھے بھولی ہیں' کیا میں بھی آپ کو بھول جاؤں؟ اپنی امی جان سے پوچھ کر لکھیے اور ضرور لکھیے کہ بھولنا اچھا ہے کہ یاد رکھنا؟ تاکہ اسی کے مطابق میں بھی اب اپنے آپ کو تیار کر سکوں۔

ایمن! میری امی اور بہن بھائی تو آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔پرسوں ابا جان بھی پوچھ رہے تھے۔کیا اب ہمیں یاد کرتے آپ کو برا محسوس ہوتا ہے؟

میں اپریل کی تعطیلات میں امی جان کے ساتھ آ رہی ہوں۔مل بیٹھیں گے تو شکووں کے دفتر کھلیں گے۔اپنی امی اور ابا جان کو میرا اسلام عرض کر دیں۔حنا اور ہُدیٰ کو پیار۔

والسّلام

آپ کی سہیلی

انیقہ زیب

۹ دوست کے نام

(جہیز اور شادی کے موقع پر بے جا اسراف کی مذمت کرنا)

۱۵ فیصل کالونی، چونیاں۔ضلع قصور

۱۷۔مارچ ۲۰۱۸ء

میرے پیارے دوست انسب ریحان! السّلام علیکم۔

آپ کا خط ملا۔آپ نے لکھا ہے کہ اگلے ماہ آپ کی بڑی ہمشیرہ کی شادی ہو رہی ہے۔برات دھوم دھام سے آئے گی' بینڈ موسیقی کا پروگرام پیش کرے گا۔آتش بازی کا مظاہرہ ہوگا' جہیز کی نمائش ہوگی' مہمانوں کو پُرتکلف کھانے کھلائے جائیں گے وغیرہ۔میں یہ خوشخبری سن کر بہت خوش ہوا اور آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے لیکن اس سلسلے میں حق کی بات بتانا بھی میرا فرض بنتا ہے۔میرے خیال میں یہ سب چیزیں غیر ضروری' غیر اسلامی اور اسراف پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔آپؐ نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کس طرح کیں؟ باراتیں کیسے آئیں؟ مہمانوں کو کیسے کھانا کھلایا؟ اور جہیز کیا دیا؟

اسلام ہمیں سادگی کی تعلیم دیتا ہے اور ہر کام میں کفایت شعاری کی ترغیب دلاتا ہے۔ آپ کے والدین کو آپ کی دوسری بہنوں اور بھائیوں کی شادیاں بھی کرنی ہیں۔ مجھے آپ کے کنبے کی آمدنی کا بھی علم ہے۔ قرض لے کر برادری میں ناک کٹ جانے کے خوف سے فضول رسموں پر بے دریغ خرچ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ ہماری حکومت نے آتش بازی اور جہیز کی نمائش پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ مہمانوں کی تعداد بھی مقرر کر رکھی ہے، لیکن ہم لوگ قانون کا احترام نہیں کرتے۔

تعلیم کا مقصد اچھے برے کی پہچان ہے۔ ہمیں تمام غیر اسلامی رسومات کو ترک کر دینا چاہیے اور ان رسموں پر خرچ ہونے والی رقوم فلاحی اداروں کو عطیہ کر دینی چاہییں۔ سماجی برائیاں دور کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

میں نے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ میں کسی ایسی تقریب میں شرکت نہ کروں جہاں فضول خرچی اور خلافِ اسلام رسومات کا مظاہرہ ہو۔ اگر آپ اپنے والدین کو سمجھائیں کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی سادگی سے کرلیں تو میں ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔

امید ہے کہ آپ میری اس صاف گوئی کو معاف کر دیں گے۔ محترم خالو جان اور محترمہ خالہ جان کو سلام عرض کر دیں۔ ننھی کلثوم اور اسلم کو دعائیں۔

والسّلام

آپ کا دوست

محمد عُمر خاں

۱۰ تاجرِ کتب کے نام

(کتابیں منگوانے کے لیے خط لکھنا)

۱۷۶۔ بغداد روڈ، بہاول پور

۲۲۔ اپریل ۲۰۱۸ء

مکرمی جناب منیجر صاحب۔ سرتاج بک ڈپو۔ سیال کوٹ

السّلام علیکم: براہِ کرم مندرجہ ذیل کتب بہت جلد بذریعہ وی۔ پی ارسال فرما کر نوازیں۔ کرم ہوگا:۔

(۱) اسلامی جنگیں جلد اوّل، دوم، سوم

(۲) اردو قواعد و انشا برائے نہم و دہم

(۳) فارسی گرامر برائے جماعت نہم و دہم

(۴) سرتاج اللغات اُردو

مخلص

قرۃ العین

۱۱ ہمسائے کے نام

(موسیقی بند کرنے کی درخواست کرنا کہ پڑھائی میں دقت ہو رہی ہے)

جلال پور،عیسیٰ خیل۔ضلع میانوالی

۱۳۔فروری ۲۰۱۸ء

مکرمی جناب اورنگ زیب صاحب!

السلام علیکم: آپ جانتے ہیں کہ ہمارے سکول کے امتحانات قریب آ رہے ہیں۔دن سکول میں گزر جاتا ہے اور رات کا وقت ہی ایسا ہوتا ہے جس میں طالب علم پڑھ کر امتحان کے لیے تیاری کر سکے۔مجھے معلوم ہے کہ آپ کو موسیقی بہت پسند ہے اور عام طور پر ریڈیو کو چالو رکھتے ہیں اور آواز بھی عموماً اونچی ہوتی ہے جس سے میرے مطالعے کی یکسوئی ختم ہو جاتی ہے۔لہٰذا ملتمس ہوں کہ اگر رات کو ریڈیو سے شغل نہ فرمائیں تو احسان ہوگا۔اگر ریڈیو سننا لازمی ہو تو آواز کو اتنا مدھم کریں کہ آواز آپ کی دیواریں عبور نہ کر سکے تا کہ میں بھی کچھ پڑھ کر آپ کو دعا دوں۔امید ہے آپ ممنونیت کا موقع دیں گے۔

فقط والسلام

مخلص

ملک کرم حسین

۱۲ ایڈیٹر کے نام

(رسالہ منگوانے کے لیے)

۲۰۸ پیپلز کالونی۔گوجرانوالہ

یکم ستمبر ۲۰۱۸ء

مکرمی جناب منیجر صاحب ماہنامہ نقوش۔لاہور

السلام علیکم: ملتمس ہوں کہ آپ اپنا باوقار رسالہ ''ماہنامہ نقوش'' بھیج کر ممنون فرمائیے۔رسالہ بذریعہ وی۔پی بھیجیں اور ایک سال کے لیے میرے نام جاری کر دیں۔ممنون ہوں گا۔

والسلام

مخلص

خرم شہزاد

مشقی خطوط کے موضوعات

(۱) اپنے بڑے بھائی کو ایک خط لکھیے جس میں اپنی چھٹی کے پروگرام کا ذکر کیجیے۔

(۲) اپنے دوست کے نام خط لکھیے جس میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ کیجیے جسے آپ نے پڑھا اور اس نے آپ کو بہت متاثر کیا ہو۔

(۳) اپنی بہن کے نام ایک خط لکھیے جس میں کسی تاریخی عمارت کی سیر کا حال لکھیے۔

(۴) اپنے دوست کے نام خط میں کوئی ایسا واقعہ بیان کیجیے جس سے آپ کی حاضر دماغی کا اندازہ ہوتا ہو۔

(۵) فرض کیجیے کہ آپ کے چچا جاپان میں ہیں۔ خط لکھ کر ان سے اہلِ جاپان کے طرزِ زندگی کے بارے میں پوچھیے۔

(۶) آپ نے اپنے دوست کو کچھ رقم ادھار دی تھی۔ اب آپ کو ضرورت ہے۔ خط لکھ کر تقاضا کیجیے مگر اس انداز سے کہ آپ کے دوست کو ناگوار نہ ہو۔

(۷) اپنی خالہ کو ایک خط لکھیے جس میں یہ بتائیے کہ آپ نے اپنا مکان بدل لیا ہے اور یہ کہ آپ کے نئے محلے دار کیسے ہیں۔

(۸) مالک مکان کے نام خط لکھیے جس میں اسے مکان کی مرمت کی طرف توجہ دلائیے۔

(۹) سوئی گیس کمپنی کے نام ایک خط لکھیے کہ آپ اپنے گھر میں گیس کا کنکشن لگوانا چاہتے ہیں۔ اپنی ضروریات کی مکمل تفصیل لکھنا نہ بھولیے۔

(۱۰) کسی فیکٹری کے منیجر کے نام خط لکھیے جس میں فیکٹری دیکھنے کی اجازت مانگیے۔

(۱۱) کسی اخبار کے مدیر کے نام خط لکھ کر ٹریفک کی بدانتظامی کی طرف توجہ دلائیے۔

(۱۲) اپنے استاد کے نام خط لکھیے جس میں اپنی کسی مشکل کے لیے مدد مانگیے۔

رقعات یا دعوتی کارڈ

رقعات مختصر خطوط کا نام ہے۔ شادی، بیاہ اور دیگر تقریبات کے لیے طویل خطوط کے بجائے مختصر خطوط یعنی دعوتی کارڈ بھیجے جاتے ہیں جنھیں رقعات بھی کہتے ہیں۔ یہ رقعات تقریبی بھی ہوتے ہیں اور اطلاعی بھی۔ نمونے کے لیے چند رقعات پیش کیے جاتے ہیں:

۱

مکرمی......!

السلام علیکم: میرے بیٹے کی شادی خانہ آبادی مورخہ............... قرار پائی ہے۔ تشریف لا کر نوازیں۔

پروگرام

سہرابندی .... ۷ بجے صبح

روانگی برات .... ۹ بجے صبح

منتظر

سیّد عبدالحکیم بخاری

گارڈن ٹاؤن۔ ملتان

۲

محترمہ.................

السلام علیکم: عزیزہ عظمیٰ بتول کی شادی ۵ ستمبر ۲۰۱۸ء کو قرار پائی ہے۔ تشریف لا کر بچی کو اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔

پروگرام

استقبال برات .... ۱ بجے دوپہر

نکاح .... ڈیڑھ بجے دوپہر

طعام .... ۲ بجے دوپہر

رخصتی .... ۴ بجے شام

متمنی شرکت

ڈاکٹر ناہید رباب

فرید ٹاؤن۔ ساہی وال

(۳)

محترمہ.................

السلام علیکم: عزیزہ نیلم ستار کے بی۔اے پاس کرنے کی خوشی میں ۳۔اپریل ۲۰۱۸ء دو بجے دوپہر ایک پُرمسرت تقریب کا اہتمام کیا گیا ہے۔استدعا ہے کہ آپ شرکت فرما کر ہماری خوشی کو دوبالا کریں۔

عاتکہ سحر

۱۷/ڈی،غریب واں۔ضلع جہلم

(۴)

مکرمی.................

میں نے ۲۱۔مارچ بروز جمعۃ المبارک اپنے گھر پر دوستوں کے اعزاز میں افطار پارٹی کا اہتمام کیا ہے۔استدعا ہے کہ تشریف لا کر ممنون فرمائیں۔

مرزا ظہیر اَصغر

۸۲۔کریم پارک۔مظفر گڑھ

(۵)

محترمی.................

حلقۂ احباب نے ۱۰ نومبر ۸ بجے شب محفلِ احباب کا انتظام کیا ہے۔شمولیت فرما کر شکریے کا موقع بخشیں۔

محمد اختر ضیا

سیکرٹری حلقۂ احباب،ہارون آباد،ضلع بہاولنگر

عرائض نویسی

کسی افسر یا ہیڈ ماسٹر صاحب سے چھٹی لینے یا کسی افسر کے کچھ گوش گزار کرنے کے لیے جو کچھ لکھا جاتا ہے' اسے عرضی یا درخواست کہتے ہیں۔ درخواست میں جو کچھ لکھا جائے وہ خوش خط' صاف اور سادہ ہونا چاہیے۔

(۱) عرضی لکھنے کے لیے سب سے پہلے افسر کا عہدہ لکھا جاتا ہے۔

(۲) نئی سطر سے ''گزارش ہے'' لکھ کر اپنی عرض داشت لکھی جاتی ہے۔

(۳) درخواست کے خاتمے پر عین نوازش ہوگی۔ مہربانی ہوگی۔ وغیرہ لکھ کر درخواست ختم کی جاتی ہے۔

(۴) درخواست کے نیچے العارض' عرضے یا درخواست گزار لکھ کر نیچے درخواست گزار کا نام اور پتا لکھنا چاہیے۔

۱ ہیڈ ماسٹر صاحب سے چھٹی کی درخواست

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ہائی سکول، کمالیہ

جنابِ عالی!

گزارش ہے کہ آج مجھے گھر پر ایک ضروری کام درپیش ہے۔ جس کے باعث سکول میں حاضر نہیں ہوسکوں گا۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ آج مورخہ ٦ مئی ۲۰۱۸ء صرف ایک دن کی رخصت مرحمت فرما کر نوازیں۔ عین نوزش ہوگی۔

العارض

اُسامہ حسن فتیانہ

جماعت نہم

۲ بیماری کی درخواست

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول، رحیم یار خاں

جنابِ عالی!

گزارش ہے کہ مجھے کل سے بخار ہے۔ رات بھر بخار میں بھنتا رہا ہوں۔ اس وقت ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔ لہٰذا آج اور کل صرف دو دن کی رخصت منظور فرما کر نوازیں' کرم ہوگا۔

۲۵۔ اپریل ۲۰۱۸ء

العارض

کاشف خورشید

متعلم جماعت دہم۔ بی

۳ فیس معافی کی درخواست

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول نمبر ۱، چکوال

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میں ایک طالب علم ہوں۔ والد صاحب کی آمدنی بہت کم ہے۔ ہر وقت پیٹ بھرنے کے لالے پڑے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے میرے لیے فیس ادا کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ میرا تعلیم حاصل کرنے کا شوق مجھے مجبور کر رہا ہے کہ آپ سے مدد کی درخواست کروں۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ سکول کی فیس معاف فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں' کرم ہوگا۔ زیادہ آداب و نیاز۔

۵۔ جنوری ۲۰۱۸ء

العارض

واجد خلیل

متعلم جماعت نہم فریق ڈی

۴ سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے درخواست

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول، کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میرے والد صاحب سمن آباد میں اپنی رہائش منتقل کر رہے ہیں اور مجھے بھی ماں باپ کے ساتھ سمن آباد میں سکونت پذیر ہونا ہے۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ مرحمت فرمائیں۔ فقط آداب۔

۱۰۔ جنوری ۲۰۱۸ء

درخواست گزار

عبدالمجید بھٹی

متعلم جماعت دہم

۵ صفائی کے لیے درخواست

بخدمت جناب ہیلتھ آفیسر صاحب جھنگ کارپوریشن

جنابِ عالی!

گزارش ہے کہ ہمارے محلے میں خاکروبوں نے آنا چھوڑ دیا ہے۔ ہر گلی اور کوچے میں غلاظت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ بدبو کے بھبوکے اٹھ رہے ہیں۔ محلے پر بدبو کا تسلّط ہے۔ اس پر مزید یہ کہ موسم برسات آ رہا ہے جو گندی گلیوں اور محلوں میں بیماریاں پھیلا دیا کرتا ہے۔ ہیضہ تو اس موسم کی محبوب بیماری ہے۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ محلے سے غلاظت اٹھوا کر صفائی کا انتظام فرمائیں اور اہلِ محلّہ کو بیماریوں کے ہجوم سے بچائیں۔ زیادہ آداب۔

۸۔ اکتوبر ۲۰۱۸ء

العارض

حاشر فاروق

خضری محلّہ جھنگ

۶ ڈاکیے کی شکایت

بخدمت جناب پوسٹ ماسٹر صاحب جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ

جناب عالی!

گزارش ہے کہ محلے میں ڈاک کی تقسیم کا انتظام نہایت ناقص ہے۔ ڈاکیا کئی کئی دن تک آتا ہی نہیں اور ہمارے ضروری خطوط وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے نقصان کا موجب بنتے ہیں۔ لہٰذا یا تو ڈاکیے کی سرزنش کی جائے یا کوئی نیا ڈاکیا متعین کیا جائے جو روز کے روز ڈاک تقسیم کر دیا کرے۔ مکرر عرض ہے کہ آپ اس درخواست کو زیرِ توجہ لا کر نوازیں تاکہ ہم لوگ زیادہ نقصان سے بچ سکیں اور آپ کو مزید پریشان کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ فقط آداب وسلام۔

۳۱۔ دسمبر ۲۰۱۸ء

العارض

فرحان شیخ

طیبہ کالونی، جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ

۷ راشن ڈپو کے خلاف درخواست

بخدمت جناب فوڈ کنٹرولر صاحب خانیوال

جناب عالی!

گزارش ہے کہ ہمارے محلے کا راشن ڈپو جس کا نمبر ۵۱۲ ہے ہمارے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ نہ وقت پر کھلتا ہے نہ راشن گروں سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ چینی کی بوریاں آتی ہیں مگر نہ جانے کہاں چلی جاتی ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی چینی حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہوگا۔ ورنہ عام طور پر یہی جواب ملتا ہے کہ چینی ملتی نہیں تو دیں کہاں سے۔ لہٰذا لوگ بازار سے خرید کر گزارہ کرتے ہیں۔ اس راشن ڈپو کے کارپردازوں کو ہدایت فرمائیں کہ وہ باقاعدگی اور شرافت کا روّیہ اختیار کریں۔ فقط آداب۔

۵۔ جنوری ۲۰۱۸ء

درخواست گزار

انصر حسین ملک، مہدی ٹاؤن، میاں چنوں، خانیوال

رسیدات

رسید کسی چیز، رقم وغیرہ کی وصولی کی تحریری دستاویز کو کہتے ہیں۔ ایسی دستاویز ہونے کی صورت میں کوئی کسی سے دوبارہ کسی چیز یا رقم کی واپسی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لین دین میں لکھا پڑھی کر لیا کرو اور اس پر گواہوں کے دستخط بھی ثبت ہونے چاہییں۔ ذیل میں نمونے کے طور پر چند رسیدیں لکھی جاتی ہیں:

۱ روپے وصول کرنے کی رسید

باعث تحریر آنکہ

مبلغ بیس ہزار روپے نصف جن کے دس ہزار روپے ہوتے ہیں، از اں محمد شفیع فاروقی ولد عبدالرحمٰن قوم آرائیں ساکن احمد نگر، نارووال بابت قیمت گائے وصول پا کر رسید لکھ دی تا کہ سند رہے اور بہ وقتِ ضرورت کام آئے۔

محررہ ۲۰۔اگست ۲۰۱۸ء

العبد

رانا ظہور انور ولد رانا محمد انور، ساکن احمد نگر، نارووال (دستخط/نشان انگوٹھا)

گواہان

۱۔ نقیب اللہ خان ولد نعیم اللہ خان، ساکن احمد نگر، نارووال (دستخط/نشان انگوٹھا)

۲۔ یاسر حفیظ ولد حفیظ اللہ، ساکن احمد نگر، نارووال (دستخط/نشان انگوٹھا)

۲ اناج کی قیمت

باعث تحریر آنکہ

مبلغ پانچ ہزار روپے نصف جن کے اڑھائی ہزار روپے ہوتے ہیں، از اں محمد مجیب ولد محمد الیاس بابت قیمت گندم وصول پا کر رسید لکھ دی کہ سند رہے اور بہ وقتِ ضرورت کام آئے۔

مورخہ ۸۔ستمبر ۲۰۱۷ء

العبد

رانا افتخار احمد ولد غلام محمد (دستخط/نشان انگوٹھا)

گواہان

۱۔ شاہ نواز احمد فتیانہ ولد نور زمان فتیانہ ساکن ماموں کانجن، سمندری (دستخط/نشان انگوٹھا)

۲۔ محمد حسن فتیانہ ولد غلام حسن فتیانہ ساکن ماموں کانجن، سمندری (دستخط/نشان انگوٹھا)

۳ بھوسے کی قیمت کی وصولی

باعث تحریر آنکہ

مبلغ آٹھ سو روپے نصف جن کے چار سو روپے ہوتے ہیں' ازاں مہتاب ولد چراغ گوجر ساکن بصیر پور، اوکاڑا بابت قیمت بھوسا وصول پا کر رسید لکھ دی کہ سند رہے اور بہ وقتِ ضرورت کام آئے۔

محررہ ۴۔اپریل ۲۰۱۸ء

العبد

نظام دین گوجر ساکن بصیر کپور، اوکاڑا

(دستخط)

گواہان

۱۔ مبشر جیلانی ولد غلام جیلانی ساکن بصیر پور، اوکاڑا (دستخط)

۲۔ مدثر جیلانی ولد غلام جیلانی ساکن بصیر پور، اوکاڑا (دستخط)

۴ کرایہ مکان کی رسید

باعث تحریر آنکہ

مبلغ چھے ہزار روپے نصف جن کے مبلغ تین ہزار روپے ہوتے ہیں بابت کرایہ مکان ماہ جولائی ۲۰۱۸ء ازاں جناب محمود علی وکیل صاحب وصول پا کر رسید لکھ دی ہے کہ سند رہے اور بہ قتِ ضرورت کام آئے۔

محررہ یکم اگست ۲۰۱۸ء

العبد

جواد عباس مالک مکان

۴۵۔مکہ کالونی۔لودھراں

(دستخط)

گواہ شد

۱۔ نصیر خان ولد چندا خان (دستخط)

۲۔ عبدالوہاب سیال ولد محمد عباس سیال (دستخط)

۵ گھوڑی کی قیمت وصول کرنے کی رسید

باعث تحریر آنکہ

مبلغ چوبیس ہزار روپے نصف جن کے مبلغ بارہ ہزار روپے ہوتے ہیں بابت قیمت گھوڑی رنگ سرخ، پاؤں سفید، قد درمیانہ از اں مہر اعجاز احمد ولد مہر نور زمان وصول پا کر رسید لکھ دی کہ سند رہے اور بہ وقتِ ضرورت کام آئے۔

محررہ ۱۰۔ جنوری ۲۰۱۸ء

العبد

مہر انتخاب الحق نمبردار ولد حاجی اللہ یار ساکن گگو منڈی، بورے والا، ضلع وہاڑی

(دستخط)

گواہان

۱۔ محمد کامران ولد محمد رفیق ساکن بورے والا، ضلع وہاڑی (دستخط)

۲۔ راجا سمیع اللہ خان ولد راجا نعیم اللہ خان ساکن بورے والا، ضلع وہاڑی (دستخط)

باب ہفتم

مکالمہ نگاری

مکالمہ دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کی باہمی بات چیت کو کہتے ہیں۔ اس بات چیت یا گفت گو کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ اسی گفت گو سے ہم ایک دوسرے تک اپنے دل کی بات پہنچاتے ہیں اور ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔

مکالمہ زبانی بھی ہوتا ہے اور تحریری بھی۔ اسی سے ایک دوسرے کے جوہر و کردار کا پتا چلتا ہے اور کسی کردار کی شخصیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ یہی مکالمات ڈراما، ناول اور افسانے کی جان ہیں۔ انھی کی کامیابی سے ناول، افسانہ اور فلم وغیرہ کی کامیابی کی شہرت پھیلتی ہے اور ان ہی سے ہم ایک دوسرے کی قدر و قیمت کا اندازہ کرتے ہیں۔

مکالمہ ایک فطری بات چیت بھی ہے، اور مصنوعی گفت گو بھی۔ بہر حال مصنوعی مکالمے میں بھی فطرت کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ روزمرہ بول چال اور لب ولہجہ کے ساتھ اشارات ایک اچھے مکالمے کی جان ہیں۔ الجھاؤ اور تکلفانہ گفت گو مکالمے کو بے مزا کر دیتی ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ گفت گو شرافت وتہذیب کے دائرے سے باہر قدم نہ رکھے۔ مخاطب کے مرتبے اور درجے کا خیال رکھا جائے۔ ضرورت کے مطابق اشارات کے ساتھ آواز کی نرمی، سختی، اتار، چڑھاؤ بھی زیرِ نظر رہنا چاہیے۔

گفت گو کا انداز ایسا ہونا چاہیے کہ بات سے بات خود بخود نکلتی آئے۔ ایک ہی بات بار بار دہرانے سے بھی گفت گو میں پھیکا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ زبان کا روزمرہ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ زبان جس قدر روزمرہ کے مطابق ہوگی، اتنی ہی موثر ہوگی۔ اب ہم چند مکالمے بطور نمونہ درج کرتے ہیں:

۱ مریض اور ڈاکٹر

مریض : ڈاکٹر صاحب! السلام علیکم۔

ڈاکٹر : وعلیکم السلام! تشریف رکھیے۔

مریض : تشریف رکھنا ہی تو مشکل ہے۔

ڈاکٹر : کیوں بھئی ایسی کیا تکلیف ہوگئی ہے؟

مریض : تکلیف ہی تکلیف ہے۔ رات بھر پریشان رہا ہوں گھڑی بھر سو نہیں سکا۔

ڈاکٹر : تکلیف تو بھئی تکلیف ہی ہے۔ صحت ٹھیک نہ ہو تو چین نہیں آتا۔

میریض : کچھ دوا بھی دیجیے مرا جا رہا ہوں۔

ڈاکٹر : بیماری بتاؤ تو دوا دوں۔

مریض : ڈاکٹر صاحب! پیٹ میں سخت درد ہے۔ بیٹھے چین آتا ہے نہ لیٹے۔
ڈاکٹر : یہ درد کب سے ہے؟
مریض ؛ آج رات سے۔
ڈاکٹر : رات کیا کھایا تھا؟
مریض : روٹی کا ایک ٹکڑا۔
ڈاکٹر : کیا آپ نے پہلے کبھی روٹی نہیں کھائی ؟ رات کی روٹی میں کیا خاص بات تھی ؟
مریض : رات کی روٹی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ جلی ہوئی تھی۔
ڈاکٹر : ارے! تم جلی ہوئی روٹی کھا گئے؟
مریض : صرف ایک ٹکڑا کھایا تھا۔
ڈاکٹر : اوہو! کیا آپ کی نظر کمزور ہے؟ لیٹ جاؤ تمھاری آنکھوں میں دوا ڈالتا ہوں۔
مریض : نظر ٹھیک ہے۔ پیٹ میں کچھ ڈالیے تاکہ درد سے جان بچے۔
ڈاکٹر : وعدہ کرو کہ آئندہ جلی ہوئی روٹی نہیں کھاؤ گے۔
مریض : سو بار وعدہ کرتا ہوں۔ ہائے میرا پیٹ!
(ڈاکٹر مریض کو گولی کھلاتا ہے)
مریض : ڈاکٹر صاحب! شکریہ۔ درد کم ہو رہا ہے۔ میں جاتا ہوں۔
ڈاکٹر : ارے میاں! دوا کی قیمت تو دیتے جاؤ۔
مریض : دوا کی قیمت درد سے آرام ہی تو ہے۔
ڈاکٹر : دوا کی قیمت دام بھی ہیں، جن سے دوائیں خریدی جاتی ہیں۔
مریض : (دوا کی قیمت ادا کر کے) السلام علیکم!
ڈاکٹر : وعلیکم السلام۔ روٹی کھانے سے پہلے دیکھ لیا کرو کہ جلی ہوئی تو نہیں۔
(مریض شکریہ ادا کرتا ہوا چلا جاتا ہے)

۲ دکاندار اور خریدار

خریدار : السلام علیکم!
دکاندار : وعلیکم السلام۔ آیئے تشریف لایئے۔
خریدار : آپ کی دکان میں رومال بھی ہوں گے؟

دکاندار : رومال ہی نہیں جرابیں، بنیانیں، چھتریاں سبھی کچھ ہے۔

خریدار : رومال دکھائیے۔کوئی سستا سا سُوتی ہو۔

دکاندار : یہ دیکھیے رومال۔نہایت نفیس اور نرم۔

خریدار : آپ نے جرابوں کا ذکر کیا تھا۔وہ بھی دکھائیے۔

دکاندار : رومال کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔کتنے پیش کروں؟

خریدار : جرابیں دکھائیے تو رومال کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔

دکاندار : یہ دیکھیے جرابیں۔ریشمی ہیں ریشمی۔کتنے جوڑے پیش کروں؟

خریدار : آپ مال دکھا رہے ہیں قیمت نہیں بتاتے۔کیا آپ اپنی چیزیں بن داموں بیچتے ہیں؟

دکاندار : ہاں صاحب! بالکل مفت۔قیمت برائے نام ہے۔رومال اسّی روپے کا ہے اور جرابوں کا جوڑا ایک سو بیس روپے کا۔

خریدار : میاں دکاندار! یہ قیمت تو بہت زیادہ ہے۔ویسے رومال بھی نفیس ہے اور جرابیں بھی۔

دکاندار : ہم اپنے مال کو چند پیسوں کے نفع پر بیچتے ہیں۔کسی اور دکان سے دریافت کر لیں۔پھر آپ کی تسلی ہو جائے گی۔

خریدار : رومال اور جرابوں کی صحیح صحیح قیمت بتائیے۔میں کچھ اور چیزیں بھی خریدوں گا۔

دکاندار : صاحب! ہماری دکان کا حساب ''باٹا'' جیسا سمجھیے۔ایک زبان ایک دام۔

خریدار : اگر آپ سچ مچ درست کہتے ہیں تو مجھے آپ کی سچائی پر فخر ہے۔اب میں سچی دکان چھوڑ کر جھوٹی دکانوں پر نہیں جاؤں گا۔

دکاندار : پھر حکم کیجیے۔آپ کی قدر دانی کا شکریہ!

خریدار : پانچ رومال، پانچ جوڑے جراب، اور ایک چھتری بھی ڈال دیجیے مگر اچھی سی ہو۔

دکاندار : یہ لیجیے۔آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔

خریدار : رقم تو آپ نے نہ بتائی نہ وصول کی۔شکریہ مُفت میں دے مارا۔

دکاندار : یہ لیجیے بل! کل آٹھ سو روپے ہی تو ہوئے۔

خریدار : یہ لیجیے ایک ہزار روپے۔اپنی رقم وصول کیجیے اور بقایا دیجیے۔

دکاندار : یہ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔اچھا آپ کی خوشی کے لیے یہ لیجیے، دو سو روپے۔

۳ دو ہم جماعت

علی رضا : شہریار میاں! کہاں جا رہے ہو؟

شہریار : آخاہ۔آپ ہیں! السلام علیکم۔

علی رضا : یہ کیا کہ سر پیر کا ہوش نہیں اور بازار کو بھاگے جا رہے ہو۔

شہریار : بھائی صاحب! سلام کا جواب تو دیا ہوتا۔

علی رضا : وعلیکم السلام۔ سچ مانو تمھیں دیکھ کر سلام کا جواب تک یاد نہ رہا۔

شہر یار : اور اب بھی بے خودی میں بھاگ رہے ہو؟

علی رضا : نہیں تو۔ بے خودی کی کیا بات ہے! انگریزی کتاب کا ترجمہ خریدنے جا رہا ہوں۔ انگریزی کمزور ہے نا میری۔

شہر یار : انگریزی ایسا مضمون نہیں جس کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت ہو۔

علی رضا : کیا مطلب؟

شہر یار : مطلب یہ ہے کہ میں مدد کے لیے حاضر ہوں۔

علی رضا : شکریہ دوست! یہ تو بتاؤ کہ تم کہاں جا رہے ہو؟

شہر یار : جا کہاں رہا ہوں۔ یہی حساب کا خلاصہ خریدنے کا ارادہ ہے۔

علی رضا : حساب میں تمھاری مدد میں کر سکتا ہوں۔

شہر یار : شکریہ! مگر یہ دونوں مضمون تیار کیسے ہوں گے اور ہم ایک دوسرے کی مدد کیوں کر کریں گے؟

علی رضا : ہمارے گھر میں آجایا کرو اور حساب کی مشق کر لیا کرو۔

شہر یار : ٹھیک ہے۔ آیندہ ہم دونوں مل کر سکول کا کام کیا کریں گے اور ایک دوسرے کی مدد سے اپنی کمی پوری کر لیا کریں گے۔

۴ درزی خانے میں

(حمزہ خالد اور حسیب خالد دونوں بھائی درزی خانے میں داخل ہوتے ہیں)

حمزہ خالد : السلام علیکم!

درزی : وعلیکم السلام۔ کہیے کیسے آنا ہوا؟ کہیں بھول تو نہیں پڑے؟

حمزہ خالد : آپ کی طبیعت کیسی ہے ماسٹر جی!

درزی : شکر ہے۔

حمزہ خالد : ماسٹر جی! یہ کپڑا لیجیے۔ میرا سوٹ تیار کر دیجیے۔ حمزہ کے لیے دو شلواریں اور ایک قمیص تیار کیجیے۔

درزی : کس حساب سے خریدا ہے یہ کپڑا؟

حمزہ خالد : دو سو روپے فی میٹر۔

درزی : میری قمیص کے لیے کتنا کپڑا درکار ہوگا؟

حمزہ خالد : اڑھائی میٹر۔ یہ کپڑا تین میٹر ہے۔ آدھ میٹر کی واسکٹ بنا دیجیے۔

درزی : جو ارشاد ہو، مگر زمانے کے لیے فیشن کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے نا!

حمزہ خالد : ہمارے کپڑے کب تک تیار ہو جائیں گے؟

درزی : صرف پندرہ دن تک۔ آج پیر ہے اگلا پیر چھوڑ کر آئندہ پیر کو آیئے ان شاءاللہ آپ کے کپڑے تیار ہوں گے۔

حمزہ خالد : ماسٹر جی! پیروں کے پھیر میں نہ رکھیے گا۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں۔

درزی : فکر نہ کریں۔ ہمیں اپنے وقت کی بھی قدر ہے۔ کام آ رہا ہے اور ختم ہونے میں نہیں آتا۔ سچی بات بھی کہتے ہیں اور لوگوں کو وعدوں پر بھی ٹرخاتے ہیں۔

حسیب خالد: مگر ہمیں نہ ٹرخانا ورنہ ہماری دوستی بھی ٹرخ جائے گی۔

درزی : نہیں یہ صرف باتیں ہی ہیں۔ بھلا نرا وعدوں سے کام چلتا ہے کہیں!

حمزہ خالد : شکریہ ماسٹر صاحب!

درزی : دونوں جوانوں کی آمد کا شکریہ۔

۵ تاریخِ پاکستان

(کلاس میں لڑکے شور مچا رہے ہیں۔ استاد صاحب کے آتے ہی خاموشی چھا جاتی ہے)

استاد : انس! بتایئے پاکستان کب وجود میں آیا تھا؟

انس : پاکستان ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آیا تھا۔

استاد : سب سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کی بنیاد کس نے رکھی تھی؟

انس : محمد بن قاسم نے برصغیر میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی اور بعد میں آنے والے فاتحین کے لیے سلطنت محمود غزنوی اور محمد غوری نے راستہ ہموار کیا تھا۔

استاد : شاباش! محمد بن قاسم نے کس سن میں ہندوستان پر حملہ کیا تھا؟

صابر : ۷۱۲ء تھا جب کہ اس نوجوان فاتح نے راجا داہر کو شکست دے کر سندھ میں اسلامی حکومت قائم کی۔

استاد : سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر کتنے حملے کیے اور اسلامی حکومت کو کس قدر وسعت دی؟

امیر الحسن : سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور پنجاب و سندھ کو اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

استاد : سلطان محمد غوری نے دہلی کو فتح کیا اور اسلامی سلطنت کی حدود کو وسعت دی۔ اب بتایئے کہ مستقل اسلامی سلطنت کا بانی کون تھا؟

عبداللہ : ہندوستان میں مستقل اسلامی حکومت کا بانی سلطان قطب الدین ایبک تھا۔ اس کے بعد خلجی، تغلق، لودھی خاندان حکمران رہے۔

استاد : مغلیہ خاندان کا بانی کون تھا اور اس دَور کے مشہور حکمرانوں کے نام بتایئے؟

محمود الحسن : مغلیہ خاندان کے بانی کا نام ظہیر الدین بابر تھا۔ اس خاندان کے مشہور بادشاہ ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگزیب اور بہادر شاہ ظفر ہیں۔

استاد : ہندوستان پر ہزار سالہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کس بادشاہ پر ہوا؟

مقصود احمد : ہندوستان میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت بہادر شاہ ظفر پر ختم ہوئی اور انگریز ہندوستان کے حاکم ہو گئے۔

استاد : پاکستان کس طرح قیام پذیر ہوا؟

طاہر شہزاد : برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی۔ انگریز اور ہندو دونوں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ علامہ اقبالؒ نے قوم کو جھنجھوڑا اور پاکستان کا نظریہ پیش کیا۔ جسے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی شبانہ روز محنت اور جدوجہد

نے انگریز اور ہندو کو شکست دے کر قائل کر لیا کہ پاک و ہند کے وہ علاقے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے پاکستان کے نام سے آزاد و آباد رہیں۔ چناں چہ ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا اور قائد اعظمؒ پاکستان کے پہلے حاکم مقرر ہوئے۔

۶ ہوٹل میں

(مسٹر ستار انجم اپنے بیٹے نعمان کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوتے ہیں)

ستار انجم : السلام علیکم!

منیجر : وعلیکم السلام۔ خوش آمدید۔ کیا حکم ہے؟

ستار انجم : مجھے دو بستر کا کمرہ چاہیے۔

منیجر : آج کل مہمانوں کی آمد زیادہ ہے۔ تیسری منزل پر صرف ایک کمرہ خالی ہے۔

ستار انجم : منیجر صاحب! کمرہ صاف ستھرا اور ہوادار ہونا چاہیے۔

منیجر : ہمارے ہوٹل کا ہر کمرہ نہایت صاف ستھرا ہے۔ آپ اوپر جا کر دیکھ لیں۔

ستار انجم : مجھے آپ کی باتوں پر اعتماد ہے۔

منیجر : آپ کتنے دن تک ٹھہریں گے؟

ستار انجم : صرف دو دن تک۔ ہم مری جا رہے ہیں، واپسی پر پھر دو دن ٹھہریں گے۔

منیجر : ۳۱۰ نمبر کمرے کی چابی لیجیے، امید ہے کہ ہماری خدمت سے خوش ہوں گے۔

ستار انجم : شکریہ!

منیجر : کیا تناول فرمائیں گے آپ؟

ستار انجم : نعمان بیٹے! آپ کیا کھائیں گے؟ (کھانوں کی فہرست دیکھتا ہے)

نعمان : دہی پلاؤ اور شامی کباب۔

ستار انجم : ویٹر! میرے لیے بھنا ہوا مرغ اور بچے کے لیے ایک پلیٹ پلاؤ، ایک پلیٹ شامی کباب، دہی اور سلاد لاؤ۔

(ویٹر سب کچھ حاضر کرتا ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر)

ستار انجم : ویٹر! بل لاؤ۔

ویٹر : یہ لیجیے جناب!

ستار انجم : ایک ہزار پچیس روپے ہوئے سب! یہ لو بل

ویٹر : شکریہ جناب!

باب ہشتم

مضمون نگاری

اظہارِ مطلب کے دو ہی طریقے ہیں۔ایک تقریر، دوسرا تحریر۔تقریر کا تعلق زبان سے ہے اور تحریر کا قلم سے۔دونوں صورتوں میں بیان کا مربوط ہونا ضروری ہے۔اگر بیان مربوط ہو تو تحسین کے لائق ہے وگرنہ نفرین کا سزاوار۔اس لیے جو مضمون بیان کرنا یا لکھنا ہو، اسے سوچیے، مواد کو وسعت دیجیے اور ایک مؤثر ترتیب سے مرتب کیجیے۔

جب مضمون کا مواد جمع اور مربوط ہو جائے تو اسے مختصر سی تمہید کے ساتھ زیبِ قرطاس کیجیے۔زبان کو روزمرہ اور محاورے کی چاشنی سے آراستہ کیجیے اور خدا کا نام لے کر لکھتے جائیے۔موزوں اشعار بھی مضمون کے حسن کو بڑھا دیتے ہیں، مگر ان کی شمولیت آٹے میں نمک کے برابر ہو۔

مضمون کو نہایت درجہ خوش خط لکھیے تاکہ آسانی سے درست طور پر پڑھا اور سمجھا جا سکے۔مضمون کو مکمل کر لینے کے بعد ایک دفعہ ضرور پڑھیے تاکہ چُھٹے ہوئے الفاظ لکھے جا سکیں۔املا کی غلطیاں بھی درست کی جا سکیں اور وہ خیالات جو لکھنے سے رہ گئے ہیں اور پڑھتے ہوئے یاد آئے ہیں، لکھے جا سکیں۔

اقسام: ہر مضمون زندگی کے کسی نہ کسی شعبے سے متعلق ہوتا ہے۔اس لحاظ سے مضمون کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) ادبی: ایسے مضامین جو ادب سے متعلق ہوں مثلاً ادبی مجلس کی کارکردگی۔شعرا کے لطائف۔شعر و سخن۔

(۲) اخلاقی: ایسے مضامین جو اخلاق سے متعلق ہوں جیسے: انصاف۔رحم۔سچائی۔نیکی۔

(۳) معاشرتی: ایسے مضامین جو معاشرت سے متعلق ہوں مثلاً اتفاق۔گداگری۔رسوم و رواج۔

(۴) سوانحی: ایسے مضامین جو کسی کے احوال اور شخصیت سے متعلق ہوں جیسے: اقبالؒ۔قائدِ اعظمؒ۔

(۵) سیاسی: ایسے مضامین جن کا تعلق سیاست سے ہو جیسے: جمہوریت۔آمریت۔

(۶) سائنسی: ایسے مضامین جو سائنس سے متعلق ہوں جیسے: ٹیلی ویژن۔ایٹم بم۔ریڈار۔

(۷) تاریخی: ایسے مضامین جن کا تاریخ سے تعلق ہو جیسے: ۱۹۶۵ء کی جنگ۔پاکستان۔مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد۔

(۸) جغرافیائی: وہ مضامین جو زمیں اور اہلِ زمیں کے حالات سے متعلق ہوں جیسے: جاپان کے لوگ۔آتش فشاں پہاڑ۔سیم۔تھور۔

۱ زَم .... زَم

آج سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ جہاں آج مکہ مکرمہ کا متبرک شہر آباد ہے وہاں ریت اور سڑی ہوئی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔دور دور تک کسی جان دار کا گمان تک نہ تھا۔اسی زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہؑ اور اپنے ننھے چند روزہ بچے کو لے کر یہاں آئے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔

ماں اپنے ننھے شیرخوار کو لیے ایک پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ سورج بلند ہوتا گیا۔ دھوپ کی تیزی بڑھتی گئی۔ زمین تپی، ہوا جلی، گرم لُو کے بھبوکے آنے لگے۔ پانی کی چھاگل خشک ہونے لگی اور ذرا سی دیر میں سوکھ گئی۔ ماں بچے کے ہونٹ سوکھے، پھر زبان خشک ہوئی۔ ماں گھبرائی۔ ننھا سسکنے لگا۔ ماں کے ہوش اڑ گئے۔ اپنی پیاس بھول گئی۔ بچے کی حالت دیکھ کر تڑپی۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ ریت کے ذروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اوپر دیکھا۔ آسمان کو دُور پایا۔ نیچے دیکھا۔ زمین کو تنور پایا۔ پانی پانی! ایک گھونٹ ایک قطرہ۔ میرے لیے نہیں۔ میرے بچے کے لیے۔ شیرخوار اسماعیلؑ کے لیے! ابراہیمؑ کے خدا! اس جنگل میں، اس بیابان میں، اس ریگستان میں، آگ کو گلستان بنانے والے! اس آگ کے دریا میں پانی کا چشمہ بہا! میرے ننھے کو ایک پانی کا قطرہ عطا فرما۔ اللہ میاں! مجھے اپنی جان کی پروا نہیں اس ننھی جان پر کرم فرما۔

بچہ پیاس سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی ٹانگیں ہلا دیتا۔ ماں نے اپنے مُنھ سے لعاب نکال نکال کر اس کے مُنھ میں ڈالا، مگر دن کی تمازت ختم ہو تو زندگی کی امید پیدا ہو۔ ذرا دیر کو بچے کے سانس کی حالت ٹھیک ہوتی، پھر وہی خشکی رگیں تک خشک کر دیتی۔

آخر بچے کی حالت نہایت نازک ہوگئی۔ ماں دیکھ نہ سکی مضطربانہ اٹھی بچے کو زمین پر لٹایا، مروہ پہاڑی پر چڑھی۔ بے تابی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پانی کا نشان تک نہ پایا۔ پھر صفا کی پہاڑی کی طرف بھاگی، ساتھ ساتھ بھاگتی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ بچے کی طرف دیکھتی جاتی تھی کہ کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے۔

اب ماں کی بے تابی کی حد نہ تھی۔ وہ بے تاب تھی۔ ہر طرف مایوسی کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی بچے کو دیکھتی، کبھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتی، مگر ناکام واپس آتی۔ اسی طرح پہاڑیوں پر دوڑ رہی تھی کہ چھے پھیرے مکمل ہوگئے۔ ساتویں مرتبہ اللہ سے دعائیں کرتی ہوئی دوڑی اور واپس آئی تو دیکھا کہ بچے نے بے تابی سے جہاں ایڑیاں ماری اور رگڑی تھیں، وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔

حضرت ہاجرہؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بچے کو پانی پلایا۔ خود پیا اور چشمے کے گرد پتھروں کی مینڈ بنا دی اور فرمایا کہ زم زم یعنی اے پانی ٹھہر جا۔ اسی سے چشمے کا نام بھی ''زم زم'' ہوا اور چشمے کا مقدس پانی ''زم زم'' کہلایا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے شفا کا پیغام لایا۔ عرب کے بدو پانی کی تلاش میں ریگستان کے ذرے ذرے کا مُنھ دیکھتے ہیں۔ ایک بدو نے پانی پایا تو حضرت ہاجرہؓ سے پانی پینے اور اپنے اونٹ کو پلانے کی اجازت مانگی۔ آپؓ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی اور آخر وہ وہیں خیمہ لگا کر بیٹھ گیا۔

پانی بڑے زوروں میں نکلتا رہا، بڑھتا رہا، پھیلتا رہا، صحرائی بدو آتے گئے اور اجازت پا کر چشمے کے گرد آباد ہوتے گئے حتیٰ کہ پہلے خیموں کا شہر بسا، پھر پتھروں کے مکانوں کا شہر آباد ہوا۔

۲ علّامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مدتِ مدید کی بات ہے کہ کشمیر میں ہندوؤں کے ظلم وستم نے مسلمانوں کو نہایت تنگ کر رکھا تھا۔ کچھ مسلمانوں نے وادیٔ کشمیر کی بہاروں کو چھوڑا اور پنجاب کی گرم ہواؤں میں آن بسے۔ ان مہاجر مسلمانوں میں سے ایک خاندان سیالکوٹ میں مقیم ہوا اور یہیں کا ہو رہا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کا نام صوفی نور محمد تھا جو سیالکوٹ میں ٹوپیوں کی دکان کرتے تھے۔ وہ نیک طینت اور خدا پرست تھے۔ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ ماں باپ نے خوشی منائی اور بچے کا نام محمد اقبال رکھا۔

وقت گزرتا گیا۔ بچہ بڑھتا گیا۔ جب ذرا سیانا ہوا تو ایک مکتب میں پڑھنے کو بٹھا دیا گیا۔ یہاں سے اٹھایا تو مشن سکول میں بٹھایا۔ بچہ تھا بڑا ذہین۔ اس نے پرائمری میں وظیفہ پایا پھر مڈل میں یہی اعزاز حاصل کیا۔ میٹرک سے فارغ ہوا تو مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ یہاں مولوی میر حسن جیسا شفیق استاد ملا جس نے عربی، فارسی اور اسلامی تعلیم کا ذوق پیدا کیا۔ ایف۔اے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ایم۔اے کیا اور کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج میں پروفیسری کی۔ پھر ۱۹۰۵ء میں یورپ کے سفر پر کمر باندھی۔ کیمبرج یونی ورسٹی سے بار ایٹ لاء کیا اور جرمنی کی میونخ یونی ورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری لی اور ڈاکٹر محمد اقبال بن کر وطن واپس آئے۔ اس بے وطنی اور یورپ کی بے راہ روی نے اقبالؒ کے دل میں مذہب کی سچی محبت اور وقعت پیدا کر دی۔

آپ کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے محبت تھی۔ انجمن حمایتِ اسلام کے اجلاس میں اقبال کے نام سے رونق آ جاتی تھی۔ اقبال کی نظم کا ایک ایک شعر اشرفیوں میں تلتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے زوال پر بے حد غم ناک تھے۔ وہ مسلم نوجوانوں کو اسلام کی آن پر کٹ مرنا سکھاتے تھے۔ چناں چہ آپ نے ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد میں پاکستان کا تخیل پیش کر کے نوجوانوں کے دلوں میں آگ لگا دی۔ قائدِ اعظمؒ کو ولایت سے لائے اور مسلمانوں کی قیادت انھیں سونپی۔

اقبال جانتے تھے کہ محمد علی جناحؒ ہی وہ شخصیت ہیں جنھیں نہ تو خریدا جا سکتا ہے نہ راستے سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے حصول کے لیے ان سے زیادہ موزوں مسلمانوں میں کوئی نہیں۔ چناں چہ اقبالؒ کی رہ نمائی اور قائد اعظمؒ کی شبانہ روز محنت سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا ہلال دنیا کے نقشے پر طلوع ہوا۔

انگریزی حکومت نے اقبال کو ''سر'' کا خطاب دے رکھا تھا۔ مگر اقبال نے انگریزی حکومت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے۔ انگریز کی ساحری کو مسحور کر دیا اور وہ اس مردِ درویش کے سامنے عاجز آ گئی۔

اِقبالؒ نے اردو اور فارسی میں اس قدر بلند خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ایران اور دنیا بھر کے شاعروں اور فلسفیوں نے موجودہ زمانے کو ''عصرِ اقبال'' کہ کر تعریف کے پھول پیش کیے۔ اردو میں ''بانگِ درا''، ''بالِ جبریل''، ''ضربِ کلیم''، ''ارمغانِ حجاز'' اقبال کے شعری مجموعے ہیں۔ فارسی میں ''پیامِ مشرق''، ''زبورِ عجم''، ''مثنوی اسرار و رموز''، ''جاوید نامہ''، ''ارمغانِ حجاز'' کا کچھ حصہ شامل ہے۔

افسوس ہے کہ اقبالؒ نے جو شمع جلائی تھی خُود اس کی روشنی سے مستفید نہ ہو سکے اور ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو راہ رَوِ عالَمِ بقا ہو گئے۔ بادشاہی مسجد کے صدر دروازے کے باہر آپ کا مقبرہ زیارت گاہِ عوام و خواص ہے۔ سچ ہے کہ ایسے نابغۂ روزگار کہیں صدیوں بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔

وہ خود کہ گئے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۳ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

پونجا جناح کا اصل وطن تو راجکوٹ (کاٹھیاواڑ) تھا لیکن کاروباری شغف کراچی لے آیا۔ چمڑے کی تجارت کرتے تھے اور متموّل تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ ۲۵۔ دسمبر ۱۸۷۶ء کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد علی رکھا گیا۔ یہی محمد علی بڑا ہو کر اور پڑھ لکھ کر مسلم قوم کا سہارا اور پاکستان کا بانی ہوا۔ قوم نے بھی اسے سر پر اٹھایا اور قائدِ اعظمؒ کے لقب سے پکارا۔

محمد علی نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ ۱۲ سال کی عمر میں میٹرک پاس کر لیا اور بیرسٹری کی تعلیم کے لیے لندن روانہ ہو گئے۔ جہاں سے بیس سال کی عمر میں بیرسٹر بن کر لوٹے۔

اتفاق کی بات کہ ان دنوں باپ کا کاروبار تباہ ہو گیا اور وہ کئی مقدمات اور مشکلات میں پھنس گئے۔ محمد علی نے ولایت سے واپسی پر سب سے پہلے باپ کے مصائب کو دور کیا۔ پھر وکالت کے لیے بمبئی (موجودہ نام ممبئی) چلے گئے۔ یہاں چھے ماہ تک پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی اسامی پر فائز رہے۔ پھر اپنی پریکٹس شروع کر دی اور جلد ہی چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہونے لگے۔

اس وقت ہندوستان میں کانگرس کی دھوم تھی۔ محمد علی بھی اس کے ممبر بن گئے اور ''صلح کا شہزادہ'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ کئی سال تک ممبر رہے مگر جب دیکھا کہ کانگرس ایک ہندو جماعت ہے جو صرف ہندوؤں کی بہتری کے لیے کوشاں ہے اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے کی فکر میں ہے تو آپ نے کانگرس کو چھوڑا اور ولایت چلے گئے۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے نہایت کٹھن تھا۔ انگریز حکمران اور دشمن تھا۔ ساری ہندو قوم دشمن تھی۔ اگرچہ ۱۹۰۶ء سے مسلم لیگ قائم تھی مگر درحقیقت بے جان سی جماعت تھی۔ علامہ اقبالؒ مسلمانوں کی بے بسی پر کڑھتے تھے۔ رات دن اسی غم میں تڑپتے تھے۔ آخر انھوں نے دیکھا کہ محمد علی جناحؒ کے سوا کوئی ایسا مسلمان موجود نہیں جس پر بھروسا کیا جا سکے اور قوم کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ چناں چہ آپ نے خط لکھ لکھ کر انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ وطن واپس آئیں اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالیں۔ چناں چہ وہ واپس آئے اور انھوں نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کیا۔ شہر شہر جا کر قوم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا اور ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔

گاندھی نے ان کے مقابلے میں کئی پینترے بدلے۔ مسلمانوں کو گم راہ کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے ان پر توجہ نہ دی۔ ادھر علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور ان کے لیے علیحدہ وطن کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہندوستان کے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے انھیں ملا کر ایک اسلامی مملکت تشکیل دی جائے۔

اس تقریر پر ہندو بہت تلملائے مگر مسلمانوں کو ایک نصب العین مل گیا تھا۔ محمد علی جناحؒ نے اسے اور اچھالا۔ ولایت کے ایک مسلمان طالبِ علم چودھری رحمت علی نے اس مجوزہ اسلامی ریاست کا نام پاکستان رکھا جو ہر مسلمان کی زبان کا نعرہ بن گیا۔

انگریز اور گاندھی نے ہندوؤں سمیت اس کا نہایت شدت سے مقابلہ کیا اور محمد علی جناحؒ نے نہایت خوب صورتی سے جواب دیا۔ آخر انگریز اور ہندو دونوں کو مسلمانوں کا مطالبہ ماننا پڑا اور ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر پاکستان کا وجود ثبت ہو گیا۔

اب تک محمد علی جناح کو مسلمانوں کی طرف سے ''قائدِ اعظم'' کا لقب مل چکا تھا۔ چناں چہ جب پاکستان کی سلطنت قائم ہوئی تو آپ اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ دن رات کی محنت سے آپ کی صحت خراب ہوگئی اور آخر ۱۱۔ستمبر ۱۹۴۸ء کو یہ پاکستان کا بانی، نڈر اور بے باک جرنیل قوم کو روتا چھوڑ کر راہیٔ ملکِ بقا ہوا۔

قائدِ اعظمؒ زندہ باد پاکستان پائندہ باد

۴ یومِ آزادی

۱۴۔اگست آیا، سال بھر کے انتظار نے رنگ دکھایا۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ، گلی گلی، مسرت و شادمانی کے نغموں سے بھر گئی۔ جلسے منعقد ہوئے، تقریریں ہوئیں، زندہ باد کے نعرے گونجے، جلوس نکلے، ہاتھی، گھوڑے، اونٹ، بیل، جلوسوں کی زینت بنے۔ ہر چھوٹا بڑا، مرد عورت، بچہ بوڑھا مسرور ہے شاداں اور خوش ہے۔ ایک نئے ولولے سے اکڑ پھول رہا ہے۔ قیامِ پاکستان کی کہانی رقم کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں بعض دل خراش واقعات نے ایک نئی سوچ اور زندہ رہنے کا ایک نیا راستہ دکھایا ہے۔

برصغیر پر انگریز کی حکومت تھی اور یہ حکومت اس نے مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ہندو خوشامدی بھی انگریز کے دل میں مسلم دشمنی کے جذبات کو ہوا دے رہا تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ مسلمان ان دو پاٹوں کے درمیان پس رہے تھے۔ انگریز کا حکومت پر قبضہ تھا تو ہندو کا دفاتر پر۔ وہ کسی مسلمان کو افسری تک پہنچنے ہی نہ دیتے تھے۔ اس لیے مسلمان دفاتر میں چپراسی یا چوکیداری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ دراصل ہندو کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد پورے برصغیر کا حاکم بنے اور مسلمانوں کو اس طرح پیس کر رکھ دے کہ اسلام کا نام ہی ختم ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی انھیں شودر بنا کر ان کے کردار کو مسخ کر دے۔

انگریز اور ہندو کے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں کی حالت بہت قابلِ رحم ہو چکی تھی۔ مسلمان اکابر بھی ان حالاتِ مذکورہ سے غافل نہ تھے۔ آخر انھوں نے ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی جو ہندو تنظیم کانگرس کے متوازی تھی۔ مگر کانگرس سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہندو سو سو طرح سے اس کے لیے کوشاں تھے۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا ایک بھاری اجلاس الہ آباد میں ہوا جس کی صدارت حضرت علامہ اقبالؒ نے کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مسلمان اور ہندو الگ الگ دو قومیں ہیں۔ جن میں اب تک نہ اتحاد ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ اس لے بہتر یہ ہے کہ وہ صوبے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ ایک اسلامی ریاست کے طور پر مسلمانوں کے حوالے کیے جائیں اور جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندو حکومت کریں۔

علامہ اقبالؒ کے اس اعلان پر ہندو بہت بگڑے اور اسے شاعر کا خواب کہ کر ہنسی اڑاتے رہے۔ قائدِ اعظمؒ مسلم لیگ کو منظّم کرتے رہے اور آخر ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے اس تجویز پر صاد کیا اور ''لے کے رہیں گے پاکستان'' کے نعرے ہر طرف گونجنے لگے۔

ہندو بھنّا گیا اور اس نے اپنی اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ مگر اس سے مسلمانون کا جوش اور بڑھا اور وہ

دشمنوں کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے۔ اب انگریز اور ہندو نے مجبور ہو کر پاکستان کے قیام کو منظور کیا۔ اس روز جب کہ پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا۔ ۱۴۔ اگست کا مبارک دن تھا۔

زندہ قومیں ایسے ہی قومی دن کو بڑی شان سے مناتی ہیں۔ ہم مسلمان بھی خوشی مناتے ہیں کہ ہمیں چھنی ہوئی آزادی ملی اور پاکستان کی سلطنت وجود میں آئی۔

پاکستان پائندہ باد　　　　قائدِ اعظمؒ زندہ باد

۵ عیدین

مسلمان ہر سال دو عیدیں مناتے ہیں۔ ایک عید کو ''عید الفطر'' کہا جاتا ہے۔ یہ عید رمضان کا مہینا ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ اسے ''چھوٹی عید'' بھی کہا جاتا ہے۔ اصل میں یہ عید روزوں کا مبارک مہینا بخیر وخوبی گزرنے پر خوشی کا جشن ہے۔ اس عید پر گھر کے افراد کی تعداد کے مطابق صدقہ فطر غریبوں اور مستحقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی منائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

رمضان کا چاند ظاہر ہوتے ہی مسلمان سحر وافطار کے خوش کن نظام میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب رمضان کا مہینا ختم ہوتا ہے اور چاند کی انیسویں شام ہوتی ہے تو غروبِ آفتاب کا وقت قابلِ دید ہوتا ہے۔ مکانوں کی چھتوں پر بچے اور بڑے چڑھ جاتے ہیں۔ مغرب کی طرف نظر جمائے دیکھتے ہیں کہ ہلالِ عید نظر آ جائے۔ اس روز ہلال اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اس کا نظر آنا کارے دارد۔ آسمان صاف ہو اور کسی کی نگاہ ہلال کی چمک سے منوّر ہو جائے تو کیا کہنے! ایک گونج پیدا ہوتی ہے۔ وہ رہا چاند! درخت کی چھوٹی ٹہنی کے ساتھ، پتوں کی اوٹ میں۔ ادھر چاند نظر آیا ادھر نوبت نقارے بجنے لگے اور ڈھول پٹنے لگے۔ اس قدر چہل پہل اور گہما گہمی ہوئی جیسے شام کی خاموشی جاگ اٹھی۔ بچوں کے نئے، اجلے اور خوب صورت کپڑے دیکھے گئے۔ لڑکیوں اور عورتوں نے مہندی لگائی۔ رات اسی ذوق وشوق میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو گھروں میں سویاں پکیں۔ کھائی گئیں اور نماز کے لیے مقررہ میدان میں پہنچ گئے۔ مقررہ وقت پر امام صاحب آئے، نماز پڑھائی، خطبہ پڑھا اور دعا کے بعد لوگ آپس میں بغل گیر ہوتے گئے اور چلتے گئے۔ بچوں کے کھیلنے کی چیزیں یعنی غبارے وغیرہ خریدے، گھر پہنچے اور عزیزوں سے ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دوسری عید کو ''عیدِ قربان'' کہتے ہیں۔ اسے قرآنی اصطلاح میں ''عید الاضحیٰ'' یا ''عید البقر'' بھی کہا جاتا ہے۔ اضحیٰ تو وقتِ چاشت کو کہتے ہیں، چوں کہ اس عید کی نماز چاشت کے وقت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کا نام عید الاضحیٰ ہوا۔ بقرہ عربی زبان میں گائے کو کہتے ہیں، چوں کہ زمانۂ جہالت میں لوگ گائے کی پوجا کرتے تھے اور اسے مقدس مانتے تھے جیسے آج بھی ہندو لوگ گائے کے گیت گاتے نہیں تھکتے۔ گائے کی قربانی اس بات کا ثبوت ہے کہ گائے دوسرے جانوروں کی طرح ایک مفید جانور ہے۔

ہاں تو یہ عید حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کے پیارے نبی تھے۔ ایک رات خواب میں انھیں قربانی کا حکم ہوا۔ آپ نے صبح اٹھ کر سو اونٹ قربان کر دیے۔ دوسری رات پھر قربانی کا حکم ہوا۔ آپ نے صبح پھر سو اونٹ قربانی کر دیے۔

تیسری رات کو سب سے پیاری چیز کی قربانی کا حکم ہوا۔ یہ اشارہ حضرت اسمٰعیلؑ خوردسال اور اکلوتے بچے کی قربانی کی طرف تھا۔ چناں چہ آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ساتھ لیا۔ چھری اور رسی پکڑی اور جنگل میں چلے گئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ لیٹ گئے اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لیے۔ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تاکہ رحم نہ آجائے۔ چُھری اٹھائی اور بچے کے گلے پر رکھ دی۔ اتنے میں آواز آئی، اے ابراہیمؑ! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ تیری قربانی قبول ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آنکھوں سے پٹی اتاری۔ آنکھیں کھولیں تو انھوں نے بیٹے کے بجائے مینڈھا ذبح پایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو ساتھ لیا اور گھر آ گئے۔ یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی۔ مسلمان اسی قربانی کی یاد میں ہر سال قربانی کر کے سنتِ ابراہیمیؑ کا احیا کرتے ہیں۔ اس روز مینڈھے بھی ذبح ہوتے ہیں بکرے بھی، گائیں بھی اور اونٹ بھی۔

نمازِ عید ادا کرنے کے بعد قربانی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور تین دن تک چلتا رہتا ہے۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جاتے ہیں۔ ایک حصہ گھر والوں کے لیے ہوتا ہے۔ ایک حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے۔ تیسرا حصہ عام غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس عید کی خوشی تین دن تک متواتر ہوتی ہے اور ہر روز جشن کی کیفیت ہوتی ہے۔

۶ محنت کی برکتیں

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہ (محنت سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)

یہ ایسا نسخۂ کیمیا ہے کہ جس نے اس پر عمل کیا وہ کامیابی سے ہم کنار ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی دنیا کے سامنے ہے کہ پوری زندگی دین کی محنت و مشقت کی نذر ہو گئی، جب جا کے آپ قوم کی اصلاح کا مقصد حاصل کر سکے۔

دراصل دنیا ایک عمل گاہ ہے جہاں انسان کا ایک ایک منٹ قدرت کے زیرِ نظر ہے اور وہ دیکھتی رہتی ہے کہ انسان نے کیا سیکھا اور کیا فراموش کیا۔

دنیا میں جتنے اشخاص بلندی پر پہنچے، وہ اپنی محنت اور بے شمار سختیاں جھیل کر اس قابل ہوئے کہ عظمت و عزت اور نام وری کے پرچم کو چھو سکیں۔ محنت کے بغیر کسی کو عزت ملی نہ مرتبہ بلکہ پیٹ بھرنے کے لیے روٹی کا لقمہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ذرا اس کٹھن سفر کا اندازہ کیجیے جو گندم کے ایک دانے کو انسان کی خوراک بننے کے لیے موسم کی سختیوں کے ساتھ طے کرنا پڑا اور وہ اس قابل ہوا کہ انسان کی خوراک بنے۔
مولانا الطاف حسین حالیؔ نے کہا ہے:

ؔ مشقت کی ذلّت جنھوں نے اٹھائی — جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی — فضیلت، نہ عزت، نہ فرماں روائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں — ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

اس عمل کے میدان میں جو شخص زیادہ محنت کرتا ہے اور اونچا چلا جاتا ہے، بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ مگر جو اپنے وقت کو سو سو کر گنواتے ہیں وہ اپنی بڑائی اور عزت کو بھی اپنے ساتھ سلا لیتے ہیں۔ ایسے ہی نکمے اور آرام طلب محنت کے اوقات راگ رنگ کی محفلوں کی نذر کر دیتے ہیں اور آخر بھوکوں مرتے ہیں۔ ایسی ہی آرام طلبیوں نے حکومتوں کے نقشے بدل کر رکھ دیے۔ مسلمان قوم جب تک آرام طلبی پر محنت کو ترجیح دیتی رہی، دنیا کی اول درجے کی حاکم قوم شمار ہوتی رہی اور دشمنوں کے دل اسے دیکھ کر دہلتے رہے۔ مگر جب آرام طلبی اور عیش و نشاط کے چکر میں پڑی تو نہ صرف اتنی بڑی سلطنت ہاتھ سے گئی بلکہ عزت رہی نہ عظمت بچی۔ شان، آن، تفوق، بڑائی میں سے کوئی چیز نہ رہی، اقبالؒ نے فرمایا:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے　　شمشیر و سناں اوّل ، طاؤس و رباب آخر

اقبالؒ کیا تھے۔ اس نام کے ہزاروں افراد ہوں گے، مگر اقبالؒ کی محنت نے انھیں زمین سے اٹھایا اور آسمان پر جا بٹھایا۔ قائدِ اعظمؒ بھی محنت سے قائدِ اعظمؒ بنے اور اپنی دن رات کی محنت سے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ایک قوم کہنے والے ہندو اور اس کے مشیرِ خاص انگریز کو آخر کار دو قومی نظریہ ماننا ہی پڑا اور علامہ اقبالؒ کے تخیل، قائدِ اعظمؒ کی محنت اور تدبّر سے پاکستان کی شکل میں ایک ملک دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوا۔

مدرسے کے استاد محنت کے بغیر ماسٹر نہیں بنے۔ بچے تھے، پڑھتے تھے، محنت سے اپنے اسباق یاد کرتے تھے، اپنے استادوں کی جھڑکیاں سہتے تھے۔ آخر ان کی محنت رنگ لائی اور آج مدرسے میں استاد کی کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔ شاگرد بھی جب تک محنت سے اپنے اسباق یاد نہیں کرتے کامیاب نہیں ہوتے۔ نکمّے اور محنت نہ کرنے والے طالب علم فیل ہو کر سب کو بتاتے ہیں کہ محنت کرو گے تو کامیاب ہو گے۔ محنت نہیں کرو گے تو ہماری طرح فیل ہوتے رہو گے۔

۷ حُبِّ وَطَن

وطن گہوارہ ہے، دھرتی ماتا ہے۔ وطن گود ہے مادرِ وطن کی۔ وطن ایک جنم بھومی کا نام ہے۔ جس کی زمین، ہوا اور ماحول میں انسان پیدا ہوتا ہے، کھیلتا ہے، جوان ہوتا ہے۔ یہیں ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار اور دوست یار اس کے مہربان و مشفق، ہم درد و غم گسار، خیر اندیش و بہی خواہ موجود ہوتے ہیں۔ انسان کو ان سب چیزوں سے اتنا زیادہ لگاؤ ہو جاتا ہے کہ ان سے جدا ہوتے ہوئے مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔

وطن ایک گھر ہے جس سے انسان کی محبت ایک فطری امر ہے۔ یہی محبت انسان کو دشمن کے مقابلے پر کھڑا کر دیتی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ملک کے سارے باشندے دل و جان سے ایک سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور آخر بھارت کو اپنے بے شمار اسلحے کے باوجود منھ کی کھانی پڑی اور پاکستان کے مسلمان ''حب الوطن من الایمان'' کی عملی تصویر بن گئے۔

یہ اس قدر فطری امر ہے کہ حیوانات تک بھی اپنے ٹھکانے، بل، کچھار وغیرہ سے محبت کرتے ہیں اور اس کی محبت میں جان تک لڑا دینا فطری تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ وطن کا کانٹا بھی سنبل و ریحان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جو مصر میں حکومت کرتے تھے کنعان کے بھکاری کو بھی اس حکومت سے بہتر خیال کرتے تھے کیوں کہ کنعان ان کا وطن تھا اور حاکم ہونے کے باوجود وطن کی خوشبو اور محبت مصر میں نہ تھی۔

ایک زمانہ تھا کہ دکن (حیدرآباد) میں جو اسلامی حکومت تھی وہ علم پرور تھی۔ سارے ملک کے قابل لوگوں کی قدر کرتی تھی۔ ان کے وظیفے اور روز ینے مقرر تھے۔ اسی زمانے میں دہلی میں بہادر شاہ ظفرؔ کی حکومت تھی اور بہادر شاہ کے استاد محمد ابراہیم ذوقؔ کا شُہرہ سارے ہندوستان میں تھا۔ دکن کے حکمران نے ایک معقول زر و مال کے ساتھ اپنے ایک نمائندے کو دہلی بھیجا تاکہ وہ ذوقؔ کو حیدرآباد لے آئے۔

نمائندہ دہلی پہنچا۔ ذوقؔ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مال و زر پیش کیا اور نظام دکن کی طلبی کا پروانہ دکھایا۔ ذوقؔ نے نقدی دیکھی، خلعت دیکھی، مستقبل کی بہتری کی خبر پائی اور نمائندے سے کہا:

میاں! کیا حیدرآباد میں ایسی شاہی مسجد ہے؟

نمائندے نے کہا، حضرت! اس کا تو دنیا میں کہیں ثانی نہیں ہے۔

ذوقؔ نے پھر پوچھا، کیا وہاں ایسا شاہی قلعہ ہے؟

نمائندہ بولا، حضرت! یہ چیزیں تو خالص دہلی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آج مال و دولت اور ترقی حیدرآباد کے ساتھ مخصوص ہے۔ چلیے اور بہار دیکھیے۔

ذوقؔ نے کہا: جہاں دہلی جیسی کوئی چیز بھی موجود نہیں، اس کے لیے میں اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتا۔ جایئے اور یاد رکھیے:

گرچہ دکن میں بہت ہے آج کل قدرِ سخن   کون جائے ذوقؔ پر دِلّی کی گلیاں چھوڑ کر

وطن کا تصور مغرب میں ایک محدود خطے کا ہے جہاں ایک ہی نسل یا ایک ہی زبان بولنے والے افراد کا مجمع ہو۔ مگر اسلام اس تصور کو نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے:

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدای ما است

مسلمان دنیا کے چاہے کسی خطے میں رہتا بستا ہو، وہ مسلمان قوم کا فرد ہے۔

۸ تعلیمِ نسواں

عورت اور مرد انسانی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ دونوں میں یکسانیت اور برابری ہونا لازمی ہے۔ اگر علم مرد کی عقل کو روشن کرتا ہے تو عورت کی عقل کو بھی علم سے جلا ملتی ہے۔ اس لحاظ سے عورتوں کی تعلیم بھی لازمی ہے۔

اسلام نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ''علم حاصل کرو خواہ تمھیں چین جانا پڑے'' آج ہوائی جہاز نے چین کو قریب کر دیا ہے۔ جن دنوں حضور صلی اللہ وآلہ وسلم نے تحصیلِ علم کی تاکید میں فرمایا، ان دنوں چین کا سفر جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''جو شخص علم حاصل کرنے کی کوشش میں فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔''

جنگِ بدر کے وہ قیدی جو فدیہ کی استطاعت نہ رکھتے تھے، ان کے لیے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا ہی فدیہ ٹھہرایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں علم کا درجہ کتنا بلند ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر مرد علم حاصل کر کے ترقی کے مدارج طے کر سکتا ہے تو عورت بھی ان درجات کو علم حاصل کر کے طے کر سکتی ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں

کہ عورت پر علم کے دروازے بند کیے جاسکیں۔ اب تو لڑکیوں کے الگ سکول اور کالج قائم ہو چکے ہیں۔ یہی لڑکیاں پڑھ لکھ کر تعلیم یافتہ کہلائیں گی اور ملک وملت کے لیے روشن ستارے بن کر رہ نمائی کا کام دیں گی۔ ملک کے نام کو اونچا کریں گی اور قوم کی عزت و آبرو کو چار چاند لگائیں گی۔

ایک جاہل عورت بھی ماں کہلاتی ہے اور ایک پڑھی لکھی عورت بھی ماں ہی ہوتی ہے، مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تعلیم یافتہ عورت اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے، اپنے خاوند کے لباس کو بناتی سنوارتی ہے، اپنے بچوں کو بھی ایک خاص رنگ میں رنگتی ہے، جس سے بچے بچپن ہی میں ہونہار ہو جاتے ہیں اور بڑے ہو کر ترقی کی راہوں پر چل نکلتے ہیں۔ تعلیم یافتہ ماں غریب بھی ہو تو امیر بن جاتی ہے۔ وہ فضول خرچیوں سے گھر کو اجاڑنے کی بجائے کفایت شعاری کو اپناتی ہے اور اس طرح آہستہ آہستہ امارت سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ بچوں کو خود پڑھاتی ہے۔ وہ پڑھائی کے طریقے جانتی ہے اور محلے کے بچے بھی اس سے پڑھنے کے لیے آجاتے ہیں اور اس طرح وہ محلے میں عزت بھی پاتی ہے اور امیر بھی ہوتی جاتی ہے۔

اب تو عورتیں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے لگی ہیں اور اس طرح انھیں اپنے جوہر دکھانے کا موقع مل رہا ہے۔ ان میں خودداری پیدا ہو رہی ہے۔ اپنے اوپر اعتماد پیدا ہو رہا ہے۔

بعض لوگ جن کے پاس روپیا تو ہے مگر علم نہیں، وہ خود جاہل ہونے کی وجہ سے بچیوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے بجائے قیمتی لباس اور زیور سے پیراستہ کرتے ہیں جس سے بچیوں میں بے راہ روی اور لالچ جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے وہ سبھا کی پری تو بن جاتی ہیں مگر چراغِ خانہ نہیں رہ سکتیں اور اس طرح ملک وملت کی رسوائی کا باعث بنتی ہیں۔ اس کے برعکس تعلیم یافتہ عورتیں اپنے وقار کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی شان بھی بڑھاتی ہیں۔ اپنی اولاد کو ملک وملت کی خدمت کے لائق بناتی ہیں۔ انھیں برائی اور بھلائی میں تمیز کرنا سکھاتی ہیں اور اپنے فرائضِ دینی و دنیاوی بڑے اچھے طریقے سے ادا کرتی ہیں۔

۹ ایک دِل چسپ سفر

مجھے اسلام آباد جانا تھا۔ گھر سے چلا، سٹیشن پر پہنچا، ٹکٹ خریدا اور گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ٹہلتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا کہ جس کام کے لیے جا رہا ہوں، اسے کس طرح نپٹانا ہے اور ریل کے آنے پر کیا کرنا ہے۔ میری طرح اور مسافر بھی خراماں خراماں پلیٹ فارم کا طول و عرض ناپ رہے تھے۔ جوں جوں گاڑی کے آنے کا وقت ہو رہا تھا، پلیٹ فارم پر ہجوم بڑھ رہا تھا۔ اس میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی، بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ معلوم ہوتا تھا پلیٹ فارم جاگ اٹھا ہے۔

گاڑی آئی، مسافر اترے بھی اور چڑھے بھی۔ میں ایک تیسرے درجے کے ڈبے میں سوار ہو گیا، گاڑی چل دی۔ مسافر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے شناسا ہونے لگے۔ بے تکلفی سی پیدا ہونے لگی۔ راستے کی طوالت نے کئی طرح کی گفتگو پیدا کی۔ آخر ایک بوڑھا بولا، یہ میری آپ بیتی ہے، سنیے:

میرا گھر سٹیشن اور شہر سے بہت دور ایک گاؤں میں ہے۔ بچپن ہی میں ماں باپ مر گئے۔ تھوڑی سی زمین تھی، اس کی کاشت کے بدلے ایک کسان نے میری کفالت کا ذمہ لیا۔

وقت گزرتا گیا، میں کھیلتا کودتا جوانی کے شیش محل میں داخل ہوا۔ایک ہمسائے کی لڑکی جوان اور نیک تھی اس سے شادی ہوگئی۔ میں نے ایک نوکر رکھ لیا۔اس میں حقّہ پینے کے سوا کوئی اور بری عادت نہ تھی۔

گیہوں پک گئے۔ہم دونوں نے کاٹے اور کھلیان میں ڈھیر لگا دیا۔میری بیوی شام کے وقت روٹی لائی اور ہم دونوں کھا کر وہیں سو رہے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ شام سے ذرا پہلے میرا ایک رشتہ دار آن پہنچا اور مجھے اپنے ساتھ دور اپنے گاؤں میں لے چلا۔ میں نے نوکر سے کہا: بیوی کھانا لائے گی تو اُسے نہ بتانا اور کھانا رکھ لینا۔

غرض میں رشتہ دار کے ساتھ چلا گیا۔نوکر نے آگ جلائی ہوگی اور ایک آدھ چنگاری گندم میں اڑ کر جا پڑی ہوگی۔ وہ حقے کے نشے میں مست ہوگا کہ آگ بھڑکی اور گندم جلنے لگی۔نوکر آگ بُجھانے کے لیے دوڑا مگر آپ بھی گندم کے ساتھ جل کر راکھ ہوگیا۔صبح ہوئی اور آگ کا چرچا ہوا تو بیوی آئی اور یہ سمجھ کر کہ میں جل گیا ہوں، روتی پیٹتی گھر چلی گئی۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ میں شام کے وقت گھر پہنچا، بیوی نے مجھے دیکھا تو چیخیں مارتی ہوئی بھاگی اور ادھر ادھر سے لوگ لاٹھیاں، کلھاڑیاں لے کر نکل آئے کیوں کہ وہ مجھے بھوت سمجھتے تھے۔

میں بھاگا اور قبرستان میں جا کر چھپ گیا۔اتفاق سے ایک جنازہ آیا۔جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو جنازہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کھجوریں وغیرہ جو ساتھ لائے تھے وہیں رہ گئیں۔ میں نے مردے کو دفن کیا اور کھجوریں کھا کر شکر ادا کیا۔

دو دن کے بعد پھر بھوک نے تنگ کیا تو قبرستان سے نکلا اور خربوزوں کے ایک کھیت میں گھس کر خربوزے کھانے لگا۔کھیت والے نے مجھے دیکھا تو شور مچاتا دوڑا۔لٹھ بند لوگ گاؤں سے نکلے۔ میں بھاگا اور بھاگتا گیا اور اسی گاؤں میں جا پہنچا۔ وہاں رشتہ داروں کو ساری واردات سنائی۔انھیں ساتھ لیا اور اپنے گاؤں آیا۔ان لوگوں نے میری بیوی اور گاؤں کے لوگوں کو بتایا کہ کھلیان میں جلنے والا نوکر تھا اور میں رشتے داروں کے ہاں گیا ہوا تھا۔ میں زندہ و سلامت ہوں، جل مر کر بھوت نہیں بنا۔

آخر گاؤں کے لوگ بھی سمجھ گئے اور میری بیوی کو بھی یقین آ گیا۔ جب جا کے میری جان بچی۔''لو میرا اسٹیشن آ گیا۔'' اس نے خدا حافظ کہا اور گاڑی سے اتر گیا۔

۱۰ ''تندرستی ہزار نعمت ہے''

قدرِ صحت مریض سے پوچھو تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی اور صحت مندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔غریبی، مفلسی، ناداری ہو تو ہو، مگر صحت خراب نہ ہو۔

صحت مند اور تن درست آدمی خدا کی اس نعمت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔غریبی، مفلسی، ناداری کا مقابلہ کرتا ہے اور کامیاب رہتا ہے۔

تندرستی دنیا میں بہت بڑی دولت ہے۔صحت مند آدمی ہر طرح کی محنت کر سکتا ہے اور محنت کا یہی التزام اللہ کو اتنا پسند آتا ہے کہ وہ اسے فقیری سے امیری عطا کر دیتا ہے۔تنگ دستی سے کشادگی بخشتا ہے اور نیک نامی اور کامیابی کا انعام دیتا ہے۔

اگر انسان اپنے آپ کو صحت منداورتن درست رکھنا چاہے تو محنت سے نہ کترائے۔ کیوں کہ تندرستی اور محنت کا ساتھ ہے۔ دیہاتی غریب ہونے کے باوجود صحت مند رہتا ہے اور شہری امیر ہونے کے باوجود بیمار۔ یہ بات ممکن ہے کسی کو راز معلوم ہو مگر حقیقت میں یہ کوئی راز کی بات نہیں۔ ظاہر ہے کہ امیر کھاتا پیتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔ محنت کو کسرِ شان جانتا ہے۔ جو کچھ کھاتا ہے وہ ہضم نہیں ہوتا تو کئی قسم کی بیماریاں آن گھیرتی ہیں۔ وہ ایک بیماری سے جان چھڑانے کے لیے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، روپیا خرچ کرتا ہے، دوائیں لیتا ہے، کھاتا ہے مگر ایک کے بجائے دو بیماریاں اسے گھیر لیتی ہیں۔ وہ دوائیں تو کھاتا ہے مگر صحت کے راز سے آگاہ ہونے کے باوجود اس پر پردہ ہی پڑا رہنے دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ دولت سے صحت خرید سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے۔

صحت خدا کے بتائے ہوئے اصولوں ہی سے حاصل ہوتی ہے اور وہ مفت ملتے ہیں۔ امیر آدمی روپے کے بغیر کچھ لینے کو کسرِ شان سمجھتا ہے، اس لیے وہ خوب کھاتا پیتا ہے موٹا ہوتا جاتا ہے مگر آخر اپنا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتا اور چارپائی کا محتاج بن جاتا ہے۔

یاد رکھیے! صحت کے لیے ورزش لازمی ہے۔ صبح کی سیر، گھڑسواری، نلائی، باغ بانی صحت کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ یہ سب کچھ صبح سویرے اٹھنے پر منحصر ہے۔ کوئی سا موسم ہو، صبح سویرے اٹھیے وضو کیجیے، نماز پڑھیے، خدا سے اپنی اور قوم و ملک کی بھلائی اور بہتری کی دعا کیجیے۔ پھر سیر کو نکل جائیے۔ میل دو میل سیر ضرور کرنی چاہیے۔ گھر آ کر تھکاوٹ اتارنے کے لیے نہا لیجیے۔ غسل سے فارغ ہو کر ناشتا کیجیے اور متوازن غذائیں کھائیے۔ خدا نے چاہا تو بیماری پاس بھی نہیں پھٹکے گی۔

اللہ نے انسان کے جسم کی ساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ محنت کرنی ہی چاہیے۔ ہاتھ نہ ہلاؤ گے تو کمزور ہو کر بے جان ہو جاؤ گے۔ چلو پھرو گے نہیں تو ٹانگیں من من بھر کی ہو جائیں گی اور چلنے پھرنے سے رہ جاؤ گے۔ اس لیے خدا کی دی ہوئی صحت کو بحال رکھنے اور بڑھانے کے لیے کام کرتے رہو اور اس کے ساتھ ہی ہمیشہ نیک خیال، نیک کام، نیک کردار اور نیک چلن بننے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ نیکی سے تندرستی کا انعام بھی ملا کرتا ہے۔ حقیقت میں تندرستی، نیکی کے لیے ہی ملتی ہے۔ پس نیکی اور تندرستی سے اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ جب تک بھوک غالب نہ ہو، کچھ نہ کھائیے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیجیے۔

۱۱ عیادتِ مریض

صحت اور بیماری ساتھ ساتھ ہیں۔ جہاں صحت میسر آتی ہے وہاں بیماری سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ مریض کی عیادت ضرور کیجیے۔ عیادت اجتماعی زندگی کی ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا حق ہے اور اللہ سے محبت کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والا اللہ کے بندوں سے بے تعلق نہیں ہو سکتا۔ مریض کی غم خواری، دردمندی اور تعاون سے غفلت برتنا دراصل خدا سے غافل ہونا ہے۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو نے میری عیادت نہ کی۔'' بندہ کہے گا: ''پروردگار! تو ساری

کائنات کا رب ہے۔ بھلا میں تیری عیادت کیسے کرتا؟" اللہ کہے گا: "میرا فلاں بندہ بیمار تھا پر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو وہاں پاتا۔"

مریض کی عیادت، تندرستوں پر واجب ہے۔ جب آپ مریض کی عیادت کو جائیں تو مریض کے ساتھ ہم دردی کا اظہار کیجیے۔ تشفّی آمیز کلمات سے اس کے دل کو خوش کیجیے۔ اس کی طبیعت کا حال پوچھیے اور تسلی کی باتیں کرتے ہوئے یہ بھی کہیے کہ خدا نے چاہا تو آپ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔ دوا پیو اور التزام کے ساتھ پیو۔ پرہیز کرو، جو غذا حکیم یا ڈاکٹر بتائے وہی ٹھیک ہے۔

مریض کے سرہانے زیادہ دیر تک نہ بیٹھیے اور نہ شور وغل کیجیے۔ ہاں اگر مریض آپ سے کچھ دیر بیٹھنے کا تقاضا کرے تو کچھ دیر ضرور بیٹھیے۔ مریض کے متعلقین سے بھی مریض کا حال پوچھیے اور ہم دردی کا اظہار کیجیے۔ آپ جو خدمت اور تعاون کر سکتے ہوں، ضرور کریں۔

غیر مسلم کی عیادت بھی کرنی چاہیے اور اسے بھی تسلی و تشفّی کی باتوں سے خوش کیجیے۔ دوا یا غذا جس کی اسے ضرورت ہو اس کے حصول میں اس کی مدد کیجیے۔ یہی چیز معاشرے کی جان ہے۔

مریض کے گھر عیادت کے لیے پہنچیں تو ادھر ادھر تاکتے نہ رہیں۔ آپ کے بیٹھنے سے گھر کی خواتین کو تکلیف نہ ہو کہ وہ بے چاری پردہ کرتی پھریں۔ بہ ہر حال آپ کو چاہیے آپ بیمار کی عیادت ضرور کریں مگر اہلِ خانہ کو تکلیف نہ دیں۔ نہ اونچی آواز سے باتیں کریں۔ بیمار کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کریں۔ موسم کا میوہ بھی کبھی کبھی مریض کے لیے لے جایا کریں تا کہ وہ آپ کے خلوص کا معترف ہونے کے ساتھ آپ کے لیے دعا بھی کرے۔

۱۲ ماں باپ کے ساتھ سلوک

ماں باپ جنھوں نے ہمیں جنا اور پالا، ہماری تربیت کی، ہمیں پڑھایا، انسانیت سکھائی، دنیا میں رہنے کے آداب سکھائے اور زندگی کے اتار چڑھاؤ بتائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

"اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا کہ کون سا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔ انھوں نے پھر پوچھا۔ اس کے بعد کون سا کام خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک۔"

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ماں باپ ہی تمھاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ۔" ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کی روزی میں کشادگی ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔"

ایک دفعہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے باپ کی شکایت کی کہ "وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔"

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ کو بلوایا تو ایک بوڑھا کم زور شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہنا شروع کیا: ''اللہ کے رسولؐ! ایک زمانہ تھا جب یہ کم زور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی۔ میں مال دار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے منع نہیں کیا تھا۔ آج میں کم زور ہوں اور یہ تن درست وتوانا ہے۔ میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے اور اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔''

بوڑھے کی باتیں سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے اور اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انھیں اف تک نہ کہو۔''

ظاہر ہے کہ اولاد پر ماں باپ کے حقوق ایسے ہیں کہ ان کا ادا کرنا ہی اولاد کے لیے مناسب ہے تاکہ جہاں وہ اپنے ماں باپ کی اطاعت، فرماں برداری اور خدمت گزاری میں منفرد اور مثالی بیٹا بنے اس کی اولاد بھی اس سے ویسا ہی نیک سلوک کرے اور اس کا بڑھاپا بھی اپنے ماں باپ کی طرح اچھا گزرے۔

۱۳ چاندنی رات

رات سکون بخش ہے اور اپنے اسی سکون کے باعث محبوب ہے۔ لیکن رات اور پھر چاندنی رات دل کشی کی تصویر، نقش ونگار کی حسین تحریر ہے۔ آؤ! ذرا چاند رات کی سیر کریں۔ رات نے پر پھیلائے، سیاہ پردے تانے، ہر طرف گھپ اندھیرا، ایسا اندھیرا کہ خوف کا پھیرا۔ مشرق میں چاند نے منھ دکھایا۔ چاندی کا سفید لباس پہنا۔ اندھیرے نے منھ پر سفید پوڈر مَل لیا، سفید ہو گیا۔ سفید چادر بچھنے لگی اور بچھتی چلی گئی۔ جنگل پر، صحرا پر، پہاڑ پر قلعی کا کوٹ پھر گیا۔ ہر طرف نور کے مقدس پانی میں دھلی، سفید ہوئی، تاریکی کونوں کھدروں میں جا دُبکی۔

چاند اور پھر چودھویں کا چاند، نور کا منبع، روشنی کا جھاڑ بلند ہوا اور ہوتا گیا۔ نور کی چادر پھیلاتا اور بچھاتا گیا۔ پہاڑوں پر قلعی پھر گئی۔ درختوں اور میدانوں پر سفید شیشہ بچھ گیا۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں سے چھن چھن کر آنے والی چاندنی نے کیا بہار دکھا رکھی ہے۔ چھنی ہوئی چاندنی، واہ! سبحان اللہ نور کی بارش، نور کا ترشح، نور کی پھوار۔ چاندی کی چھلنی جس میں سے نور چھن چھن کر سیاہ زمیں کو روشن کر رہا ہے۔ ریت کے ذرے چمک اٹھے۔ گویا دن بھر کے سوئے ہوئے جاگ اٹھے ہیں۔ چاند انھیں دیکھتا ہے اور یہ چاند کو دیکھ رہے ہیں۔ گویا ننھے ننھے چاند ہیں جو چاند کو دیکھ رہے ہیں۔

ہرے ہرے کھیتوں پر چاندنی کی بہار اور ہی مزہ دیتی ہے۔ زمرد پر چاندی کا جھول چڑھا ہوا ہے ملمع سازی ہو رہی ہے، پگھلی ہوئی چاندی کے فوارے چل رہے ہیں۔ آسمان سے سیمابی لہریں رواں ہیں اور ہر طرف سیلابِ نور کا سماں دکھا رہی ہیں۔ وہ دیکھو! پہاڑ، پہاڑیاں، نور میں نہا رہی ہیں۔ سروں پر نور ہے، پہلوؤں میں نور ہے۔ دامن میں نور ہے، سایہ تک نور میں ڈھلا جا رہا ہے۔

اوڑھ کر اپنے تنِ نازک پہ چادر چاندنی   اَوجِ گردُوں سے اتر آئی زمیں پر چاندنی

دریا اپنی روانی بھول گئے۔ چاندنی کی بہار پر نگاہیں اٹکی ہوئی ہیں۔ لہریں اچھل اچھل کر چاندنی کو دیکھنے کے لیے اپنی بے تابی کا اظہار کررہی ہیں۔ مچھلیاں بھی تڑپ تڑپ کر اچھل رہی ہیں۔ یہ بہار، یہ چاندنی کا نکھار دیکھتی ہیں اور اپنی قسمت پر ناز کرتی ہیں۔

پرندے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے چاندنی کا لطف اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد کے خاموشی کے پردے میں گیت گا رہے ہیں۔ انسان اگرچہ دن بھر کے تھکے ہوئے ہیں، مگر چاند کی چاندنی پر نثار ہو رہے ہیں۔ کبھی چاند پر نگاہ پڑتی ہے، کبھی چاندنی پر۔ دونوں کا لطف ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ اس لطف سے صحیح طور پر لطف اندوز ہونے والے دیہاتی ہیں جنھیں چاندنی رات دن کا مزہ دے جاتی ہے۔

شہر کے لوگوں کو چاندنی کے حسن اور بہاروں کا بہت کم احساس ہوتا ہے۔ انھیں کبھی چاندنی رات کو دیکھنے کا موقع میسر نہیں آتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں چاندنی رات کبھی آتی ہی نہیں۔ بجلی کے قمقموں کی روشنی ان کے لیے چاندنی رات ہے۔ بجلی بند ہو جائے تو یہاں چاندنی رات بھی عمارتوں کے سائے میں دب جاتی ہے۔

۱۴ شہری اور دیہاتی زندگی

یہ شہر ہے۔ زندگی سے بھرپور، اپنی زیست پر مسرور، اپنی ذات پر مغرور۔ دن ہو یا رات کام میں مصروف۔ نہ تفریح، نہ تعطیل۔ کارخانوں کا دھواں، دن رات کی ٹھک ٹھک۔ آنکھیں دھویں سے بند ہیں، کان تھکے ہوئے۔ غریبوں کے لیے دن رات کی بے چینی، محنت کشوں کے لیے درد آفرینی۔ ایک ایک کمرے میں کئی کئی جانیں، نہ تازہ ہوا نہ عمدہ خوراک۔ گلیوں اور کوچوں میں غلاظت کے ڈھیر۔ خاکروب گلیوں کے چودھری ہیں۔ مہینے میں کبھی ایک آدھ بار معائنے کو آ گئے تو آ گئے، ورنہ سپردِ خدا۔

امیر ہیں، دولت مند ہیں، کارخانہ دار ہیں۔ شرابِ عشرت سے سرشار ہیں۔ جاڑا ہو تو گرم لباس، گرم بستر، کندھوں پر شال۔ ہیٹر لگے ہوئے ہیں۔ سگریٹ بیڑی اڑا رہے ہیں۔ زیادہ کمائی کے خم و پیچ میں اسیر ہیں۔ نئی سکیمیں اور نئے منصوبے بنا رہے ہیں۔

گرمی آتی ہے تو بجلی کے پنکھے دن رات چل رہے ہیں۔ کھلے مکانوں میں ائیر کنڈیشنز لگے ہیں۔ اس پر طبیعت مچلی تو کار میں بیٹھے اور مری پہنچ گئے۔ گھوڑا گلی کی سیر کی۔ ایبٹ آباد، اسلام آباد کو نکل گئے۔ ٹھنڈی ہوا، ٹھنڈا پانی، چشموں کی سریلی آواز، قدرتی نغمے، قدرتی ساز، جیب میں دام ہیں، اس کے باوجود بے چین ہیں، بے آرام ہیں۔ کسی کے بلڈ پریشر ہے، کوئی شوگر کا مریض ہے۔ کسی کو کچھ بیماری ہے، کسی کو کچھ۔

دیہات میں آیئے جسے دیکھیے ہٹا کٹا، مضبوط، سڈول، ہر موسم اور ہر سختی برداشت کرنے کو تیار۔ نہ گلہ نہ شکوہ، ہل چل رہے ہیں، بیل چھن چھن کرتے ہوئے بھاگے جا رہے ہیں، زمین کا سینہ چیرا جا رہا ہے۔ بیج بوئے جا رہے ہیں۔ کہیں کٹائی ہو رہی ہے، کہیں نئے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ اناج پک رہا ہے۔ فصلیں سنہری بالوں سے سنہری ہو رہی ہیں۔ زمیں دار مسرور ہے۔ یہ سنہری بالیں اناج کے بھرپور خوشے ہیں، زمیں دار انھیں سنبھالنے کی فکر میں ہے۔ فصل پک جائے گی تو اپنے لیے تھوڑا سا غلہ رکھ کر باقی اناج منڈی بھیج دے گا جو شہر کے رہنے والوں کی خوراک بنے گا۔ گاؤں کی عورتیں اور بچے سبھی محنتی ہوتے ہیں۔ یہی محنت ان کی صحت و تندرستی کی ضامن ہے۔ وہ موٹا جھوٹا اناج کھاتے ہیں اور طاقت ور ہوتے جاتے ہیں۔ کسی کو بلڈ پریشر کی بیماری نہیں، نہ کوئی شوگر کا مریض ہے۔ کبھی کبھی بخار ضرور آ جاتا ہے، مگر

ان کی یہی محنت ان معمولی بیماریوں کو بھگا دیتی ہے۔ ان کے مکان شہر کے مقابلے میں کچے گھروندے ہیں۔ نہ سڑکیں ہیں نہ روشیں، نہ باغات۔ مگر ان کے ہرے بھرے کھیت ہی ان کی سڑکیں، روشیں اور باغات ہیں۔ یہاں دور دور تک ہسپتال نہیں ہے۔ پرائمری سکول بھی گاؤں سے دور ہے اب لوگ پڑھنے لگے ہیں۔ بہت کم دیہاتی کالج تک آتے ہیں۔ شہر میں ہسپتال، کالج، یونی ورسٹی سب کچھ موجود ہے، مگر صحت کی کم یابی ہے اور پھر اتنی مصروفیت کہ شہر کے لوگ صحت کے متعلق سوچنے کا موقع بھی تو نہیں رکھتے۔

۱۵ وقت کی پابندی

وقت دریا کا بہاؤ ہے کہ گزرا اور گزرتا ہی گیا۔ اسے واپس آنے کا راستہ ہی بھول جاتا ہے۔ وقت نہ کبھی واپس آیا نہ آئے گا۔ ہر شخص کو وقت کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ جو وقت کا ساتھ نہیں دیتا وہ پچھتا تا رہ جاتا ہے۔ کیوں کہ مشہور ہے کہ:

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں   سدا عیشِ دوراں دکھاتا نہیں

ہمارے کام وقت کے محتاج ہیں۔ وقت پر کام نہ کریں تو ناکامی کا مُنھ دیکھنا پڑتا ہے۔ مسافر صبح ہی صبح چل دیتے ہیں کہ مسافت طے کرنا ہے اور مقررہ وقت پر کسی مقام پر پہنچنا ہے۔ اگر مقررہ وقت پر نہ پہنچا تو کم نصیبی اور نامرادی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، ستاروں اور موسموں کو وقت کا پابند کیا ہے۔ سورج اپنے مقررہ وقت پر صبح ہی صبح نکلتا اور دنیا کو روشن کرتا ہوا اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چاند کے اوقات بھی معیّن ہیں۔ ہلال سا نکلتا ہے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہوا ماہِ کامل بن جاتا ہے۔

موسم بھی ایک مقررہ وقت پر آتے ہیں۔ باغوں کے پھل پکتے ہیں۔ کھیتوں کے اناج کی خبر لیتے ہیں۔ سبزیاں اگاتے، پکاتے اور گزر جاتے ہیں۔ گرمی کے موسم کی فصلیں گرمی کی محتاج ہیں اور سردی کے موسم کی فصلیں سردی کی حاجت مند۔ رات اور دن بھی وقت کی پابندی کے ساتھ آتے جاتے ہیں۔

آپ کسی جگہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ سفر کے لیے گھوڑا گاڑی، ریل، ہوائی جہاز موجود ہیں۔ آپ نے ٹکٹ خرید لیا ہے، مگر جب تک آپ وقت کی پابندی کرتے ہوئے اڈے یا سٹیشن پر نہ پہنچیں، آپ کہیں نہیں پہنچ سکتے۔ مقررہ وقت سے ایک منٹ کی دیر ہوئی اور ناکامی سے ہاتھ ملتے ہوئے رہ گئے۔

مسلمانوں کے لیے نماز اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ بھی وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہوتی ہے۔ صبح کی نماز طلوعِ خورشید سے پہلے ادا کرنا ہوتی ہے۔ آفتاب نکل آیا تو صبح کی نماز کا وقت گزر گیا۔ اسی طرح باقی نمازیں بھی مقررہ وقت پر ادا کرنا پڑتی ہیں۔

آپ حج کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ ہوائی جہاز اپنے مقررہ وقت پر سعودی عرب جائے گا۔ آپ نے پہنچنے میں دیر کر دی۔ ہوائی جہاز وقت کی پابندی کے ساتھ اڑا اور ذرا سی دیر میں یہ جا وہ جا، نظروں سے غائب ہو گیا۔ اب آپ بیٹھے ہاتھ مَلیں، پچھتائیں، وقت واپس نہیں آئے گا، نہ آپ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اس لیے وقت کی پابندی کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ پابندی کرنے پر کامیابی ہوتی ہے اور پابندی نہ کرنے سے ناکامی اور بے چارگی ملتی ہے۔

صبح ہوئی بچے سکول جانے کے لیے تیار ہوئے، مگر راستے میں کھیلتے کودتے دیر کر دی۔ سکول پہنچے تو سکول لگ چکا تھا، حاضری ہو چکی تھی۔ ان کی غیر حاضری لگ چکی تھی، جرمانہ ہو چکا تھا۔ اگر یہی بچے وقت پر سکول پہنچ جاتے تو نہ انھیں استاد کی جھڑکیاں سہنی پڑتیں، نہ جرمانہ ہوتا، نہ سبق میں پیچھے رہ جاتے اور نہ دوسرے لڑکوں سے پڑھا ہوا سبق دہرانے کے لیے خوشامدیں کرنا پڑتیں۔ پس یاد رکھیے کہ وقت کی پابندی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔ اس لیے ہمیشہ وقت کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیے۔

١٦ میرے دوست

دنیا میں دشمن بھی ہوتے ہیں اور دوست بھی۔ پہلی جنس ارزاں ہے اور دوسری گراں اور کم یاب۔ دنیا کے عام قاعدے کے مطابق میرے بھی دوست ہیں، مگر ہر دوست کا مرتبہ الگ ہے۔ ہر ایک کا درجہ دوستی کے لحاظ سے مختلف ہے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ دوست بناتے ہو تو دوست شناسی بھی سیکھو۔

مگر اس تھوڑی سی زندگی میں اتنا وقت کسے میسّر ہے کہ ہر دوست کا امتحان لے سکے اور اس کی دوستی کا وزن معلوم کر سکے۔ میرے ایک دوست بہ ظاہر بڑے پیارے اور میٹھی قسم کے ہیں، مگر جب کبھی کوئی کام ان سے متعلق آن پڑتا ہے تو عموماً ناکامی ہی کا مُنھ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس پر بھی غصہ نہیں آتا بلکہ جذبۂ رحم آتا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے دوستوں کی اقسام بیان کی ہیں اور میں نے بھی سچ اور صحیح سمجھ لیا ہے کہ انھوں نے اپنے وسیع تجربے اور شہر و بیاباں کی سیاحت کے بعد دوستوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک دوست وہ ہیں کہ دیکھ لیتے ہیں تو قربان ہو ہو جاتے ہیں اور اس دل سوزی سے خیر خبر پوچھتے ہیں کہ اپنے آپ پر رحم آنے لگتا ہے۔ کام کاج کی حالت بھی پوچھتے ہیں اور کاروبار کے بہتر ہو جانے کے بارے میں تسلی آمیز گفت گو بھی فرماتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ کاش میں اس قابل ہوتا کہ آپ کی کوئی مدد کر سکتا۔ ایسی ہی ادھر ادھر کی چند باتیں کیں اور چلتے بنے۔ ایسے دوستوں کو انھوں نے ''زبانی دوست'' کا خطاب دیا ہے۔

پھر کچھ دوست ایسے بھی ہیں جو مرزا ظاہر دار بیگ کے خاندان سے ہیں۔ ایسے وقت میں ملاقات کے لیے آتے ہیں کہ کھانے کا وقت قریب تر ہوتا ہے اور بہ امر مجبوری انھیں کھانے میں شریک کرنا پڑتا ہے یا کھانے کی دعوت دینا پڑتی ہے جسے وہ فوراً منظور فرما لیتے ہیں اور کبھی انکار نہیں کرتے۔ یہ صاحب خود کبھی کھانے کی دعوت نہیں دیتے۔ باتیں بہت لچھے دار کرتے ہیں اور دوستی کے حقوق گناتے نہیں تھکتے۔ ان سے دوستی نباہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کی باتیں شیرِ مادر سمجھ کر پیے جاؤ اور انھیں کھانا کھلاتے جاؤ۔ کبھی ان سے کھلانے کی توقع نہ رکھو۔ یہ دوست ''کھانے پینے کے دوست'' ہیں۔

دوستوں کی تیسری قسم وہ ہے جن کے دل میں قربانی کا جذبہ اور ایثار کا ولولہ ہوتا ہے۔ یہ بے تکلف دوست ہوتے ہیں اور ہر قسم کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔ ان کی باتیں سچی اور بے لاگ ہوتی ہیں۔ خوشامد سے دور رہتے ہیں اور دوست کو فائدہ پہنچانے کی سبیل سوچتے رہتے ہیں اور جب اسے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو ان کی مسرت کی انتہا نہیں رہتی۔ حضرتِ شیخ نے ایسے دوستوں کو ''سچے دوست'' یا ''جانی دوست'' قرار دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ زبانی دوست سے زبانی ہمدردی کر کے گلوخلاصی کرالو اور روٹی کے دوست کو روٹی کھلاؤ اور گھر سے نکال دو، لیکن یارِ جانی کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ اگر ایسے دوست پر جان بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرو۔

۱۷ شہری زندگی کے مسائل

آج شہری زندگی مسائل کے تانوں بانوں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ صبح سے شام تک بیسیوں ایسے مسائل ہیں جن سے شہریوں کا واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ان کا جائزہ لیں تو صورتِ حال کچھ یوں نظر آتی ہے۔

صبح اٹھتے ہی جب نلکا کھولا جائے تو پانی ندارد، بچے سکول جانے کے لیے پریشان اور والدین اپنے دفتروں میں جانے کے لیے مضطرب۔ اڑوس پڑوس میں نظر ڈالیے تو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں۔ جن گھروں میں پانی کے ذخیرے موجود ہیں، ادھر کا رخ کیجیے تو ایک کھرا جواب سن لیجیے، صاحب ہم مجبور ہیں، آپ کو پانی دے دیں تو اپنے باغیچے کے لیے کہاں مارے مارے پھریں؟ چار و نا چار آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر سرکاری نلکے کا رخ کیا تو زمین دوز نلکے میں سوئی کے ناکے کی طرح پانی ٹپک رہا ہے اور پانی کے طلب گاروں کی قطار اتنی طویل کہ باری آتے آتے سارے پروگرام ہی درہم برہم ہو جائیں۔ پھر بھی اس کے سوا چارہ نہیں کہ امیدواروں کی قطار میں جا کھڑے ہوں۔

دیر کی گھبراہٹ میں ایک دوسرے سے الجھنا اور ادھورا ناشتا کیے اپنی منزل کی طرف چل پڑنا، گویا ہر گھر کا معمول ہے۔ ناشتا ہو بھی تو کیسے، دودھ پانی کی طرح، نہ دودھ کا مزہ نہ چائے کا ذائقہ۔ گرمی کے دنوں میں لسّی پینا چاہیں تو بہ جز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ یا پانی حاصل کرنے کے لیے پانی کی قطار میں جا کھڑے ہوں یا دہی حاصل کرنے کے لیے دہی کی قطار میں لگ جائیں۔ دہی کا اچھا برا ہونا تو جدا بات ہے۔ پراٹھے کی لذت سے بچے نا آشنا ہیں۔ ماؤں کو خود اپنی اپنی نوکریوں پر پہنچنے کی جلدی ہے وہ دل جمعی سے ناشتا تیار کرنے سے قاصر ہیں۔ آٹا اس قدر ناقص کہ پہلے سے گوندھ کر رکھنا بھی ممکن نہیں۔

گھر سے قدم نکالتے ہی گونا گوں مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ بس سٹاپ پر قطاروں کا لامتناہی سلسلہ۔ رکشا اور ٹیکسی ڈرائیوروں کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ مقررہ نرخوں پر چلنے کے لیے کوئی آمادہ نہیں۔ دو گنے اور چوگنے دام کوئی ایک دن کا سوال ہو تو دے بھی دیے جائیں۔ چار و ناچار بچے، بڑے، بوڑھے سب بس کی قطار میں حسرت کی تصویر بنے کھڑے ہیں، جو چڑھ سکے انھیں قابلِ رشک نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور جب اپنی باری آتی ہے تو راز کھلتا ہے کہ یہ تو ایک اور آزمائش ہے۔ وہ دھکم پیل کہ خدا کی پناہ۔ چھینا جھپٹی کا عجب عالم ہے، مُنھ سے وہ پھول جھڑ رہے ہیں کہ تہذیب یافتہ قوم کے فرد نظر ہی نہیں آتے۔ ظاہری اور باطنی حلیہ بگاڑے یہ لوگ پہچانے بھی نہیں جاتے۔ بچے بستوں کے بوجھ سے ہلکان، نہ انھیں کہیں رکھ سکتے ہیں، نہ خود ہی کہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ سکول دیر سے پہنچنے پر استاد کی جھڑکیاں کھانا، سزا کے طور پر مزید گھنٹا بھر جماعت سے باہر کھڑے رہنا، بچوں کی زندگی کا ایک معمول بن چکا ہے۔ ان حالات میں بچے جب جماعت میں داخل ہوتے ہیں تو پھر ایک نئے مسئلے کا سامنا ہوتا ہے۔ جماعت میں تل دھرنے کو جگہ نہیں، کسی کونے کھدرے یا کھڑکی میں جگہ مل جائے تو بڑے نصیب۔ اس ساری کش مکش میں دلچسپی اور تازگی ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ باقی رہا سہا شوق استاد کے غیر متعلق رویہ کی نذر ہو جاتا ہے۔ سو سوا سو کی جماعت میں وہ اپنے ہی شاگردوں سے نا آشنا ہے۔ چھٹی کے وقفے میں پانی پینے کے لیے ایک دوسرے کو دھکیلنا، طلبہ کے سمندر میں سے کنٹین تک نہ پہنچ سکنے کے سبب سکول سے باہر مضرِ صحت اشیا دگنے داموں خریدنا، آئے دن کی بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور پھر بیمار پڑ کر دنوں سکول سے غیر حاضر رہنا ایک اور ہی مسئلہ ہے۔

دفتروں میں خواتین و مرد حضرات پہنچتے بعد کو ہیں اور ان کی میز پر جواب طلبی کے پرزے پہلے دھرے ہوتے ہیں۔ رہا سہا موڈ بگڑ جاتا ہے۔ طبیعت مکدر ہوجاتی ہے اور بہانوں کا کوٹا بھی مہینے کے خاتمے سے پہلے ہی تمام ہوجاتا ہے۔ جس کش مکش سے دفتر پہنچے ہیں اور اس سے نکلنے اور دوبارہ کش مکش کو دہرانے کے لیے نیا حوصلہ پیدا کرنا بجائے خود ایک چیلنج ہے۔ کام کا سارا وقت انھی جھمیلوں میں گزر جاتا ہے اور کسی منصوبہ بندی کے تحت کوئی کام ہو نہیں پاتا۔ ہر روز آج کا کام کل پر ڈال کر دل کو یہی تسلی دی جاتی ہے کہ کل سہی اور یہ کل نہ کبھی آئی ہے نہ آئے گی۔

راستے کی انھی تمام باتوں کو دہراتے ہوئے جب دفتر سے گھر پہنچتے ہیں تو آئے دن ڈاک میں خاندان کے کسی نہ کسی بچے کی پیدائش یا شادی بیاہ کی اطلاع ملتی ہے جس میں شمولیت بن کوئی چارہ ہی نہیں۔ مہینے بھر کا بجٹ بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ پریشانیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ہر آنے والا کل نئے مسئلوں کے سلسلے کی ایک کڑی ثابت ہوتا ہے۔ ترقی پذیر ملکوں کے مسائل بڑھ رہے ہیں۔ وسائل سمٹ رہے ہیں۔ یوں تو کہنے کو شہر بجلی، گیس اور پانی کی سہولتوں سے ہم کنار ہیں، لیکن بے ہنگم بڑھتی ہوئی آبادی کے عفریت نے تمام سہولتیں سلب کر لی ہیں۔ گھر گھر نلکے ہیں پانی نہیں۔ بجلی کی لوڈ شیڈنگ نے بچوں کی امتحانی تیاری میں رخنے ڈالے ہیں۔ دوسری طرف باہر سے تھکی ہاری لوٹنے والی خاتونِ خانہ کے لیے یہ مسئلہ ہے کہ گیس بھی گھنٹوں کے لیے بند ہے۔ پکائے تو کیوں کر! پھر طرہ یہ کہ گیس، بجلی اور پانی کے بے اندازہ بلوں کی ہر ماہ ادائیگی، وہی قطار در قطار کھڑا رہنا۔ دنیا امید پر قائم ہے۔ بلوں کی ادائیگی نہ ہوگی تو موہوم سی آس بھی ٹوٹ جائے گی۔

شہروں کے فاصلوں نے تو دلوں میں بھی دوری پیدا کر دی ہے۔ کسی کے دکھ سکھ میں کوئی شریک نہیں۔ پڑوسیوں کو پڑوسیوں کی خبر نہیں۔ دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے شہروں میں جگہ جگہ کچی آبادیوں کی صورت اختیار کر لی ہے جنھوں نے صحت و صفائی کا ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ چوریوں کی وارداتوں میں اضافے کا بھی باعث ہیں۔

ادھر تنگ و تاریک فلیٹوں میں رہنے والے بچوں کو کھیل کود کے مواقع نہیں۔ ناقص غذا، دھواں اور غبار آلود فضا نے بچوں کی صحت کو بھی متاثر کیا ہے۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں تک رسائی ممکن نہیں۔ والدین مجبوری کے عالم میں پرائیویٹ ڈاکٹروں کا رخ کرتے ہیں اور ان کی مُنھ مانگی فیس ادا کر کے سوچتے ہیں کہ کیا یہی پیسہ بچوں کے کھانے کھلانے پر خرچ نہ ہوتا۔ ہسپتال میں داخلے کی ضرورت پڑنے یا سکول میں داخلے کا سوال ہو، جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ادھر کرائے کے مکانوں میں رہنے والے ہر دم اس فکر میں ہلکان کہ جانے کس دن مالک مکان گھر خالی کروالے۔ مکان جیسا بھی ہے سر چھپانے کی جگہ تو ہے۔ کل کو یہ بھی نصیب نہ ہوگا۔

بچوں کو پڑھانا لکھانا بھی عذاب اور اگر پڑھ لکھ جائیں تو روزگار کے مواقع ناپید! ہمارے بڑھتے ہوئے معیارِ زندگی کا جنجال الگ! نمود و نمائش کے ہنگامے جدا۔

غرض شہری زندگی کیا ہے، الجھنوں کا ایک طویل سلسلہ ہے یا کش مکش کی ان مٹ داستان اور اگر شہری یہ محسوس کریں تو غلط بھی نہیں کہ:

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

خاکے کی مدد سے مضامین لکھیں:

برسات کا موسم

پاکستان میں موسموں کی تعداد ......۔ برسات کی مدت ......۔خصوصیات ......۔ بادل بجلی گرج ......۔ چمک ......۔ کیچڑ پانی......۔جان داروں پر اثر......۔خوشی اور جوش......۔گھروں میں پکوان......۔جھولے......۔گیت......۔بچوں کا بارش میں نہانا......۔جانوروں کی کلیلیں......۔جھینگر......۔مینڈک......۔کوئل اور پپیہے کی آوازیں......۔جگنو کی چمک......۔نباتات کی نشوونما اور کھمبیاں......۔اس موسم کی زرعی پیداوار، ترکاریاں......۔پھل، پھول، پھسلن کے پرلطف نظارے......۔مکانات کو نقصان......۔سیلاب اور اس کی تباہی......۔ انسانوں، مویشیوں اور فصلوں کا نقصان......۔ گندگی، سیلن، بدبو، پھپھوندی، سڑاند، مکھیوں، مچھروں، پتنگوں اور دوسرے کیڑے مکوڑوں کی پیدائش......۔ کنکھجورے اور سانپ جیسے زہریلے کیڑوں کی افزائش ......۔بیماریاں، ہیضہ، جاڑا، بخار، ہمارے ملک کے لیے اس موسم کی اہمیت......۔

چائے کی ایک دعوت

ریاضی کے استاد کا تبادلہ، دسویں جماعت کی میزبانی......۔تمام اساتذہ کی شرکت......۔سکول کا سبزہ زار......۔چار بجے دن......۔سردی کا موسم، گھاس پر میزیں، اوپر سفید میز پوش......۔گل دانوں میں پھول......۔قابوں میں کھانے کا سامان......۔چائے کے برتن، مہمانِ خصوصی کی میز کی سجاوٹ اور دیگر شرکا......۔دوسری میزوں پر ملے جلے طلبہ اور اساتذہ......۔مقررہ وقت پر دعوت کی ابتدا......۔دعوت کے دوران خوش گوار اور سنجیدہ باتیں......۔چائے کے خاتمے پر چند اساتذہ اور طلبہ کی تقریریں ......۔ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر......۔مہمانِ خصوصی کی تقریر......۔مانیٹر کے ذریعے طلبہ کی جانب سے مہمانِ خصوصی کے لیے تحفہ ......۔مانیٹر کی زبانی مہمانوں کا شکریہ......۔مہمانِ خصوصی سے طلبہ کا مصافحہ اور رخصت......۔

سائنس کے کرشمے

موجودہ ایجادات......۔آواز کے لیے تار برقی......۔لاسلکی (بے تار برقی)......۔گراموفون......۔ٹیلی فون......۔تصویر کے لیے کیمرہ ......۔فلم ......۔ٹیلی ویژن ......۔گھریلو استعمال کے لیے بجلی کا پنکھا......۔ہیٹر ......۔استری ......۔ ریفریجریٹر......۔ائیر کنڈیشنر......۔روشنی کے لیے بلب......۔علاج کے لیے نت نئی دوائیں......۔کیڑے مار ادویات ......۔انجکشن......۔ایکسرے......۔ایٹمی توانائی......۔آنے جانے اور بوجھ لانے، لے جانے کے لیے ریل گاڑی......۔موٹر

کار......۔بحری جہاز......۔ہوائی جہاز......۔راکٹ......۔خلائی جہاز......۔اونچی عمارتوں کے لیے لفٹ......۔صنعت وحرفت کے لیے بھاری مشینیں،لوہے،کپڑے،شکر،کھاداور برتن وغیرہ کے کارخانے......۔لڑائی کے لیے طرح طرح کے ہتھیاراورآلات،ٹینک،لڑاکا ہوائی جہاز،ایٹم بم،ہائڈروجن بم،آنسوگیس،جیٹ میزائل،ایجادات کا غلط یا صحیح استعمال اور انسانی دکھ سکھ......۔فائدے ......۔وقت کی بچت،سہولت......۔بلندحوصلگی،خوداعتمادی......۔مادہ پرستی......۔آرام طلبی......۔ذہنی بے سکونی......۔ نئے پرانے زمانے کا موازنہ......۔

تحریکِ پاکستان

۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بمقام الہ آباد......۔علامہ اقبالؒ کا خطبۂ صدارت اور پاکستان کا تصور......۔۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس بمقام لندن......۔دوسری گول میز کانفرنس......۔۱۹۳۵ء کا آئینِ ہند......۔۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات ......۔کانگریسی حکومت کے صوبوں میں مسلمانوں پر مظالم......۔۱۹۳۹ء میں عالم گیر جنگ کی ابتدا اور کانگریسی وزیروں کا استعفا......۔مسلم لیگ کی طرف سے یومِ نجات......۔۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کا اجلاس بمقام لاہور......۔قرار دادِ پاکستان......۔۱۹۴۱ء میں سراسٹیفرڈ کرپس کی ہند میں آمد اور ناکامی......۔جنگ کے خاتمے پر برطانیہ میں مزدور پارٹی کی حکومت......۔ہندوستان میں عام انتخابات......۔مسلم لیگ کی فتح......۔۱۹۴۶ء میں تین وزیروں کے وفد کی ہند میں آمد اور ناکامی ......۔لارڈ ویول کی کوشش سے کانگرس اور مسلم لیگ کی مخلوط مرکزی حکومت کا قیام اور اس کی ناکامی......۔مارچ ۱۹۴۷ء میں نئے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ہند میں آمد......۔کانگرس کی پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے ساتھ پاکستان کے لیے رضامندی......۔

مرزا اسداللہ غالبؔ

تمہید......۔خاندانی لحاظ سے تُرک......۔دادا عہدِ شاہ عالم میں وارد ہندوستان......۔جاگیر میں پہاسو کا پرگنہ......۔باپ عبداللہ بیگ......۔چچا نصراللہ بیگ......۔ولادت بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء بمقام آگرہ ننھیال میں پرورش......۔باپ اور چچا کی وفات پر جاگیر کی جگہ فیروز پور جھر کی ریاست سے سات سو روپے سالانہ کی پنشن......۔۱۳ سال کی عمر میں لوہارو کے مرزا الٰہی بخش معروفؔ کی بیٹی امراؤ بیگم سے شادی......۔آگرے سے دہلی کو نقل مکانی......۔شاعری کا فطری جذبہ......۔بہادر شاہ ظفرؔ کی ملازمت ......۔۱۸۵۷ء کا ہنگامہ......۔پنشن بند......۔نواب بھوپال کا وظیفہ......۔تین سال بعد پنشن کا اجرا......۔کلکتے کا سفر......۔رام پور کا سفر......۔سات بچوں کی پیدائش اور ان کی وفات......۔شعری ونثری تصانیف......۔کلیاتِ فارسی......۔دیوانِ اردو......۔عودِ ہندی......۔وفات دہلی بتاریخ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء......۔اخلاق و عادات......۔شاہ خرچی ......۔ظرافت......۔مجموعی تبصرہ......۔

مضامین کے دیگر عنوانات

(۱) محسنِ انسانیت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم
(۲) ریل گاڑی
(۳) تجارت
(۴) میرا سکول
(۵) خوشامد
(۶) والدین کی اطاعت
(۷) سکول لائبریری
(۸) مولانا حالیؔ
(۹) ضرورت ایجاد کی ماں ہے
(۱۰) شہیدِ ملت لیاقت علی خاں
(۱۱) دیہاتی زندگی
(۱۲) سکول میں میرا پہلا دن
(۱۳) رسم ورواج کی پابندی
(۱۴) کاہلی
(۱۵) حبِ وطن
(۱۶) قوتِ حافظہ
(۱۷) چڑیا گھر کی سیر
(۱۸) تمباکو نوشی کے نقصانات
(۱۹) صنعت
(۲۰) ہمارے مہمان
(۲۱) مسلمانوں کے تہوار
(۲۲) صفائی کے فائدے
(۲۳) ایک میلے کی سیر
(۲۴) سردی کا موسم
(۲۵) امتحان کی تیاری
(۲۶) پانی کی اہمیت
(۲۷) سکول کی تعطیلات
(۲۸) سائیکل
(۲۹) لالچ بری بلا ہے
(۳۰) اپنی مدد آپ
(۳۱) سینما
(۳۲) فٹ بال کا ایک میچ
(۳۳) وقت کی پابندی
(۳۴) گداگری ایک لعنت
(۳۵) کھیل
(۳۶) بجلی
(۳۷) قومی اتحاد
(۳۸) گلاب کا پھول
(۳۹) مل جل کر کام کرنے کے فائدے
(۴۰) طالب علم کے فرائض
(۴۱) کپاس
(۴۲) ایک پاکستانی بازار
(۴۳) میرے دوست
(۴۴) ورزش
(۴۵) محنت کی برکتیں
(۴۶) ترقی کرنے کے اصول
(۴۷) علم کے فائدے
(۴۸) تن درستی
(۴۹) سیلاب کی تباہ کاریاں
(۵۰) دہشت گردی

کہانی لکھنا

جب سے انسان نے بولنا سیکھا، حکایت یا کہانی سننے سنانے کا سلسلہ چل نکلا۔ حتیٰ کہ مہذب زمانے تک اس دل چسپی میں فرق نہ آیا۔ بلکہ یہ پیاس بڑھتی ہی گئی۔ حکمرانوں نے اپنے ہاں قصہ گو ملازم رکھ لیے جو انھیں اکثر اوقات کہانیاں سناتے رہتے تھے اور تنخواہ کے علاوہ انعامات بھی پاتے تھے۔ اسی طرح یہ فن ترقی پاتا اور ہاتھ پاؤں نکالتا گیا۔ اسی ترقی نے کہیں افسانے کی شکل پائی، کہیں ناول کا ہیولا اختیار کیا اور کہیں ڈرامے کا نام پایا۔

بچے کہانی بڑے شوق سے سنتے اور سناتے ہیں۔ بعض کہانیاں دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہیں اور کئی قسم کے اخلاقی اسباق سے بھرپور ہوتی ہیں۔ ایسی کہانیاں قوم کی تشکیل میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہیں۔

- آپ جب بھی کہانی لکھیں تو ماضی کی بات کو حاضر کے صیغہ میں نہ لکھیں بلکہ صیغۂ ماضی میں تحریر کریں۔
- زبان سادہ اور روزمرہ کے مطابق ہونی چاہیے۔
- قصے کا پلاٹ مربوط ہونا چاہیے۔ بڑھاپے کی بات کو بچپن کے پلے میں یا جوانی کا قصہ بڑھاپے کے کھاتے میں ڈالنا درست نہیں۔ ہر بات اپنے اپنے اسلوب اور مواقع کے لحاظ سے قدر پاتی ہے۔

۱ شیر کا گھر

شیر پور کا گاؤں دریا سے ذرا ہٹ کر آباد تھا۔ گاؤں اور دریا کے درمیان سرسبز کھیت تھے۔ دریا پار ایک جنگل تھا، جس میں جنگل کا بادشاہ شیر رہتا تھا اور اس کے ساتھ اور بھی کئی شیر اپنی اپنی کچھار میں دہاڑا کرتے تھے۔ دریا کو کشتی کے ذریعے عبور کیا جاتا تھا، کیوں کہ دریا پر کوئی پل نہ تھا۔ شیر پور میں ایک بڑھئی رہتا تھا، جو اپنے کام میں استاد مانا جاتا تھا۔ ایک دن اسے لکڑی کا پنجرا بنانے کے لیے لکڑی کی ضرورت تھی۔ اس نے علی الصبح اپنے بیٹے کو ساتھ لیا اور دریا کے پار جنگل میں چلا گیا۔ ایک درخت سے لکڑی کاٹی اور پنجرا بنانے لگا۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک شیر آ گیا اور بولا: ”بڑے میاں! کیا بناتے ہو؟“

بڑھئی نے جواب دیا: ”جنگل کے بادشاہ کا گھر بنا رہا ہوں۔“

شیر نے کہا: ”اس چھوٹے سے پنجرے میں ہم کیسے سما سکتے ہیں؟“

بڑھئی نے کہا: ”جنگل کے بادشاہ! اس میں داخل ہو کر دیکھ لیجیے۔“

شیر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پنجرے میں داخل ہو گیا۔ بڑھئی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔ اب شیر قید تھا اور پنجرے سے نکلنے کے لیے بے تاب۔ بڑھئی نے بیٹے سے کہا۔ لوٹا لو اور آگ جلا کر پانی کو خوب گرم کرو۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ جب پانی ابلنے لگا تو بڑھئی نے لوٹا اٹھایا اور شیر پر ڈالنے لگا۔ جوں جوں ابلتا ہوا پانی پڑتا شیر تڑپتا۔ حتیٰ کہ اس کے بدن کی کھال تک جل گئی اور شیر ادھ موا سا ہو گیا۔

بڑھئی نے یہ دیکھ کر پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ شیر باہر نکلا اور بے تحاشا جنگل کو بھاگ گیا۔ بڑھئی نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بلا ٹلی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ جنگل سے تین شیر آتے ہوئے دکھائی دیے۔ بڑھئی اور اس کا بیٹا درخت پر چڑھ گئے۔ شیر درخت کے نیچے آئے، انھیں درخت پر چڑھنا نہیں آتا تھا۔ آخر جلا ہوا شیر نیچے کھڑا ہو گیا۔ دوسرا شیر اس کی پیٹھ پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑھئی نے دیکھا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اس نے چلا کر کہا: ''لوٹا لاؤ۔''

یہ سننا تھا کہ نیچے والا شیر بھاگا اوپر والے دونوں شیر بھی اوپر نیچے گرے اور بھاگ نکلے۔ جنگل میں جا گھسے اور پھر ادھر آنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ بڑھئی کی حاضر دماغی نے نہ صرف شیروں کو بھگا دیا، بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ انسان جنگل کے بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے۔

۲ گیدڑ کی مکاری

کسی جنگل میں ایک بڑے ڈیل ڈول کا ہاتھی رہتا تھا۔ اسی جنگل میں ایک طرف گیدڑوں کا ایک غول بھی رہا کرتا تھا۔ جب ہاتھی اپنی سونڈ کو ہلاتا، جھومتا جھومتا، چلتا پھرتا تو گیدڑ اسے دور ہی سے دیکھ کر للچاتے اور دل ہی دل میں اس کے گوشت کے مزے لیتے، مگر بس نہ چلتا تھا کہ اتنے بڑے قدآور ہاتھی کے گوشت سے کس طرح لطف اندوز ہوں۔

ایک مدت کی للچاہٹ کے بعد تمام گیدڑ ایک رات جمع ہوئے اور ہاتھی کو مارنے کی فکر کرنے لگے۔ آخر ایک بوڑھے گیدڑ نے ہانک لگائی کہ تم مردہ ہاتھی کا گوشت کھانے کی سوچ رہے ہو۔ میں تمھیں زندہ ہاتھی کا گوشت کھلاؤں گا۔ سارے گیدڑ خوش ہو گئے اور اسی کو اپنا لیڈر بنا لیا۔

رات کا وقت تھا، ہاتھی جنگل میں ٹہل رہا تھا۔ وہی گیدڑ اس کے قریب آیا اور بڑے ادب سے سلام کر کے بولا:

''حضور! ہم سب گیدڑوں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیں اور آپ کی حکومت میں امن چین کی زندگی بسر کریں۔''

ہاتھی نے گیدڑ کی بات سنی اور خوش ہو کر بولا: ''ہاں ہاں مجھے منظور ہے۔ چلو سب گیدڑوں کی منظوری لے لیں۔''

غرض ہاتھی گیدڑ کے ساتھ چل پڑا۔ گیدڑ اسے ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں دلدل تھی۔ گیدڑ ہلکا پھلکا جانور چھلانگیں لگاتا ہوا دلدل پر چلنے لگا۔ ہاتھی بادشاہی کے نشے میں دلدل میں اترا اور دھنسنے لگا۔ آخر گھٹنوں تک دلدل میں پھنس گیا۔ اب نہ آگے چلنے کا یارا تھا، نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت۔

ہاتھی گیدڑ سے چنگھاڑ کر بولا: ''اب کیا کروں؟'' گیدڑ نے کہا! آپ بھاری بھرکم ہیں، میں اکیلا تو آپ کو نہیں نکال سکتا۔ حکم ہو تو اپنی قوم کو بلا لوں۔''

ہاتھی مرتا کیا نہ کرتا، کہنے لگا: ''ہاں! جلدی بلاؤ۔'' گیدڑ نے آواز لگائی اور سیکڑوں گیدڑ آن جمع ہوئے اور لگے ہاتھی کا گوشت کاٹنے اور مزے لے لے کر کھانے۔ ہاتھی نے بہتیری سونڈ ہلائی، چنگھاڑا مگر گیدڑوں نے وہیں کھڑے کھڑے ہاتھی کا گوشت چٹ کر لیا۔

۳ جس کا کام اسی کو ساجے

گرمی کا موسم تھا۔ دھوپ شدت کی تھی۔ ہر طرف آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ ایک بڑے جنگل کے کنارے ایک بڑ کا درخت شاخوں اور پتوں کی چھتری تانے کھڑا تھا۔ اس کی گھنی چھاؤں میں ایک بڑھئی لکڑی کے بڑے بڑے لٹھ چیرنے میں مصروف تھا۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مشغول تھا کہ اس نے کبھی بڑ کی چھاؤں کے سوا کسی طرف خیال نہیں کیا تھا۔

بڑ کے اوپر ایک بندر بھی رہا کرتا تھا اور بڑی توجہ سے بڑھئی کو لکڑی چیرتے دیکھا کرتا تھا۔ اسے بڑھئی کا کام اتنا پسند آیا کہ وہ چاہتا تھا کہ بڑھئی چلا جائے اور وہ لکڑی چیرنے کے لیے لٹھ پر بیٹھ جائے اور بڑھئی بن کر لکڑی چیرے۔

بڑھئی اکثر لکڑی چیرتے وقت لکڑی کی درز میں پچر ٹھونک لیا کرتا تھا۔ بندر نے یہ سارا کھیل دیکھا اور موقع کی تلاش میں رہنے لگا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ بڑھئی کسی حاجت کے لیے لٹھ سے اٹھا۔ آری اور پچر دونوں اپنی اپنی جگہ چھوڑے اور خود چلا گیا۔ بندر نے دیکھا، موقع پایا، درخت سے اترا، لٹھ پر آ بیٹھا اور ادھر ادھر دیکھ جھانک کر لکڑی کی درز کے پچر کے ساتھ کھیلنے لگا۔ زور لگاتا اور اسے ہلاتا رہا۔ ہلتے ہلتے آخر پچر درز سے نکل آئی اور درز بند ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی بندر کا ہاتھ درز میں آ کر پھنس گیا۔ بہتیرا چیخا چلایا، تڑپا مگر ایسا پھنسا کہ نکل نہ سکا۔ آخر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

بڑھئی نے بندر کی چیخیں سنیں تو بھاگا ہوا آیا۔ بندر کو بے حس و حرکت پڑے پایا۔ جلدی سے پچر اٹھائی اور لکڑی کی درز میں ٹھونک دی درز کھلی تو بندر پھر بھی نہ ہلا۔ بڑھئی نے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ اسے درز کی قید سے نکال کر الگ پھینکا اور غصے سے کہنے لگا:

''جس کا کام اسی کو ساجے''

''بے وقوف! تو بندر تھا۔ بڑھئی بننے کی آرزو میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔''

۴ قوم کی خاطر ایثار

ایک تھا جنگل جس کے ایک حصے میں ریچھ رہا کرتے تھے اور دوسرے حصے میں بندر۔ ایک دن ریچھوں کے جی میں آئی کہ کیوں نہ سارے جنگل پر قبضہ کر لیں۔ چناں چہ انھوں نے بندروں پر حملہ کیا۔ انھیں مار مار کر بھگا دیا اور سارے جنگل پر قبضہ کر لیا۔ بندروں سے ان کا وطن چھٹا، جنگل کے پھل چھٹے اور وہ حیران و پریشان آوارہ گردی کرنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر ایک بندر کا بہت دل کڑھا۔ اس نے سب کو جمع کیا اور کہا ''میری بات مانو، مجھے زخمی کر دو، جگہ جگہ سے کھال نوچ لو اور جہاں سے ہمیں نکالا گیا ہے، وہیں پھینک دو۔ میں کچھ تدبیر کروں گا اور ریچھوں کی بلا سے نجات مل جائے گی اور تمھیں اپنا وطن واپس مل جائے گا۔'' بندر ایسے غم گسار اور ایثار مند سے یہ سلوک کرنا تو نہ چاہتے تھے مگر آخر مان گئے اور اس بندر کو ادھ موا کر کے ڈال گئے۔

ریچھوں نے ایک زخمی بندر کو دیکھا اور پوچھا: ''تم یہاں کیسے آئے تمھیں معلوم نہ تھا کہ ہم اس جنگل کے واحد مالک ہیں؟'' زخمی بندر نے آہیں بھرتے ہوئے جواب دیا: ''میں نے اپنے ساتھیوں کو تمھارا غلام بن کر رہنے کو کہا تو انھوں نے میرا یہ حال کر دیا۔ اب وہ ایک ایسے جنگل میں چلے گئے ہیں، جہاں ہر طرف ہری بھری گھاس کا فرش بچھا ہوا، چشمے ٹھنڈا پانی اگل رہے ہیں۔ پھل دار درختوں کے بے شمار جنگل ہیں، جنگل کیا ہے بہشت کا قطعہ ہے۔''

ریچھ حریص تو ہوتے ہی ہیں۔ انھوں نے کہا: ''تم ہمیں وہاں لے چلو، ہم تمھارا انتقام بھی لیں گے اور اس جنگل میں چین کی بنسری بجائیں گے، تمھارے زخموں کا علاج بھی کریں گے۔''

بندر مان گیا۔ انھوں نے ایک ریچھ پر بندر کو لاد لیا اور سارے ریچھ بندر کی راہ نمائی میں چل پڑے۔ رات بھر چلتے رہے، ایک جگہ

معمولی کیچڑ تھی اور اس سے آگے گہری دلدل۔ بندر نے کہا اس دلدل سے آگے وہ جنگل ہے جسے جنت نظیر کہا جاتا ہے تم بے خطر بڑھو اور میرے پیچھے چلو آؤ۔

ریچھ آگے بڑھتے گئے اور دلدل میں دھنستے گئے۔ حتیٰ کہ آخری ریچھ تک دلدل کے پیٹ میں اتر گیا۔ اگلی صبح کو سارا جنگل سنسان تھا، کسی ریچھ کا پتا نہ تھا۔ بندر خوشی مناتے ہوئے واپس آئے اور سارے جنگل کے مالک بن گئے۔ ایک بندر کا یہ ایثار ساری قوم کا اقبال بن گیا۔

۵ سچ کی برکت

رات کا پچھلا پہر تھا، دن بھر کا تھکا ہارا قافلہ پڑا سو رہا تھا۔ اچانک شور اٹھا۔ ''ڈاکو آ گئے، ڈاکو آ گئے۔'' سوئے ہوئے مسافر ہڑبڑا کر اٹھے اور اپنے اپنے سامان کو سنبھالنے لگے، ڈاکوؤں نے لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ ایک ایک کی تلاشی لے رہے تھے، لوگوں کی جیبیں ٹٹول رہے تھے، جو کچھ پاتے تھے، چھین جھپٹ لیتے تھے۔ لٹنے والے آہ وفغاں کر رہے تھے، مگر ظالم ڈاکوؤں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔

اسی قافلے میں ایک نوعمر لڑکا بھی شامل تھا جو کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور مطلق پریشان نظر نہیں آتا تھا۔ ایک ڈاکو اس کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: لڑکے، تیرے پاس کیا ہے؟''

''چالیس اشرفیاں'' لڑکے نے جواب دیا۔ ڈاکو مذاق سمجھ کر آگے بڑھ گیا۔ دوسرا ڈاکو آیا تو لڑکے نے اسے بھی یہی جواب دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تین ڈاکوؤں نے لڑکے سے یہی جواب پایا۔

ڈاکوؤں کے سردار تک بھی یہ بات پہنچی۔ اس نے لڑکے کو پکڑ منگوایا اور پوچھا ''لڑکے! تیرے پاس کیا ہے؟''

لڑکے نے اطمینان سے جواب دیا: ''چالیس اشرفیاں۔''

سردار نے پوچھا! ''کہاں ہیں چالیس اشرفیاں؟''

''میرے کُرتے کی تہ میں سلی ہوئی ہیں۔'' لڑکا بولا۔

کُرتے کی تہ کھولی گئی تو سچ مچ چالیس اشرفیاں نکل آئیں۔

سردار نے حیرت سے کہا: ''لڑکے! تو نے اتنی بڑی رقم چھپا کیوں نہ لی؟''

''میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا میں جھوٹ بول کر گناہ گار کیوں بنتا۔'' لڑکے نے جواب دیا۔

سردار نے لڑکے کا جواب سنا تو سوچ میں پڑ گیا کہ نوعمر لڑکا ماں کی نصیحت کا اتنا پابند ہے اور میں ایک مدت سے اللہ کے حکم کے خلاف عمل کر رہا ہوں۔ اللہ کے حضور میرا کیا حال ہوگا؟

سردار نے حکم دیا۔ سارا مال قافلے کے لوگوں کو واپس کر دو اور خود لڑکے کے پاؤں میں گر پڑا، توبہ کی اور رہزنی کا پیشہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔

یہ لڑکا کون تھا؟ یہ تھے حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو بغداد میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ان کے سچ کی برکت سے پیشہ ور ڈاکو توبہ کر کے نیک بن گئے۔

٦ اتفاق کی برکت (الف)

صمد و ایک غریب کسان تھا۔ اس کے پاس صرف دو بیل تھے، ان ہی کو ہل میں جوتتا اور کنویں میں جوڑتا تھا۔ کام کرتے تھک جاتا تو بیلوں کو تھان پر باندھ کر لمبی تان کر سو جاتا۔ نہ وقت پر پانی پلاتا، نہ پیٹ بھر کر چارا کھلاتا۔ دونوں بیل دن بہ دن لاغر ہوتے جا رہے تھے، مگر صمد و کو پروا نہ تھی۔

ایک رات بیلوں نے سوچا کہ یہاں رہے تو سوکھ سوکھ کر مر جائیں گے۔ بہتر ہے کہ صمد و کو چھوڑیں اور جنگل سے رشتہ جوڑیں۔ چناں چہ انھوں نے دانتوں سے اپنے اپنے رسے کاٹے اور چپ چاپ جنگل کی راہ لی۔

جنگل کی آزاد فضا اور گھاس کی کثرت دیکھ کر خوش ہو گئے۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پاؤں پھیلا کر سو رہے۔ اسی طرح دو ایک مہینے گزر گئے اور دونوں بیل دوسانڈ بن گئے۔ ان کے لیے ہر دن عید اور ہر رات شبِ برات تھی۔

ایک دن ایک بھولا بھٹکا شیر ادھر نکل آیا۔ دو موٹے تازے بیل دیکھے، خوش ہو گیا اور لگا دہاڑنے۔ بیل بھی شیر کو دیکھ کر ڈکارے اور اپنے سینگ لہراتے ہوئے مقابلے کو تیار ہو گئے۔ شیر جست لگاتا تو دونوں بیل اسے سینگوں پر لیتے، بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر شیر کا سارا جسم زخمی ہو گیا اور بال بال سے خون رِسنے لگا۔ اس نے مقابلہ چھوڑا اور چپ چاپ ایک طرف کو کھسک گیا۔ بیلوں نے اللہ کا شکر ادا کیا، گھاس سے پیٹ بھرا اور ایک درخت کے سائے میں لیٹ کر سو گئے۔

اگلے دن آنکھ کھلی تو بدن کو جھڑ جھڑا کر اٹھے۔ اپنے سینگوں کی تعریف کی کہ اللہ نے کیسا اچھا ہتھیار دیا ہے کہ شیر کو اپنی شیری ہی بھول گئی، اب کہیں پڑا سسک رہا ہوگا۔ اگر ہم میں اتفاق نہ ہوتا اور دونوں مل کر مقابلہ نہ کرتے تو شیر ایک ایک کی بوٹی توڑ کر کھا جاتا۔

٧ نا اتفاقی کا انجام (ب)

اب دونوں بیلوں کی تھکن دور ہو چکی تھی۔ اپنی طاقت پر مغرور تھے۔ ایک دن شیر سے لڑائی کی باتیں کر رہے تھے کہ ایک بیل نے کہا: ''میری طاقت نے شیر کو بھگایا، میرے سینگوں نے اسے زخم پر زخم لگائے، تم تو بس اپنا بچاؤ کرتے رہے۔'' دوسرے نے جواب دیا: ''واہ! اگر میں چستی سے اسے سینگوں پر نہ لیتا تو شیر تمھارا تیا پانچا ہی کر ڈالتا۔ یہ میرے ہی سینگوں کی برکت تھی کہ شیر جدھر پینترا بدل کر حملہ کرتا تھا، میرے سینگ ادھر ہی سے اس کے حملے کو رد کر دیتے تھے۔ تم تو فقط اپنی جان بچاتے تھے۔''

تُو تُو، میں میں سے تلخی اتنی بڑھی کہ دونوں میں اتفاق نہ رہا اور دونوں نے اپنا اپنا الگ راستہ اختیار کر لیا۔ ایک جنگل کے مغرب میں چلا گیا دوسرا مشرق کی طرف بڑھ گیا۔

اتنے دنوں میں شیر تن درست ہو چکا تھا اور دور سے ہی بیلوں کو دیکھا کرتا، مگر جب ان میں اتفاق نہ رہا تو شیر کو اپنے وارے نیارے نظر آئے اور ایک بیل کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھ گیا، جوں ہی بیل چرتا ہوا قریب آیا تو شیر نے جست لگائی اور ایک ہی پنجہ سے گردن توڑ کر رکھ دی۔ بیل گرا اور پھر نہ اٹھا، شیر نے جی بھر کر تازہ گوشت کھایا اور اپنی کچھار میں جا کر سو رہا۔

اگلے دن اٹھا اور دوسرے بیل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ بیل بھی اسے جلد ہی مل گیا۔ شیر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں اس کے گوشت کا مزہ لینے لگا۔

بیل بے خبر چر رہا تھا۔ اس کو خیال بھی نہ تھا کہ دشمن اس کی تاک میں ہے، جوں ہی جھاڑی کے قریب آیا، شیر انگڑائی لے کر اٹھا اور چھلانگ لگا کر بیل کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ بیل نے بہتیرا جھٹکا، سینگ ہلائے، مگر شیر نے اپنے پنجوں سے اس کی کھال ادھیڑ دی اور ایک پنجہ اس زور سے گردن پر مارا کہ گردن ایک طرف لڑھک گئی اور بیل زمین پر گر کر مر گیا۔ شیر نے اس کا گوشت کھایا، لہو پی کر اپنی پیاس بجھائی اور دہاڑتا ہوا ایک طرف کو نکل گیا۔

۸ جھوٹ کی سزا

ایک نوجوان گڈریا دریا کے کنارے اپنی بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ اسے عادت تھی کہ کبھی کبھی مستی میں آ کر چلاتا ''شیر آیا شیر آیا۔ دوڑو'' ارد گرد کے کھیتوں میں کام کرنے والے سنتے تو لاٹھیاں، کلہاڑیاں لے کر دوڑ پڑتے، مگر جب گڈریے کے پاس پہنچتے تو وہاں کوئی شیر، بھیڑیا نہ پا کر گڈریے سے پوچھتے: ''میاں! کہاں ہے شیر؟''

گڈریا ہنس دیتا اور کہتا میں نے تو صرف دل لگی کی تھی، شیر کے لیے تو میں خود ہی کافی ہوں۔ شیر آئے گا تو جان سلامت نہ لے جائے گا۔ چند بار تو لوگ گڈریے کی پکار سن کر پہنچ جاتے رہے، مگر گڈریے کی روز کی پکار سے تنگ آ گئے۔ اب اُس کی پکار کو سب جھوٹ سمجھتے اور کوئی ادھر توجہ نہ دیتا۔

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ایک دن سچ مچ کہیں سے شیر آ گیا۔ بھیڑوں کا گلہ دیکھا تو خوش ہو گیا۔ بڑھ کر ایک بھیڑ کے پنجہ مارا۔ بھیڑ کی گردن ٹوٹ گئی اور مر کر ڈھیر ہو گئی۔ گڈریے نے شور مچایا، مگر کوئی اس کی مدد کو نہ آیا۔

گڈریا لاٹھی لہراتا ہوا آگے بڑھا تو شیر نے ایک ہی جست میں اس کی گردن بھی مروڑ دی۔ بھیڑیں بھاگ رہی تھیں اور شیر ان کا شکار کر رہا تھا۔ آخر سارے کا سارا گلہ شیر کا شکار بن گیا۔

سورج غروب ہو گیا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ نہ گڈریا آیا نہ بھیڑوں کا گلہ۔ گڈریے کے رشتے داروں نے رات بہت بے چینی سے گزاری۔ صبح ہوتے ہی ڈھونڈنے کو نکل کھڑے ہوئے۔ چراگاہ میں پہنچے تو مردہ بھیڑوں اور مرے ہوئے گڈریے کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔

گڈریے کو جھوٹ کی سزا مل چکی تھی اور بھیڑیں مفت میں جان گنوا چکی تھیں۔

۹ عقل مند بیوی

دوپہر اور چلچلاتی دھوپ، گرمی شباب پر تھی۔ ایک بڑھیا لاٹھی کے سہارے چلتی ہوئی آئی اور ایک بزاز کی دکان پر بیٹھ گئی۔ دکان دار نے ہانپتی ہوئی بڑھیا کو پانی پلایا اور گاہک کو کپڑا دکھانے میں مصروف ہو گیا۔

بڑھیا بیٹھی رہی اور گاہکوں کی گفت گو سنتی رہی۔ گاہک چلے گئے تو بزاز نے اپنے نوعمر ملازم سے کہا یہ لو برقع گھر میں دے دینا اور کہنا کہ

فلاں صندوق میں کپڑے کا ایک تھان رکھا ہے وہ نکال کر دے دیں، گاہک کو دینا ہے۔

ملازم نے برقع لیا اور دکان سے نیچے اترا۔ بڑھیا بھی اٹھی اور چل دی۔ اب ملازم آگے آگے اور بڑھیا پیچھے پیچھے چل رہی تھی جوں ہی دکان سے ذرا دور ہوئی، اس نے ملازم کو آواز دے کر ٹھہرایا اور باتوں باتوں میں بزاز کا گھر دریافت کرلیا۔

اچانک بڑھیا کو کچھ یاد آیا۔ ملازم سے بولی: ''میرے اچھے بیٹے! میں تمھاری دکان پر اپنی نقدی کی پوٹلی بھول آئی ہوں۔ ذرا دوڑ کر جاؤ اور لے آؤ، ایسا نہ ہو کہ کوئی اور لے جائے۔ یہ برقع مجھے دو اور جلدی آنا۔ میں یہیں کھڑی انتظار کرتی ہوں۔

ملازم بڑھیا کی باتوں میں ایسا آیا کہ اس نے برقع بڑھیا کو دیا اور دکان کی طرف چل دیا۔ بڑھیا نے موقع غنیمت سمجھا اور جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی بزاز کے گھر آ پہنچی۔ دروازہ کھٹکھٹایا، بزاز کی بیوی نے دروازہ کھولا اور پوچھا: ''بڑی بی! کیا بات ہے؟''

بڑھیا نے کہا: ''یہ لو برقع! تمھارے خاوند نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جلدی سے فلاں صندوق میں سے ایک تھان نکال کر دے دو۔ گاہک دکان پر بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔''

بزاز کی بیوی نے برقع لے لیا اور کہا: تو جانے کون ہے؟ میں تجھے تھان نہیں دوں گی۔''

بڑھیا نے بہتیرا کہا۔ میں دکان سے آ رہی ہوں۔ ملازم مصروف تھا، اس لیے مجھے ہی آنا پڑا، مگر بزاز کی عورت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آخر بڑھیا نے کہا: ''تھان نہیں دیتی ہو تو برقع ہی دے دو۔ میں دکان پر دے دوں گی۔''

بزاز کی بیوی نے کہا: ''برقع میرے خاوند نے بھیجا ہے، میں نے لے لیا ہے۔ اب میں تجھے نہ برقع دے سکتی ہوں نہ تھان۔''

بڑھیا نے سوچا کہ یہ فریب میں نہیں آئے گی۔ ملازم پہنچ گیا تو پولیس کے حوالے ہونا پڑے گا۔ چپکے سے بھاگی اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس روز سارے شہر میں ڈونڈی پٹ گئی کہ ایک کٹنی شہر میں گھسی ہوئی ہے۔

۱۰ دودھ میں پانی

ایک گوالا تھا، جو ایک پہاڑ کے دامن میں رہتا تھا، وہیں اپنی گائیں بھی رکھتا تھا۔ دن بھر گائیں ادھر ادھر گھاس چرتی رہتیں۔ شام سے ذرا پہلے دودھ دوہتا اور اس میں بہت سا پانی ملا دیتا۔ قریب ہی ایک قصبہ تھا، شام کے اندھیرے میں دودھ لیے آتا اور خالص دودھ کی صدا لگا کر بیچ دیتا۔ ضرورت کی چیزیں خریدتا اور واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا۔ دودھ کے گاہک اکثر شکایت کرتے کہ دودھ پتلا ہے، اس میں پانی نہ ملایا کرو، مگر گوالا تھا کہ اس کان سنتا، اس کان اڑا دیتا اور کہتا تو یہی کہتا دودھ خشک تو ہوتا ہی نہیں۔ دودھ میں پانی کی ملاوٹ قدرتی امر ہے، میں پانی ملانے والا کون ہوں!

اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ گوالے کے پاس بہت سا روپیا جمع ہو گیا اور اسے اپنی دولت مندی کا احساس ہونے لگا۔ اب وہ تن کر چلتا اور اینٹھا اینٹھا پھرتا کسی کی شکایت پر کان نہ دھرتا۔ لالچ بڑھتا گیا اور وہ دودھ میں پہلے سے زیادہ پانی ملانے لگا۔

ایک دن یکایک سیاہ گھٹا اٹھی، بڑھی، پھیلی اور آسمان پر چھا گئی۔ سورج کو اپنی لپیٹ میں لیا اور ہر طرف تاریک شامیانہ تن دیا۔ گوالا

بہت خوش ہوا کہ اب مینہ برسے گا، گھاس بڑھے گی۔ گائیں کھائیں گی اور زیادہ دودھ دیں گی۔ بس وارے نیارے ہو جائیں گے۔

بادل گرجا، بجلی چمکی، بوندیں ٹپکیں اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اولے پڑنے لگے اور ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ پہاڑوں سے پانی کا سیلاب اترا اور اس شدت سے بڑھا کہ گوالے کی ساری گائیں اور جو کچھ گھر میں جمع تھا، بہا کر لے گیا۔

اب گوالے کے پاس نہ گائیں تھیں، نہ نقدی، پریشان تھا اور گھبراہٹ میں ہر شخص سے کہتا تھا کہ میں نے ایسا سیلاب نہ کبھی دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ معلوم نہیں اتنا پانی کہاں سے آ گیا؟

ایک عقل مند نے سنا تو کہا ''یہ وہی پانی ہے جو تم دودھ میں ملایا کرتے تھے۔ خدا نے اسی پانی کو سیلاب بنایا اور تمھیں بے ایمانی اور بددیانتی کی سزا دی۔''

۱۱ ہرنی کی دعا

شام قریب تھی، سبکتگین اپنے فرائض سے فارغ ہوا، گھوڑے کو لگام دی اور اچک کر سوار ہو گیا۔ شہر سے نکلا، جنگل کی ٹھنڈی ہوا لگی، دماغ تازہ ہوا، گھوڑے کو ایڑ لگائی اور جنگل میں داخل ہو گیا۔ ہر طرف گھوڑا دوڑایا، مگر کوئی شکار نظر نہ آیا۔ مغرب کی طرف دیکھا تو سورج کو غروب ہوتے پایا۔ فوراً شہر کی طرف باگ موڑی اور آہستہ آہستہ جنگل کو طے کرنے لگا۔

ناگہاں سبکتگین کی نظر ایک ہرنی پر پڑی جو اپنے چھوٹے سے بچے کو کھلا رہی تھی۔ شکاری، جب شکار دیکھ لیتا ہے تو صبر اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

سبکتگین نے گھوڑے کو اشارہ کیا۔ وہ سدھایا ہوا جانور، اپنے مالک کے اشارے پر اچھلا اور ہرنی کی طرف چل پڑا۔ ہرنی نے شکاری کو دیکھا تو بچے کو ساتھ لے کر بھاگی۔ خود تو بھاگ گئی مگر بچہ وہیں رہ گیا۔ یہ ابھی چند دن کا تھا، اس کی ٹانگیں کمزور تھیں۔

سبکتگین نے سوچا۔ خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ اس بچے کو پکڑ لیا جائے۔ چناں چہ وہ گھوڑے سے نیچے اترا، بچے کو پکڑا، اس کی ٹانگیں باندھیں اور گھوڑے پر رکھ کر سوار ہو گیا۔

گھوڑا شہر کے قریب آن پہنچا۔ سبکتگین کو ایک سوگوار سی آواز سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، ہرنی اپنے بچے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

ماں کی یہ محبت دیکھ کر سبکتگین کا دل پسیجا۔ شاید اسے اپنی ماں سے بچھڑنے کا وقت یاد آ گیا۔ اس نے گھوڑا روکا، ہرنی کے بچے کی ٹانگیں کھولیں اور اسے زمین پر ڈال دیا۔ بچہ دوڑا اور اپنی ماں سے جا ملا۔ ماں اسے چاٹ رہی تھی، پیار کر رہی تھی اور کبھی کبھی سبکتگین کی طرف دیکھ کر آسمان کی طرف مُنھ اٹھاتی جیسے دعا مانگ رہی ہو۔

سبکتگین نے کچھ دیر یہ نظارہ دیکھا۔ پھر اندھیرے کو ہر طرف سے بڑھتے پایا۔ سورج کبھی کا غائب ہو چکا تھا۔ اس نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور جلد ہی شہر میں داخل ہو گیا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔

رات نے پر پھیلا دیے۔ سارا شہر اندھیرے میں ڈوب گیا۔ دن بھر کا تھکا ہارا سبکتگین بھی اپنے بستر پر نیند کے مزے لے رہا تھا کہ ایک

بزرگ آئے سبکتگین کو دیکھا، السلام علیکم کہا اور بتایا کہ سبکتگین ہرنی کی دعا قبول ہوگئی، اب تو اور تیری اولاد ایک مدت تک غزنی پر حکومت کرے گی۔

بزرگ یہ خوش خبری سنا کر چلا گیا، سبکتگین کی آنکھ کھل گئی۔ خواب کے واقعے پر غور کیا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ وہ اس خواب کو بھول جانا چاہتا تھا، مگر بھول نہ سکا۔ آخر وہ دن آ گیا کہ الپ تگین حاکمِ غزنی فوت ہوا اور سبکتگین سر پر تاج رکھ کر غزنی کا باشاہ بن گیا۔

۱۲ انصاف

سلطان مراد ترکستان کا بادشاہ اور اسلامی دنیا کا حکمران تھا۔ عیسائیوں کی بڑی بڑی حکومتیں اس کے نام سے لرزہ براندام تھیں۔ یوں تو ہر مسلمان حکمران کو عمارتیں بنوانے کا شوق رہا ہے، مگر سلطان مراد مسجدوں کی تعمیر میں خاص دل چسپی لیتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے اپنے دل میں ایک مسجد کا نقشہ بنایا۔ یہ مسجد اس کے تخیل کا حسین مرقع تھی۔ اس زمانے میں ایک انجینئر کی بڑی شہرت تھی۔ بادشاہ نے اسے بلایا، اپنا نقشہ اُسے دکھایا اور مسجد کی تعمیر پر لگا دیا۔

وقت گزرتا رہا۔ دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سال بنتے گئے۔ مسجد بنتی رہی اور بنتی گئی۔ لاکھوں اشرفیاں خرچ ہوگئیں۔ آخر مسجد مکمل ہوگئی جو فی الواقع ایک شان دار عبادت گاہ تھی۔

انجینئر نے بڑے دعوے کے ساتھ بادشاہ کے حضور حاضری دی اور عرض کی کہ حضور! مسجد تیار ہے ملاحظہ فرمائیے۔

بادشاہ اگلی صبح کو مسجد دیکھنے کے لیے گیا۔ مسجد کو ہر طرف سے دیکھا۔ اوپر سے، نیچے سے، شمال سے، جنوب سے، مگر اتفاق دیکھیے کہ اچھی عمارت اپنے تقاضے لیے بادشاہ کی نظرِ استحسان کی منتظر ہے، مگر بادشاہ ہے کہ اسے یہ عمارت مطلق پسند نہیں آئی۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر جب نہ سنبھل سکا تو حکم دیا کہ انجینئر کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

حکم کی دیر تھی۔ جلاد نے حکم پایا تو ہاتھ کاٹ دیا۔

انجینئر کو یہ سزا بلاوجہ ملی تھی۔ اسے اور تو کچھ نہ سوجھا۔ وہ سیدھا قاضی کی عدالت میں جا پہنچا اور دعویٰ دائر کر دیا۔

قاضی نے بادشاہ کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ حاضر ہوا تو عدالت میں انجینئر کو کھڑا پایا جس کے ہاتھ سے خون کے سرخ سرخ قطرے گر رہے تھے۔

بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرا گیا۔ قاضی نے بادشاہ کے بیانات لیے اور حکم دیا کہ بادشاہ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اس کے ہاتھ سے بھی خون گرنا چاہیے تاکہ آئندہ غلط فیصلہ نہ کرے۔

بادشاہ نے قاضی کا فیصلہ سنا تو اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ انجینئر نے دیکھا تو اس کی چیخیں نکل گئیں اور بولا میں نے انصاف پالیا، میں بادشاہ کو اپنا خون معاف کرتا ہوں اور کسی دباؤ کے بغیر بخشتا ہوں۔

یہ سن کر بادشاہ کی جان میں جان آئی۔ اس نے انجینئر کو بہت سا مال و زر دے کر رخصت کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کے قاضی اسلامی احکام کے اعلان میں اس قدر دلیر ہیں کہ بادشاہ کو بھی مجرم قرار دے دیتے ہیں۔

کہانی لکھیے

۱

کوّے کا انتقام

کوّوں کا جوڑا درخت پر ......۔درخت کی جڑ میں سانپ ......۔سانپ کوّوں کے بچے کھا گیا......۔کوّی نے درخت چھوڑنے کو کہا......۔کوّا نہ مانا......۔کوّا شاہی محل کی منڈیر پر آ بیٹھا......۔کھونٹی پر ہار دیکھا......۔ہار چونچ میں دبایا اور محل پر جا بیٹھا......۔کوّوں نے شور مچایا......۔پیادے دوڑے......۔کوّا اڑ کر اپنے درخت پر......۔سانپ جھوم رہا تھا......۔کوّے نے ہار پھن میں ڈال دیا......۔پیادے آ پہنچے......۔سانپ بل میں گھس گیا......۔پیادے نے بل کھود ڈالا......۔سانپ کو مار دیا اور ہار لے کر چلے گئے......۔خوب انتقام لیا......۔

۲

نیبو نچوڑ

ہوٹل میں مہمان کھانے پر......۔نیبو نچوڑ کی آمد......۔مہمان کی پلیٹ میں نیبو نچوڑ کر......۔کھانے کا مزہ نیبو ہی سے ہے......۔آؤ تم بھی کھاؤ......۔آپ کی مہربانی......۔کھانے میں شریک......۔کھا پی کر چلتا بنا......۔مہمان کو ڈبل بل دینا پڑا......۔نیبو نچوڑ......۔بے شرم......۔مفت خور اور بے غیرت......۔

۳

نادان کی دوستی

امیر اور اس کا بندر......۔امیر سوتا ہے بندر پنکھا کرتا ہے......۔ایک مکھی بار بار مُنھ پر آ کر بیٹھتی ہے......۔بندر تنگ آ جاتا ہے......۔بندر امیر کا خنجر اٹھاتا ہے......۔مکھی چہرے پر آ کر بیٹھتی ہے......۔بندر امیر کے مُنھ پر خنجر مار دیتا ہے......۔امیر کی ناک کٹ جاتی ہے......۔نادان کی دوستی میں ناک کٹوائی......۔

۴

ایسے کو تیسا

حلوائی کی دکان پر......۔دیہاتی کی آمد......۔مٹھائی کا آرڈر......۔حلوائی ڈنڈی مارتا ہے......۔یہ مٹھائی وزن میں کم ہے......۔تمھیں زیادہ وزن نہ اٹھانا پڑے گا......۔دیہاتی پیسے دیتا ہے......۔یہ تھوڑے ہیں......۔تمھیں زیادہ گننا نہ پڑیں گے......۔

۵

عادت کی خرابی

بچھو اور کچھوے کی دوستی......۔یار! ہمیں دریا کی سیر کرواؤ......۔بچھو کچھوے کی پیٹھ پر......۔کچھوے کو کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی......۔یہ آواز کیسی ہے......۔میں ڈنک چلا رہا ہوں......۔کیوں......۔یہ میری عادت ہے......۔میری عادت دریا میں غوطہ لگانا

ہے......۔کچھوے نے دریا میں غوطہ لگایا......۔بچھو دریا میں بہ گیا......۔

(۶)

انگور کھٹے ہیں

بھوکی لومڑی......۔انگور کا باغ......۔بیلوں کی اونچائی......۔لومڑی کی اچھل کود......۔انگوروں تک رسائی نہ ہوسکی......۔تھک گئی......۔چل دی......۔انگور کھٹے ہیں......۔

(۷)

اتفاق کی برکت

شکاری کا جال......۔بھوکے کبوتروں کا غل......۔دانہ نظر پڑا......۔زمین پر اتر آئے......۔جال میں پھنس گئے......۔شکاری دیکھ کر خوش ہوگیا......۔جال کی طرف بڑھا......۔کبوتر پھڑ پھڑائے......۔جال سمیت اڑ گئے......۔شکاری دیکھتا رہ گیا......۔

(۸)

دو بکریاں

ندی......۔پل کی بجائے صرف ایک لٹھ......۔ایک بکری ادھر سے آئی......۔دوسری اُدھر سے آئی......۔لٹھ کے درمیان میں ملاپ......۔نہ پیچھے مڑسکتی ہیں نہ آگے جاسکتی ہیں......۔ایک بکری بیٹھ گئی......۔دوسری اس کے اوپر سے گزر گئی......۔پہلی بکری اٹھی اور آرام سے کنارے پر پہنچ گئی......۔

(۹)

بے وقوف کچھوا

ایک تالاب......۔کچھوے اور دو مرغابیوں کی دوستی......۔تالاب سوکھنے لگا۔ نئے تالاب کی فکر......۔مرغابیاں وداع ہونے لگیں......۔کچھوا گھبرا گیا......۔مرغابیوں نے ایک لکڑی لی......۔لکڑی کے دونوں سرے دونوں نے چونچوں میں دبائے......۔کچھوا بیچ میں لٹک گیا......۔لوگوں کی ہنسی......۔کچھوے نے مُنھ کھولا......۔زمین پر گر پڑا......۔

(۱۰)

لالچ کی سزا

تین مسافر دوست......۔سایہ دار درخت......۔اشرفیوں کی تھیلی......۔ایک دوست کھانا لینے گیا......۔کھانے میں زہر ملا دیا......۔دونوں نے اسے قتل کردیا......۔کھانا کھایا......۔دونوں مرگئے......۔تھیلی پڑی رہ گئی......۔لالچ نے تینوں کی جان لے لی......۔

باب نہم

تفہیمِ عبارات واشعار

آپ نے کوئی کہانی سنی ہوگی، قصے بھی پڑھے ہوں گے، سنی ہوئی کہانی سنایئے اور پڑھے ہوئے قصے لکھیے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی زبان آپ کا بیان وہی نہ ہوگا جو آپ نے پڑھا یا سنا تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ نے واقعہ سن کر اس کی ترتیب اور بات کی حقیقت سمجھی۔ آپ اپنی سمجھ اور قابلیت، اپنی زبان دانی اور الفاظ کی یادداشت سے کام لے کر وہی بات اپنے لفظوں میں ادا کر رہے ہیں۔ اس کو ''فہمِ عبارت'' کہتے ہیں۔ لکھی ہوئی عبارتوں کو، مضمون ہو یا کہانی، افسانہ ہو یا علمی مقالہ، اسی نظر سے پڑھنا چاہیے کہ اسے سمجھیں گے اور اس کے مطلب کو اپنے لفظوں میں سمجھائیں گے۔ اس عمل سے ذہانت بڑھتی اور لکھنا آتا ہے۔ دوسرے کی بات سمجھ کر اس سے اچھے طریقے پر سمجھانا قابلیت کا کام ہے۔ آپ کو یہ مشق کرنی چاہیے تاکہ علمی لیاقت میں اضافہ ہو اور ''ادب'' سمجھنے کی خداداد صلاحیت بڑھتی رہے۔ لوگ آپ کی قابلیت سے واقف ہوں اور آپ اچھے انداز میں جواب لکھ کر اپنے ممتحن کو مطمئن کر سکیں۔

آپ آئندہ صفحات میں کچھ اقتباسات پڑھیں گے۔ یہ پیراگراف آپ کی درسی کتاب سے نہیں لیے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی نظر اپنی کتاب سے ذرا آگے بڑھے اور جو آپ کو پڑھایا گیا ہے اس کی روشنی میں وہ تحریریں بھی سمجھیں جو پڑھائی تو نہیں گئی ہیں، مگر آپ کی قابلیت کے مطابق ہیں اور آپ انھیں پوری طرح سمجھ سکتے ہیں، اگر آپ ذرا توجہ کریں تو ان عبارتوں کا مطلب سمجھا بھی سکیں گے۔ ان عبارتوں کو غور سے پڑھیے اور متعلقہ سوالوں کا جواب ضرور لکھیے۔

(۱)

پنجاب کی حد ان دنوں میں غزنی کی حد تک پھیلی ہوئی تھی اور راجا یہاں کا جے پال تھا۔ جب مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے معلوم ہوئے تو اس نے غزنی پر ایک بھاری فوج سے چڑھائی کی۔ چناں چہ دفعتہً ملغان پر جا کر ڈیرے ڈال دیے اور پشاور سے کابل تک برابر لشکر پھیلا دیا۔ ادھر سے سبکتگین بھی نکلا۔ چناں چہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں اور ایک دوسرے کی پیش دستی کی منتظر تھیں کہ دفعتہً آسمان سے گولے پڑنے لگے۔ یعنی بے موسم برف گرنی شروع ہوگئی۔ وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے انھیں خبر بھی نہ ہوئی، ہندوستانی بے چارے اپنے لحاف اور رضائیاں ڈھونڈنے لگے، مگر وہاں رضائی کا گزارہ کہاں، سیکڑوں اکڑ کر مر گئے، ہزاروں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے، جو بچے ان کے اوسان جاتے رہے۔

سوالات

(۱) پنجاب کی حدود غزنی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ کس زمانے میں؟ (۲) جے پال کون تھا اور سبکتگین کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(۳) ''وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے'' کون برف میں رہنے کے عادی تھے؟

(۴) وہاں رضائی کا گزارہ کیوں نہیں تھا؟ (۵) جے پال اور سبکتگین میں جنگ کیوں نہ ہوئی؟

(۲)

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ مسٹر نعیم الحق صاحب کے خط سے جو انھوں نے شیخ عبدالحمید کو لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں کشمیر اور سری نگر، دو مختلف جگہیں ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض کریں کہ ''کشمیر'' ملک کا نام ہے اور ''سری نگر'' دارالسلطنت ہے۔ مقدمات جو بھی ہوں سری نگر میں ہوں گے اور جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ان کو زیادہ مدت وہاں ٹھہرنا نہ پڑے گا۔ شیخ عبدالحمید صاحب کا خط مجھے آج آیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ سید نعیم الحق صاحب کا سفر خرچ کشمیر کی طرف سے ادا ہونا چاہیے، لیکن مجھے یقین ہے کہ سید صاحب موصوف اس حقیر رقم کو جو سفر خرچ کی صورت میں ان کی خدمت میں پیش کی جائے قبول نہ کریں گے اور یہ کام، لِلّٰہ، مسلمانوں کے لیے کریں گے۔ کشمیر کمیٹی کے پاس زیادہ فنڈ نہیں ہے، ورنہ میں خود سید صاحب کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس واسطے مہربانی کر کے ان کی خدمت میں عرض کریں کہ اگر آپ بلا کسی قسم کے معاوضے اور سفر خرچ کے یہ خدمت کریں تو اللہ کے نزدیک اجرِ جزیل کے مستحق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور صورت میں اس کا اجر ضرور مل جائے گا۔

سوالات

(۱) علامہ اقبالؒ نے مکتوب الیہ سے کیا کہا؟ خلاصہ لکھیے۔

(۲) سفر خرچ سے کیا مراد ہے؟

(۳) اس پیراگراف کا عنوان لکھیے۔

(۴) سید نعیم الحق وکیل ہیں، انھیں سری نگر کیوں بلایا ہے؟

(۵) اجرِ جزیل کے معنی لکھیے۔

(۳)

غالب نے القاب و آداب، مزاج پرسی و خیریت نگاری کا قدیم دستور، جس سے سرِ مو تجاوز کرنا روا نہ رکھا جاتا تھا، بالکل ترک کر دیا۔ یہ بات نہیں کہ یہ باتیں لکھتے ہی نہ تھے، مگر ان قاعدوں کے اور ان کی ترتیب کے پابند نہ تھے۔ القاب و آداب بالکل چھوڑ دیتے اور اول سطر سے مضمون شروع کر دیتے تھے، کبھی لکھتے تھے تو نئے، مختصر، موزوں القاب لکھتے تھے مثلاً ''میاں''، ''برخوردار''، ''بندہ پرور''، ''مہاراج''، ''پیر و مرشد''، ''بھائی صاحب''۔ اس سے زیادہ لکھا تو ''میری جان کے چین میاں سرفراز حسین''، ''میرے مہربان، میری جان، مرزا تفتہ سخن دان'' کبھی یہ سب غائب اور خط اس طرح سے شروع:

''صاحب تم کیا چاہتے ہو؟'' ..... یا..... ''مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے۔''

اسی طرح دعا، سلام اور اپنا نام اور تاریخ تحریر لکھنے میں بھی کوئی پابندی نہ تھی۔

(داستانِ تاریخِ اردو، طبع دوم، ص ۲۱۸)

سوالات

(۱) آپ کے خیال میں خط کے ضروری حصے/ اجزا کیا ہیں؟

(۲) آپ نے غالب کے خط پڑھے ہیں ان کی زبان کیسی ہے؟

(۳) حامد حسن قادری نے غالب کی مکتوب نگاری کی جو خصوصیت بتائی ہے، اس کا خلاصہ لکھیے۔
(۴) قدیم دستورِ مکتوب نگاری کیا تھا؟ (۵) خط کیوں لکھا جاتا ہے؟

(۴)

سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے خلاف کھلم کھلا جنگ کا آغاز کیا۔ فوجی طاقت سے برصغیر کے آزادی طلب عوام کو انگریزوں نے کچلا، مگر جذبۂ حریت نہ دب سکا۔ ۱۸۵۷ء تک چنگاریاں چمکتی اور بجھتی رہیں۔ آخر مئی ۱۸۵۷ء کو چنگاری نے شعلہ بن کر فضا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ آگ اور خون کا طوفان اٹھا، اس قیامت خیز ہنگامے میں عوام کا نقصان تو اتنا ہوا جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے مگر کمزور عوام نے ایک مرتبہ استحصالی طاقت کو مزا تو چکھا ہی دیا۔ توپ و تفنگ نے مظلوم عوام کے تاریخ و ثقافت کے بھرے بھرے محل کھنڈر کر دیے، لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا، ملک کا نقشہ پلٹ دیا۔ اب کی مرتبہ یہاں کے قومی رہنماؤں نے سرد جنگ کے بعد گرم معرکے کی تیاری کر لی۔ کانگرس، خلافت تحریک اور مسلم لیگ اسی جنگ کے ادارے بنے، ان تنظیموں نے عملی حکمتوں سے عوام کو بیدار کیا صفوں کو منظم بنایا اور دشمن کو للکارا اور نئے مورچے بنائے۔ پہلی جنگِ عظیم میں آزادی کے امکانات ابھرے، دوسری جنگِ عظیم کے بعد جدوجہد کامیابی کے قریب پہنچ گئی۔ اس مرحلے میں صدیوں حکومت کرنے والی قوم نے قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں علامہ اقبالؒ کے خواب کی تعبیر ڈھونڈنا شروع کی۔ اس راہ میں خون کے سمندر اور آگ کے جنگل ملے اور قوم بسم اللہ کہہ کر آگے بڑھی۔ یہ پیش قدمی اللہ کی مدد اور ملت کے اتحاد، تنظیم اور ایمان، قائدِ اعظمؒ کی بصیرت و تدبیر کی بدولت منزل تک پہنچنے کا ذریعہ بنی۔ اللہ نے وہ دن دکھایا کہ اللہ اکبر کی گونج میں آزادی کا سورج نکلا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ اسلامی عقائد و افکار، اسلامی تہذیب و ثقافت، اسلامی قانون و نظامِ عدل و حکومت کے لیے اللہ نے اپنے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر سر بلندی و افتخار سے نوازا۔

سوالات

(۱) سراج الدولہ اور ٹیپو شہید کے بارے میں ایک مختصر پیرا گراف لکھیے۔
(۲) ۱۸۵۷ء میں آزادی کے علم برداروں کا کیا نقصان ہوا؟ چند سطروں میں لکھیے۔
(۳) علامہ اقبالؒ مرحوم کے خواب سے کیا مراد ہے؟
(۴) سرد جنگ کسے کہتے ہیں؟
(۵) تہذیب و ثقافت سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

(۵)

مادرِ ملت فاطمہ جناحؒ مرحومہ، پاکستان کی بانی نہیں تو قائدِ اعظمؒ کی دستِ راست اور جاں نثار بہن ہونے کے ساتھ ساتھ جنگِ آزادی کے ہراول دستے میں خواتین کی رہ نما بہر حال تھیں۔ بلند کردار، جفا کش بہن گھر کی چار دیواری میں عظیم بھائی کی محافظ و نگہبان، ذہنی سکون اور کارِ سیاست و قیادت میں معاون، میدانِ عمل میں مسلم خواتین کے لیے نشانِ عزم و استقلال، جہادِ حریّت کے ہر مرحلے میں انھیں بھائی کا آئینہ دیکھا گیا۔ وہی ہمت و جرأت، وہی خلوص و جفا کشی، ملت پر قربان اور اصولوں پر ثابت قدمی۔ لوگ ان سے محبت بھی کرتے تھے اور ان کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیتے تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد محترمہ فاطمہ جناح ؒ نے ایک مثالی ماں کی طرح ملک وملت کے لیے محنت کی۔ ہر وقت مصروفِ عمل، ہمہ وقت چوکس، صبح وشام، نظریہ، مقصد اور شاندار نتائج کی نگہداشت، ہر جگہ سائے کی طرح بھائی کے ساتھ اور ہر مرحلے میں قوم کی ہم آواز۔

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات نے ان کی عزت ومحبوبیت میں بے حد اضافہ کر دیا۔ مرد وزن، چھوٹے بڑے ان سے آرزوئیں وابستہ کر چکے تھے اور وہ بھی ہر تقریب اور ہر مناسب موقع پر قوم سے بات کرتی تھیں۔ بھائی کے جذبے سے سرشار اور ملک وملت کی محبت سے لبریز، گرج دار آواز میں حکومت وعوام کا احتساب کرتی تھیں۔ کارواں کو حرارت وحرکت، روشنی، بیداری اور ہوش مندی کا پیام دیتی تھیں۔ قوم کا دل ان کے وجود سے مضبوط اور وطن کو ان کے وجود سے سہارا تھا۔ وہ دنیا بھر کی عورتوں میں صفِ اول کی رہ نما خاتون تسلیم کی گئی ہیں۔

اللہ ان پر رحمتوں کے پھول برساتا رہے۔ آمین!

سوالات

(۱) ''قیامِ پاکستان میں خواتین کا حصہ مردوں کے برابر ہے'' اس عنوان پر پانچ سطریں لکھیے۔

(۲) دستِ راست اور ہراول دستے سے کیا مراد ہے؟
(۳) ماں کے فرائض وکردار کیا ہیں اور محترمہ مادرِ ملت کا مرتبہ کیا ہے؟

(۴) احتساب سے کیا مراد ہے؟
(۵) مادرِ ملت کا سب سے بڑا کارنامہ کیا تھا؟

۶

مختلف انسان مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ زبانوں کو ان کے ماہروں نے مختلف خاندانوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ ان میں دو خاندان بہت مشہور ہیں۔ ایک سامی اور دوسرا آریائی۔ سامی خاندان میں عربی اور عبرانی وغیرہ زبانیں شامل ہیں۔ آریائی خاندان میں نہ صرف پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی زبانیں شامل ہیں بلکہ یونانی، اطالوی، جرمن، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کا شمار بھی اسی خاندان میں ہوتا ہے۔ دراصل آریائی خاندان زبانوں کا بہت بڑا خاندان ہے اور اس سلسلے کا کوئی دوسرا خاندان اس کی وسعت کی برابری نہیں کر سکتا۔ زبانوں کے آریائی خاندان کی شعاعیں پاکستان، ایران، انگلستان اور یورپ کے مختلف ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔

سوالات

(۱) زبانوں کے دو مشہور خاندان کون کون سے ہیں؟

(۲) عربی اور انگریزی زبانوں کے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟

(۳) آریائی خاندان کی جن زبانوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے نام لکھیے؟

(۴) دنیا کے کون کون سے ممالک ایسے ہیں جہاں آریائی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

(۵) ہماری قومی زبان کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

۷

ہم عصروں اور ہم چشموں کی رقابت پرانی چیز ہے اور ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جہاں تک مجھے ان سے گفت گو کا موقع ملا اور بعض اوقات چھیڑ چھیڑ کر اور کرید کرید کر دیکھا اور ان کی تحریروں کے پڑھنے کا اتفاق ہوا، مولانا اس عیب سے بری معلوم ہوتے ہیں۔ محمد حسین آزادؔ نے

مولانا شبلی کی کتابوں پر کیسے اچھے تبصرے لکھے ہیں اور جو باتیں قابلِ تعریف تھیں ان کی دل کھول کر داد دی ہے۔ مگر ان بزرگوں میں سے کسی نے مولانا کی کسی کتاب کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ لاہور میں کرنل ہالرائیڈ کی زیرِ ہدایت جو جدید رنگ کے مشاعرے ہوئے، ان میں آزادؔ اور حالیؔ دونوں نے طبع آزمائی کی۔ 'برکھارت'، 'حبِ وطن'، 'نشاطِ امید' اسی زمانے کی نظمیں ہیں۔ آزادؔ اپنے رنگ میں بے مثل نثار ہیں، مگر شعر کے کوچے میں ان کا قدم نہیں اٹھتا۔ لیکن مولانا کی انصاف پسندی ملاحظہ کیجیے کہ کیسے صاف لفظوں میں اس نئی تحریک کا سہرا آزادؔ کے سر باندھا ہے۔

سوالات

(۱) اس عبارت کا عنوان تحریر کیجیے۔

(۲) اس عبارت میں مولانا سے کون مراد ہیں؟

(۳) مولانا کس عیب سے بری تھے؟

(۴) جدید رنگ کے مشاعروں میں کس قسم کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں؟

(۵) نثار کے معنی لکھیے۔

(۶) ''مگر شعر کے کوچے میں ان کا قدم نہیں اٹھتا'' کے معنی بتائیے؟

(۷) داد دینا کے معنی لکھیے۔

(۸) تبصرہ کسے کہتے ہیں؟

(۸)

اسلام نے لفظ قوم کے معنی بدل دیے ہیں۔ اسلام سے پہلے کے تمام قومی سلسلے، تمام قومی رشتے نسل یا علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اسلام نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تحت ایک نیا روحانی بلکہ خدائی قومی رشتہ قائم کر دیا۔ اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک، وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا عرب کا، وہ چین کا باشندہ ہے یا ماچین کا، پاکستان میں پیدا ہوا ہے یا ہندوستان میں، وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے رنگ کا، بلکہ جس کسی نے اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو مان لیا وہ ایک رشتے میں بندھ گیا۔ جس سے اچھا اور پیارا رشتہ اور کوئی نہیں ہے۔

سوالات

(۱) اسلام نے لفظ قوم کو کتنی وسعت دی ہے؟

(۲) کیا اسلام میں نسل اور علاقے کا امتیاز جائز ہے؟

(۳) اسلام میں ترکی کے مسلمان، چین کے مسلمان اور پاکستان کے مسلمان کے درمیان امتیاز قائم ہوگا؟

(۴) کیا گورے مسلمان کو کالے مسلمان پر کوئی فوقیت حاصل ہے؟

(۵) اس عبارت کا عنوان لکھیے۔

(۹)

سکون کے وقت سمندر کا دیدار آنکھوں کو فرحت بخشنے والی چیز ہے۔ تختۂ جہاز پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو لہروں کا ایک لاتعداد سلسلہ نظر آتا ہے، جو ہوا کے نرم نرم جھونکوں کے اثر سے سمندر پر قریب قریب ہر وقت آتے رہنے سے ایک دوسرے کے پیچھے حلقے بناتا چلا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لہریں ایک دُوسرے کے پیچھے دوڑ رہی ہیں۔ صبح کے وقت جب آفتاب نکلتا ہے اور اچھلتی ہوئی لہروں کی سفید جھاگ پر اس

کی کرنیں پڑتی ہیں تو قوسِ قزح کے سارے رنگ دفعتہً شفاف پانی کے تختوں پر چمک جاتے ہیں اور دور افق کے قریب تو سنہری روپہلی فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا شاہِ خاور کے خیر مقدم کے لیے سامان ہو رہا ہے۔

سوالات

(۱) سکون کے وقت سمندر کا نظارہ کیسا ہوتا ہے؟
(۲) تختۂ جہاز سے سمندر کیسا نظر آتا ہے؟
(۳) صبح کے وقت سمندر کا منظر کیسا ہوتا ہے؟
(۴) دور افق کے قریب کیا نظر آتا ہے؟

۱۰

انتخابِ کتب ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لیے اس طرح کی احتیاط اور غور و فکر کی ضرورت ہے جس طرح کہ دوستوں کے انتخاب کے لیے۔ جس طرح ایک اچھے اور نیک چال چلن کا مالک انسان اپنے دوست کو برائی سے بچا لیتا ہے اور ایک برا دوست اپنی بدکرداری کی وجہ سے دوسرے دوست کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اچھی کتابیں دل و دماغ اور عادات و اطوار پر اچھا اثر ڈالتی ہیں اور مخربِ اخلاق اور بے ہودہ کتابیں طبیعت کو برائی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ اسی طرح بری کتابوں کا مطالعہ پڑھنے والے کی اخلاقی موت کا باعث بنتا ہے۔ مشاہیرِ زمانہ کی سوانح عمریاں، سفرنامے، تاریخی اور مذہبی کتب اور جدید معلومات پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ انسان اور خصوصاً طالب علم کے لیے بہت مفید ہے۔ اخلاقی کتابوں کے مطالعے سے اخلاق بلند ہوتا ہے۔

سوالات

(۱) کتابوں کے انتخاب میں کس چیز کی ضرورت ہے؟
(۲) برا دوست کیا نقصان پہنچاتا ہے؟
(۳) خراب کتابیں پڑھنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟
(۴) طالب علم کے لیے کون سی کتابیں مفید ہیں؟

۱۱

مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دورِ اقتدار میں ہندو اور مسلمان ساتھ ساتھ رہے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھا۔ ہندوؤں کی بعض رسمیں مسلمانوں میں رائج ہوئیں اور بعض اسلامی تصورات ہندوؤں میں مقبول ہوئے۔ لیکن ہندو اور مسلمان آپس میں جذب ہو کر ایک معاشرہ نہ بن سکے۔ ہندو مسلمان عموماً الگ الگ محلوں میں رہتے تھے۔ ہندو معاشرہ ذات پات کے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس لیے ہندو نہ تو آپس میں متحد ہوتے تھے نہ مسلمانوں کی طرف خلوصِ دل سے ہاتھ بڑھاتے تھے۔ اگرچہ مسلمان اور ہندو دونوں قومیں ایک خطۂ ارض میں رہتی تھیں، لیکن مسلمانوں کی رواداری کے باوجود ہندوؤں کے معاشرتی اور مذہبی تعصّبات پختہ ہوتے گئے۔ باہمی میل جول اور یگانگت کا خاصا فقدان رہا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی یہ الگ الگ حیثیت پورے اسلامی دور میں نمایاں رہی۔ اس صورت حال کو پاکستان کی مخصوص اصطلاح میں 'دو قومی نظریہ' کہا جاتا ہے۔

سوالات

(۱) ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک ساتھ رہ کر ایک دوسرے سے کیا کچھ سیکھا؟

(۲) ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کیسے رہے؟

(۳) ہندو معاشرہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو سکا؟

(۴) مسلمانوں نے ہندوؤں پر کتنے عرصے تک حکومت کی؟

(۵) دو قومی نظریہ کیا ہے؟

(۱۲)

دنیا کے ادب میں ڈراما ایک نہایت قدیم صنف ہے۔ اردو میں ڈرامے کی ابتدا ۱۸۵۳ء میں امانت کی اِندر سبھا سے ہوتی ہے۔ لیکن جدید ڈرامے کا تصور بعد میں انگریزی کی وساطت سے آیا۔ اردو ڈرامے کے پیش رو کی حیثیت سے ''رہس'' کا ذکر ضروری ہے۔ اس دور میں ڈرامے پر شاعری، رقص و سرود اور موسیقی کا غلبہ تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک یہی سلسلہ رہا۔ بعد میں آغا حشر نے کچھ انگریزی ڈراموں کے ترجموں اور کچھ طبع زاد ڈراموں سے اس میں زندگی کا حقیقی خون دوڑانے کی کوشش کی۔ بیسویں صدی کے پہلے ربع میں مقفّٰی مکالموں کا زور رہا۔ بلکہ عبدالحلیم شرر نے انگریزی کے تتبع میں نظمِ معرا کی صورت میں چند ڈرامائی نمونے بھی پیش کیے۔ دوسرے ربع کے ڈراما نگاروں کے ہاتھوں ڈراما زندگی اور عوام سے قریب تر ہوتا گیا۔ اس زمانے میں امتیاز علی تاج نے اپنا معروف ڈراما ''انار کلی'' لکھا۔ ان کے ہم عصر ڈراما نگاروں میں عابد علی عابد اور میرزا ادیب بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

سوالات

(۱) اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

(۲) اردو ڈرامے کا ذکر کرتے وقت 'رہس' کا ذکر کیوں ضروری ہے؟

(۳) وہ کون سا دور تھا جس میں اردو ڈرامے پر شاعری اور رقص و سرود کا غلبہ تھا؟

(۴) مقفّٰی مکالمے سے کیا مراد ہے؟

(۵) طبع زاد ڈراما کیا ہوتا ہے؟

(۱۳)

قائدِ اعظمؒ ہمیشہ سے ایمان دار، باہمت، نڈر اور مستقل مزاج انسان تھے۔ ان کا دامن لالچ اور ہوس سے پاک تھا۔ وہ کسی جج یا ساتھی وکیل سے بھی اپنی شان کے خلاف کوئی لفظ سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ نامساعد حالات میں گھبراتے نہیں تھے اور نہ کبھی دغا اور فریب سے کام لیتے تھے۔ ان کی سیاست صاف ستھری اور پاکیزہ تھی۔ وہ سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے توڑ پھوڑ اور خلافِ قانون اقدامات کے سخت مخالف تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے، اس کے بارے میں کسی سے سمجھوتا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی مصلحت کوشی سے کام لیتے تھے۔ خوش پوشی کا انھیں بے حد شوق اور سلیقہ تھا جو آخر تک قائم رہا۔ ہندوستان کے کتنے ہی وائسرایوں نے ان کی خوش پوشی کی تعریف کی۔ ان کی زندگی کے آخری چند سالوں میں ان کی شہرت بامِ عروج پر پہنچ گئی تھی۔ پاکستان کا قیام ان کا عظیم کارنامہ ہے۔

سوالات

(۱) قائدِ اعظمؒ کس قسم کے انسان تھے؟
(۲) قائدِ اعظمؒ کا سیاسی رویہ کس قسم کا تھا؟
(۳) قائدِ اعظمؒ کا عظیم کارنامہ کون سا ہے؟
(۴) ہندوستان کے وائسرایوں نے قائدِ اعظمؒ کے کس وصف کی تعریف کی ہے؟

۱۴

ملکہ کی اس دل دوز اور ولولہ انگیز تقریر سے سب امیروں وزیروں کی رگِ حمیت بیدار ہوگئی اور سب نے تہیہ کرلیا کہ وطن کی حفاظت میں اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نثار کردیں گے۔ شاہی فوج کی آمد کی خبریں برابر احمد نگر پہنچ رہی تھیں۔ چاند بی بی نے فوج کی ترتیب و تنظیم کا سارا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا اور سارے انتظام مکمل کرکے دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ بالآخر شاہی فوج آئی، احمد نگر پر حملہ کیا، لیکن احمد نگر والوں نے شاہی فوج کا مقابلہ اتنی ہمت اور دلیری سے کیا کہ اس کے دانت کھٹے ہو گئے۔

سوالات

(۱) ملکہ کی تقریر نے کیا اثر پیدا کیا؟
(۲) چاند بی بی نے احمد نگر کو بچانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کیں؟
(۳) شاہی فوج کے حملے کا کیا انجام ہوا؟

۱۵

اقبالؒ کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ ایک باعمل شاعر تھے۔ انھوں نے شعر کے ذریعے اسلامی تعلیمات، حسنِ اخلاق، خودی، فقر، درویشی اور مغرب سے بیزاری کی تلقین کی اور اپنے عمل کے ذریعے اس کا ثبوت مہیا کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد میں اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق شرکت کی۔ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے یورپ کا سفر کیا۔ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے فلسطین گئے۔ نیز اسلامی افکار اور فلسفہ کی اشاعت کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں دہلی، حیدرآباد، دکن، مدراس اور بنگلور وغیرہ کے دورے کیے۔ مسلمانوں کے اصرار پر پنجاب اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کے لیے انتخاب میں حصہ لیا اور تین سال تک اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑی۔ حتیٰ کہ اسلام کے نفاذ کے لیے ایک الگ خطۂ زمین کے حصول کی راہ دکھائی۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو آزادی اور تعمیرِ نو کا ولولۂ تازہ عطا کیا۔

سوالات

(۱) اس عبارت کا موزوں عنوان تحریر کیجیے۔
(۲) اقبالؒ نے شعر کے ذریعے ہمیں کیا تلقین کی ہے؟
(۳) اقبالؒ نے اسلامی افکار کی اشاعت کے لیے کن علاقوں کا دورہ کیا؟

(۱۶)

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحطِ انساں
نہیں قوم کے ہیں سب افراد یکساں
سفال و خزف کے ہیں انبار گر یاں
جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں ان میں پنہاں
چھپے سنگ ریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ
ملے ریت میں ریزۂ زر بھی ہیں کچھ

سوالات

(۱) ان اشعار کا مرکزی خیال کیا ہے؟
(۲) قوم میں 'قحطِ انساں' ہونے کا کیا مطلب ہے؟
(۳) سفال و خزف کے کیا معنی ہیں؟
(۴) ''چھپے سنگ ریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ'' اس مصرعے کا کیا مفہوم ہے؟
(۵) ان اشعار میں قافیوں کی نشان دہی کیجیے۔

(۱۷)

منعموں کے گھروں میں آج اور کل
ہیں پڑے پردے ، دبکے ہے منقل
اس پہ جاڑے سے ہے یہ ان کا حال
ناک سے چھوٹتا نہیں رومال
چھینکنا جاڑے کا جو چھینکیں ہیں
اک سخن ہے تو لاکھ چھینکیں ہیں
اہلِ حرفہ پہ کیجیے جو نگاہ
کاروبار ان کا ہوگیا ہے تباہ
پیٹ کر سر کہے ہے بھٹیارا
ہائے! اب کیا کروں میں بے چارا
سقا بولے ہے بھر کے آنکھوں میں اشک
یارو پانی نکالو چیر کے مشک
غرض ایسی ہی کچھ پڑی ہے ٹھنڈ
مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودؔا آخر ہے سردی کا مذکور
شعر بھی گر خنک ہوں، رکھ معذور
آگے جاتا نہیں ہے اب بولا
ہوگئی ہے زبان بھی اولا

(۱) اس نظم کا عنوان تجویز کیجیے۔
(۲) ''منعم'' کا کیا معنی ہے؟
(۳) 'منقل' کا مطلب بتائیے۔
(۴) ''چھینکنا جاڑے کا جو چھینکے ہیں'' اس مصرعے کا مطلب بتائیے۔
(۵) ناک سے رومال کیوں نہیں چھوٹتا؟
(۶) 'اہلِ حرفہ' کا معنی بتائیے۔
(۷) ''زمہریر'' کا کیا مطلب ہے؟
(۸) پانی نکالنے کے لیے مشک کو چیرنا کیوں ضروری ہوگیا ہے؟
(۹) بھٹیارا کسے کہتے ہیں؟
(۱۰) شاعر کی زبان اولا کیوں ہورہی ہے؟

(۱۸)

عالم پہ تو جو آئی ہے رنگ اپنا پھیرتی
ہاتھوں سے مُشک اڑتی ہے عنبر بکھیرتی
دنیا پہ سلطنت کا تری دیکھ کر حشم
کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی قسم
رُوئے زمیں پہ جل رہے تیرے چراغ ہیں
اور آسماں پہ کھلتے ستاروں کے باغ ہیں
بجلی ہنسے تو رخ ترا دیتا بہار ہے
شبنم کو موتیوں کا دیا تو نے ہار ہے
سب تجھ کو لیتے آنکھوں پہ ہیں بلکہ جان پر
پورا ہے تیرا حکم، پر آدھے جہان پر

سوالات

(۱) مندرجہ بالا اشعار کا مناسب عنوان تجویز کیجیے۔
(۲) ان اشعار میں کس چیز کی کیفیت بیان کی گئی ہے؟
(۳) دن تاروں بھری رات کی قسم کیوں کھاتا ہے؟
(۴) ''روئے زمیں پہ جل رہے تیرے چراغ ہیں'' یہاں چراغ سے کیا مراد ہے؟
(۵) ''شبنم کو موتیوں کا دیا تو نے ہار ہے'' اس مصرعے کی تشریح کیجیے۔
(۶) پہلے شعر میں 'مشک اڑانا اور عنبر بکھیرنا' سے کیا مراد ہے؟
(۷) ''حشم'' کے معنی بتائیے اور اس پر اعراب لگائیے۔
(۸) ''پورا ہے تیرا حکم پر آدھے جہان پر'' تشریح کیجیے۔
(۹) ''بجلی ہنسے تو رخ تیرا دیتا بہار ہے'' اس مصرعے کی تشریح کیجیے۔
(۱۰) ''سب تجھ کو لیتے آنکھوں پہ ہیں بلکہ جان پر'' اس مصرعے کی تشریح کیجیے۔